اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا [illegible]

(مسلمانو!) اب ہم
تمہارے دین کو تمہارے لیے
کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان
پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لیے (اسی) دین اسلام کو پسند فرمایا

خدا کا شکر ہے کہ اسی کے فضل و توفیق سے نسخۂ لاجواب سعادۃ انتساب
مفید ہر شیخ و شاب یعنی

حصۂ اول

الحقوق والفرائض

مصنفہ
فاضل اجل جناب شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی
دامت برکاتہم مترجم القرآن

باہتمام فقیر حقیر خاک پائے ہر صغیر و کبیر میرزا
محمد عبد الغفار مالک فضل الاخبار
ماہ محرم الحرام ۱۳۲۴ ہجری نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] دہلی [illegible] مطبع [illegible]

پڑھنے سے پہلے ذیل کی غلطیاں کتاب میں بنا لو

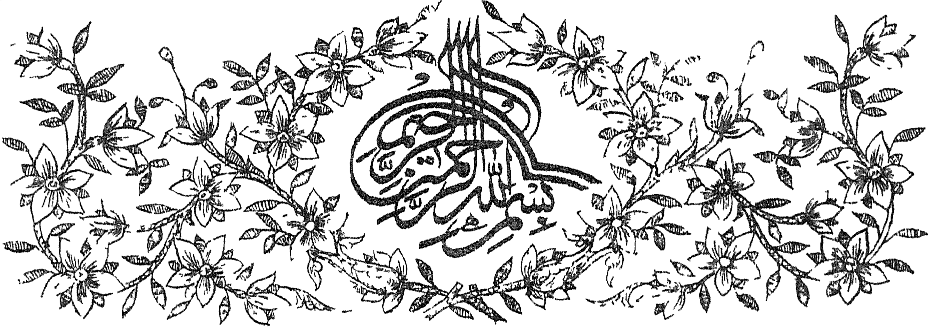
غلطنامہ حصہ اوّل الحقوق والفرائض

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۱۳	×	من المترجم	۷۲	نوٹ سطر اخیر	یمانعت	ممانعت	۱۱۴	۱	حکم نجاست	حکم نجاست
۲۷	۱۰	ممانعت فکر	×	۷۳	〃	برارت	برارة	〃	۱۶	رفیع السوار	رفیع السوا
۲۸	۱۹	×	من المترجم	۷۵	۲۱	کھڑا تھا	سوار تھا	۱۴۱	۱۷	انخالف الرحال	الخالف الرحال
۳۴	۲۰	قوة	قوت	۸۹	۶	معقبات ہیں	معقبات (یعنی ایک کے پیچھے ایک آنے والے ہیں)	۱۴۶	نوٹ سطر ۱	منبادرسے نو وہی	منبادرسے نو وہی
۳۷	۵	غنا	غنی	۹۰	۲۳	اور اس کے بعد کی رات کی برائی	اور اس چیز کی برائی سے جو اس رات کے بعد ہے	〃	〃	مفتضی	مقتضی
〃	〃	〃	〃					۱۴۷	۴	إنّ	أنّ
۴۱	۲۱	خودرو	خودرَو	۹۶	۱۲	×	من المترجم	〃	۱۴	نمار	نماز
۴۳	۱۱	بیناوٹ	بناوٹ	۱۰۳	۲۱	چھکنے	چکھنے	۲۲۳	نوٹ سطر اخیر	نہوں گے	ہوں گے
۶۰	۱۹	فیصلے پر	فیصلے کو	۱۱۰	۱	ماحول	ماحول				
۶۶	۱۵	چارہ	چارا	۱۱۳	۱۵	سوسائٹیاں	سوسائٹیاں				

تمت

اس کتاب میں ہم نے ہر ایک حدیث کو صحابی اور کہیں کہیں تابعی کے نام سے شروع کیا ہے اور آخر میں اُن ائمہ حدیث کا نام بتا دیا ہے جنھوں نے اُس حدیث کو نقل کیا ہے اور بعض جگہ صرف اختصار کی وجہ سے بطریق رمز اُن کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے جن کی توضیح اس نقشے سے ہوتی ہے*

اخرجہ الستة	ستہ اور ست کہتے ہیں چھ کو اور اُن سے امام بخاری، مسلم، مالک، ترمذی، ابو داود، نسائی۔
اخرجہ الخمسة	خمسہ اور خمس کہتے ہیں پانچ کو اور ان سے مراد ہیں امام مالک کے علاوہ اوپر کے پانچوں امام
صحیحین	اس سے مراد ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم*
شیخین	ان سے مراد ہیں امام بخاری اور مسلم*



الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدنا اللہ ؕ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد بعدد من صلی وصام وانی الزکوٰۃ وعلی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین الذین اقتدوا بھدیہ ؕ

کسی نے کیا اچھی تُلی ہوئی باون تولے پاؤ رتی بات کہی ہے کہ مَن عَرَفَ نَفسَہٗ فَقَد عَرَفَ رَبَّہٗ (جس نے اپنے آپ کو پہچانا تو اُس نے اپنے پروردگار ہی کو پہچانا) یعنی اپنے نفس کی معرفت خدا کی معرفت کی دلیل ہے۔ بعینہٖ یہی خیال ایک شاعر نے اس طرح پر ظاہر کیا ہے کہ ؎ پونہچا میں آپ کو تو میں پونہچا خدا کے تئیں ؛ معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا ؛ اس بات کا پتہ قرآن سے بھی لگتا ہے جہاں فرماتے ہیں وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (اور لوگو! یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں خدا کی قدرت کی بہتیری ہی نشانیاں ہیں اور خود تم میں بھی تو کیا تم کو سوجھ نہیں پڑتا) پس سب سے بڑی اور مقدم بات یہ ہے کہ آدمی اپنے تئیں پہچانے کہ میں کون ہوں اور کس لیے دُنیا میں آیا ہوں۔ دُنیا میں ہزاروں لاکھوں قسم کی مخلوقات ہے وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ (اور اے پیغمبر تمھارے پروردگار کے لشکروں کو پورا پورا جاننا کوئی اس کے سوا نہیں جانتا) اور ان مخلوقات میں سے ایک مخلوق انسان ضعیف البنیان بھی ہے۔ انسان کو ضعیف البنیان اس سے کہا کہ تن و توش اور توانائی میں ہاتھی۔ گھوڑے۔ بیل بھینس۔ شیر چیتے۔ کہیں اس سے بڑھ کر ہیں نازک ایسا کہ گرمی سردی کی برداشت نہیں۔ ٹھیس کی سہار نہیں۔ درماندگی کا یہ حال کہ نہ پرندوں کے سے پر ہیں کہ اُن کے ذریعے سے جہاں چاہے اُڑ کر جا بیٹھے۔ نہ درندوں کے سے سینگ یا دانت کہ ہتیاروں کا کام دیں۔ نہ بھیڑ بکری کی سی اُون کہ مینھ بوندی اور جاڑے سے بچا سکے۔ مگر سارے ساز و سامان ایک طرف اور اس کی ایک عقل ایک طرف جس کے بل پر آدمی بندہ ہو کر روئے زمین پر ایک طرح کی خدائی کر رہا ہے قطعہ خاک کے پُتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہے شور ؛ فرش سے لی عرش تک کر رہا ہے اپنا زور ؛ سینے میں قلزم کو لے قطرے کا قطرہ رہا ؛ بل بے سمائی تری اُف رے سمندر کے چور ؛ زمین پر جو رونق اور چہل پہل دیکھتے ہو سب اِسی آدمی کے دم سے ہے اور اسی آدمی کے دم کے لیے ہے۔ اسی نے شہر بسائے۔ اسی نے باغ لگائے۔ اسی نے سمندر میں جہاز چلائے۔ اسی نے دریاؤں پر پُل بنائے۔ ہم تو جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ میں سے کسی کو نہیں دیکھتے جسے کسی نہ کسی شان سے آدمی نے اپنے بس میں نہ کیا ہو۔ چاند۔ سورج۔ ستاروں کا کچھ نہ کر سکا تو ہیں زمین

پر بیٹھے بیٹھے دُوربین کے ذریعے سے بہت کچھ حال معلوم کرلیا کہ کتنی دُور ہیں۔ کتنے بڑے ہیں کس مادّے کے بنے ہیں۔ کیسے اِن کے موسم ہیں۔ آباد ہیں تو کس قسم اور مزاج کے۔ جاندار ان میں بستے ہیں کتنی تیزی سے دورہ کرتے ہیں۔ ان کی رفتار کا حساب ایسا درست لگایا کہ سینکڑوں ہزاروں برس پہلے پیشین گوئی کی جا سکتی ہے۔ کہ فلاں ستارہ اب سے مثلاً سو دو سو ہزار برس بعد کس مقام پر ہوگا۔ نجومی سُورج گہن چاند گہن کو برسوں پہلے معلوم کر لیتے ہیں کیا مجال کہ ایک لمحہ کا پس و پیش ہو جائے وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ. (اور آفتاب (دیکھو) کہ اپنے ایک ٹھکانے کی طرف کو چلا جا رہا ہے یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے جو زبردست اور ہر چیز سے آگاہ ہے۔") اور پھر یہ کہ گہن کتنا ہوگا۔ کتنی دیر رہے گا کہاں دکھائی دے گا اور کہاں نہیں۔ اور ابھی تک بھی آدمی نے اجرامِ فلکی کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ دیکھیے آخر کو یہ اُونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ غرض یہ ہیں حضرتِ انسان کے نہایت مختصر حالات۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ اتنا سوچ سمجھ پیچھے آدمی کو ضرور خیال آتا ہے کہ میں سب کچھ تو کرتا ہوں اور کر سکتا ہوں مگر من آنم کہ من دانم۔ دُنیا کا مالک کوئی اور ہے۔ بیش برین نیست کہ میں بھی مہمان داخل اس میں اُترا ہوں۔ دُنیا کی چیزوں میں ایک حد تک تصرف کر سکتا ہوں مگر ایک بھنگا پیدا کرنا چاہوں تو نہیں کر سکتا۔ مینہ کا برسنا۔ پُروا پچھوا کا چلنا۔ رات دن کا گھٹنا بڑھنا۔ چاند سُورج ستاروں کا ایک معمول سے طلوع و غروب ہونا۔ دنیا میں ایسے بے شمار واقعات ہیں جن میں میرا کچھ بھی دخل نہیں اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔ اس قسم کے خیالات آدمی کو خدا شناسی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور وہ بے دیکھے بتقاضائے عقل خدا پر ایمان لاتا یعنی اُس کو مانتا اور اُس کے ہونے کا یقین کرتا ہے۔ اور یُوں مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کی تصدیق ہوتی ہے۔ مگر یقین یقین میں فرق ہے۔ ایک یقین آگ کے جلانے کا ہے۔ ایک یقین ایک نہ ایک دن مرنے کا ہے۔ ایک یقین آج سے کل اور کل سے پرسوں کے ہونے کا ہے۔ ایک یقین اُن شہروں کا ہے جہاں ہم نہیں گئے۔ ایک یقین واقعاتِ گزشتہ کا ہے۔ چاہیے کہ خدا کے ہونے کا یقین سب یقینوں سے بڑھ کر ہو کیونکہ یہ یقین دین و مذہب کا اصل الاصول ہے۔ جتنا سوچو جتنا خیال کرو وتنا ہی یہ یقین پکا ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر وقت ہر جگہ ہر چیز میں گویا خدا دکھائی دینے لگتا ہے۔ مگر یہ مقام ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ رہی یہ بات کہ آدمی کیوں اور کس غرض سے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ تو پیدا کرنے والے ہی سے پُوچھا جائے کیونکہ مصرعہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ سو خدا کے کلام سے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ خدا نے فرشتوں پر آدم کے پیدا کرنے کا ارادہ اس طرح ظاہر فرمایا تھا کہ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (میں زمین میں اپنا نائب بنانے کو ہوں)

ف بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کی آمد و شد اور جہازوں میں جو لوگوں کے فائدے کی چیزیں (یعنی مالِ تجارت) سمندر میں لے کر چلتے ہیں اور مینہ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا پھر اُس کے ذریعے سے زمین کو اُس کے مرے (یعنی اُفتادہ رہے) پیچھے پھر زندہ (یعنے شاداب) کرتا ہے اور ہر قسم کے جانوروں میں جو خدا نے روئے زمین پر پھیلا رکھے ہیں اور ہواؤں کے (اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر) پھیرنے میں اور بادلوں میں جو (خدا کے حکم سے) آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں (غرض ان سب چیزوں میں) اُن لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں (قدرتِ خدا کی بہتیری) نشانیاں (موجود) ہیں ۱۲ +

اِس سے یہ تو معلوم ہوا کہ خدا نے آدمی کو اور آدمی ہوتے ہیں مرد عورت دونوں برابر جیسے آدمی مرد ویسے ہی آدمی عورتیں غرض خدا نے آدمی کو اِس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ زمین میں خدا کا خلیفہ ہو کر رہے۔ اَب خلیفہ کے معنی معلوم کرنے چاہئیں۔ سو قرآن ہی سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آدمی اِس معنی کر خدا کا خلیفہ ہے کہ مثال کے طور پر زمین کو ایک گاؤں سمجھو اکیلے خدا کو دُرُست سارے گاؤں کا مالک۔ آدمی کارندہ جس کا فرضِ خدمت یہ ہے کہ زمین کو آباد کرے محاصل کو بڑھائے۔ گاؤں میں کسی طرح کی بدنظمی نہ ہونے دے۔ جن کا پیشہ زمینداری ہے وہ تو اس مثال کی یقیناً قدر کریں گے۔ اور آسانی سے سمجھ لیں گے کہ آدمی کو دنیا میں کیونکر رہنا اور کیا کرنا ہے۔ مگر دوسرے لوگوں کو ہم اَور ہی طرح سمجھانا چاہتے ہیں اور وہ طرح یہ ہے کہ آدمی ایک خاص طرح کا مخلوق ہے۔ کثیر العلائق اَس کی بناوٹ اِس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ آرائش اور آسایش نہ بھی سہی۔ زندگی کی سیدھی سادی ضرورتیں بھی اپنے بہت سے ہمجنسوں کی مدد کے بدون بہم نہیں پونہچا سکتا۔ ایک ظریف کا مقولہ ہے کہ جینا تو جینا مرنا بھی بے دوسروں کی مدد کے نہیں ہو سکتا۔ اور اِسی لیے آدمی تھوڑے تھوڑے بہت بہت جمع ہو کر قصبوں اور شہروں میں بستے ہیں[۱] تاکہ ایک دوسرے کی مدد کریں اور کرتے ہیں۔ موچی جوتا بناتا۔ جولاہہ کپڑا بنتا درزی سیتا اور اسی طرح مصرعہ ہر یکے را بہرِ کارے ساختند۔ جو جس کام میں لگا ہے ابنائے جنس کی کوئی نہ کوئی خدمت کر رہا ہے۔ اور اس اعتبار سے ہر فردِ بشر خادم بھی ہے اور مخدوم بھی ہے۔ مگر چونکہ سب کو جینا ہے مصرع شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن ٭ اور جینا ہے تو جینے کے ساتھ ضرورتیں اور حاجتیں بھی سبھی کے پیچھے لگی ہیں اور چونکہ سارے آدم زاد ایک ہی طرح کے مخلوق ہیں ضرورتیں اور حاجتیں بھی سب کی قریب قریب ایک ہی طرح کی ہیں تو اکثر ضرورتوں اور حاجتوں کی کشمکش میں آدمی آپس میں لڑنے جھگڑنے بھی لگتے ہیں۔ اور لڑائی جھگڑا ابھی تو تُو مَیں مَیں تک ہو تو خیر باتوں باتوں میں خُون خرابے تک نوبت پونہچ جاتی ہے۔ آخر بزرگوں نے دیکھا کہ یہی حالت رہی تو ایک دن یہ سب کٹ مریں گے اور آدم کی نسل معدوم ہو جائے گی۔ ناچار سلطنت کا دستور نکالا۔ اور اپنے میں سے ایک کو سب کا سر دھرا یعنی بادشاہ بنا کر اُس کو یہ خدمت سُپرد کی کہ اپنی رعایا میں سے کسی کو دوسرے کے حقوق میں دست اندازی نہ کرنے دے اور لوگ اَمن و امان کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ اور طوعاً کرہاً سب اُس کا حکم مانیں۔ کچھ شک نہیں کہ اِس انتظام سے زور و ظلم کا بہت کچھ انسداد ہوا۔ مگر اس انتظام میں کئی نقص بھی تھے اور ہیں جو اَمن کو جیسا چاہیئے قائم نہیں ہونے دیتے۔ **اوّل** تو وقت کا بادشاہ جو اَمن کا قائم رکھنے والا ہے وہ بھی آدمیوں میں کا ایک آدمی ہے اور حرص اور طمع اور خود غرضی اور غصّہ کہ اکثر ایسی ہی باتوں سے فساد پیدا ہوتا ہی یہ سب بلائیں اِس پر بھی مسلّط ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خود اِسی کی ذات سے اَمن میں بڑے بڑے رخنے پڑ جاتے ہیں **دوسرے** وہ جو کہتے ہیں اکیلا سور ما چنا بھاڑ کو تو نہیں پھوڑ سکتا رعایا میں اَمن قائم رکھنے کے لیے بادشاہ کو چاہئیں اَعوان و اَنصار یعنی عملے فعلے اور پھر وہ بھی آدمی ہوں گے اور

[۱] اِسی کا نام ہے تمدُّن آدمی کو محتاجِ تمدن دیکھ کر مجرموں کی سزاؤں میں سے ایک سزا نفی عن البلد (دیس نکالا) قرار پائی۔ مجرم جو سمندر پار کالے پانی بھیج دیئے جاتے ہیں یہ بھی نفی عن البلد کی ایک شان ہے علیٰ ہٰذا القیاس برادری سے خارج کر کے حُقّہ پانی بند کر دینا جو ہندوؤں میں اور خاص کر نیچ قوموں میں ابھی تک بکثرت شائع ہے۔ ابتدائے اسلام میں کفارِ قریش نے ایسی ہی سزا جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ سلم اور اُن کے ارادتمندوں کو بھی دی تھی کہ اُن کے ساتھ شادی بیاہ کھانا پینا موقوف کر دیا تھا ۱۲ منہ ٭

اپنے اغراض کو دخل دے کر نئے نئے فساد کھڑے کریں گے اور یہی کچھ کچہریوں اور عدالتوں میں ہو رہا ہے غرض ان ظاہری سلطنت کے انتظام سے تو لوگوں میں کامل امن و امان کے قائم رکھنے کی توقع کرنی فضول ہے مصرع او خویشتن گم است کرا رہبری کند ۔ با اینہمہ منصف مزاج اور خداترس بادشاہوں نے بہتیرا کچھ کیا ہے اور اب بھی بہتیرا کچھ کر رہے ہیں اور اس لیے وہ ہماری شکرگزاری کے مستحق ہیں لیکن اصلی شکر تو اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ہے کہ وہ آدمی کے رگ و ریشہ سے بخوبی واقف تھا اور ہے اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ [له] اور خدا تو خدا جب خدا نے خلقِ آدم کا ارادہ فرشتوں پر ظاہر کیا تو فرشتوں نے آدم کا نام سنتے ہی بنی آدم کو مفسد اور خونریز بتایا ۔ اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ۔ غرض خدا تو خوب جانتا تھا کہ آدمی بڑا بد خو جنگجو خودسر بے باک ۔ اکھڑ ۔ اکھل کھرا ۔ غصیلا ۔ طامع ۔ حریص جانور ہوگا ۔ تو اس نے ابتدا ہی سے پیغمبر بھیجنے شروع کیے پیغمبر بھی آدمی ہی ہوتے آئے ہیں ۔ مگر فساد کی باتیں جو عام آدمیوں میں ہوتی ہیں ۔ پیغمبروں کی طبیعتوں میں نہیں ہوتیں خدا وہ احکام جو امن کے قائم رکھنے کے لیے ضرور اور مناسب ہوتے تھے وقتاً فوقتاً ان پیغمبروں پر نازل کرتا رہتا تھا ۔ اصل میں یہ احکامِ الٰہی امن کی بنیاد ہیں اور حکامِ وقت کے آئین و قانون انہی احکام کی ادھوری نقل ہیں یا ان پر قیاس کر کے بنا لیے جاتے ہیں یوں تو آدمی کی پور پور میں شرارت بھری ہے ۔ مگر جس طرح خاص خاص موسموں خاص خاص وقتوں میں خاص خاص بیماریوں کا زور ہوا کرتا ہے ۔ اسی طرح ابتدائے آفرینش سے لوگ مختلف زمانوں میں خاص خاص شرارتیں کرتے رہے ہیں ۔ جب جیسی شرارت کا رواج ہوا ۔ اس کی روک تھام کے لیے پیغمبر آیا اور احکام نازل ہوئے ۔ پیغمبروں کا ٹھیک شمار ہم کو نہیں بتایا گیا مگر جو زیادہ مشہور ہیں وہ قرآن میں مذکور ہیں ۔ اسی طرح ہم کو نہیں معلوم کہ کس پیغمبر پر کیا احکام نازل ہوئے اور نہ وہ احکام بتمام و کمال محفوظ ہیں ۔ ہاں موسیٰ علیہ السلام کی توراۃ ۔ داؤد علیہ السلام کی زبور ۔ عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل ہمارے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا قرآن ۔ یہ چار کتابیں زبان زدِ خلائق ہیں ۔ اور محفوظ بھی ہیں ۔ محفوظ سے ہماری یہ مراد ہے کہ موجود ہیں اور گم نہیں ہیں ۔ ورنہ یہودی جو موسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی انجیل کو نہیں مانتے یہودی اور عیسائی دونوں ۔ حضرت پیغمبر صاحب اور قرآن کے قائل نہیں ہم مسلمان توراۃ ۔ زبور ۔ انجیل سب کو اس معنے کر مانتے ہیں کہ یہ سب کتابیں خدا کی اُتاری ہوئی ہیں ۔ مگر یہودیوں اور عیسائیوں نے براہِ نفسانیت توراۃ و انجیل میں کہیں کہیں کچھ کا کچھ کر دیا جس کو تحریف کہتے ہیں ۔ غرض ہم مسلمانوں کے نزدیک حضرت پیغمبر صاحب سب سے آخری پیغمبر ہیں اور قرآن سب سے آخری آسمانی کتاب ہے اور آگے کو خدا کی طرف سے پیغمبروں کا آنا ۔ کتابوں کا اترنا ہمیشہ کے لیے بند ۔ ہم نے تو یوں سمجھا ہے کہ دنیا مدرسہ ہے ۔ بنی آدم طلبہ ۔ انبیا علیہم السلام مدرس ۔ خدا بلا تشبیہ ڈائرکٹر ۔ ہمارے پیغمبر صاحب سے پہلے جو پیغمبر ہو گزرے ابتدائی جماعتوں کو تعلیم دیتے تھے ۔ ہمارے پیغمبر صاحب مدرس اول ہیں ۔ اور ان کی امت منتہیوں کی جماعت ۔ قرآن فنِ اخلاق میں انتہا کی کتاب ہے اس کے بعد بنی آدم کو فنِ اخلاق میں کسی کتاب کے پڑھانے سکھلانے کی ضرورت نہیں ۔ یہ ہیں پیغمبر صاحب کے خاتم الانبیا اور قرآن کے آخری آسمانی کتاب ہونے کے معنے

[له] بھلا (ہو سکتا ہے کہ خدا) جو پیدا کرے (وہی اپنی مخلوقات کے حال سے) ناواقف ہو حالانکہ وہ (بڑا) باریک بین اور باخبر ہے ۱۲ [ع] کیا تو زمین میں ایسے شخص کو (نائب) بناتا ہے جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے ۱۲ +

یعنی خدا کو جس رستے بندوں کو چلانا منظور ہے - وہ رستہ قرآن میں صاف صاف بتا دیا ہے - آدمی کو چاہیئے کہ جو کچھ خدا نے
قرآن میں فرمایا ہے چون وچرا اُس پر کاربند ہو - ایسا کرنے سے وہ دنیا میں بھی امن و اطمینان کے ساتھ مرنج و مرنجان زندگی
بسر کرے گا اور مرے پیچھے خدا بھی اُس کے اچھے عملوں کا اچھا ہی بدلہ دے گا - رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ[1] ۔

بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا انتظام حکام وقت کرتے ہیں - اور جرموں کا انسداد جتنا کچھ بھی ہے اُن کے قوانین
کی وجہ سے ہے کہ قانون کے ڈر سے کوئی کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہیں کرتا اور کرتا ہے تو اُس کو زیادتی کا خمیازہ بھگتنا پڑتا
ہے ہم کو بھی اس سے انکار نہیں - مگر ہمارا کہنا یہ ہے کہ ایک چھٹانک انتظام حکامِ وقت کا قانون کرتا ہے تو اُس کے مقابلے
میں مَن بھر بلکہ زیادہ قانونِ الٰہی کرتا ہے - جس کا دوسرا نام ہے **شریعت** یا دین - یا مذہب - اس لیے کہ **اوّل** تو حاکم
وقت کا قانون نقل ہے قانونِ الٰہی کی - اور نقل بھی ہے تو ناقص و ناتمام - کجا حاکمِ وقت - اور کجا خدائے تعالیٰ **مصرع**
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک - حاکمِ وقت کیسا ہی بیدار مغز اور با اقتدار ہو پھر بھی بندہ بشر ہے - مُرَکَّبٌ مِّنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ
اور اس کا اختیار بھی محدود ہے - اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا[2] - کیا آدمی کیا اُس کا قانون - کیا پدّی کیا پدّی کا شوربا -

دوسری بات یہ ہے کہ جرموں کا وقوع اس طرح پر ہوتا ہے کہ مجرم پہلے جرم کا ارادہ کرتا ہے - پھر جس فعل کا ارادہ کرتا
ہے اُس کو کر گزرتا ہے - تو ارادے تک حاکمِ دنیا اُس کا کچھ نہیں کر سکتا - اس لیے کہ اُس کو لوگوں کے دلی ارادے کا علم نہیں
ہو سکتا ہاں وقوعِ جرم کے بعد وہ اختیار رکھتا ہے کہ مجرم کو سزا دے - غرض جرم کا ارادہ قانونِ دنیا کی رو سے جرم نہیں
لیکن قانونِ الٰہی میں جرم کا ارادہ کرنا بھی جرم ہے - وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ[3] اور ظاہر ہے
کہ ارادہ اصل ہے اور فعل اُس کی فرع تو نتیجہ کیا نکلا کہ قانونِ الٰہی جرموں کو جڑ سے اکھاڑتا ہے - اور حاکمِ وقت کا قانون جرموں
کی جڑ پر تو دسترس نہیں رکھتا - ٹہنیوں اور پتوں کو کاٹتا چھانٹتا رہتا ہے - بدی کی جڑ بدستور قائم ہے - یا دوسرے لفظوں میں
یوں سمجھو کہ قانونِ الٰہی باطن اور ظاہر دونوں کی اصلاح کرتا ہے - اور حاکمِ وقت کا قانون فقط ظاہر کی - حکامِ وقت کے
قانون میں اس کے سوا ایک نقص اور ہے کہ اس قانون میں ثبوتِ جرم کا مدار شہادت پر ہے - اور شہادت نہ ہو یا ہو
اور کافی نہ ہو تو مجرم سزا سے بچ جاتا ہے - اور ایسی صورتیں ہر حاکم کے اجلاس میں روز پیش آتی رہتی ہیں - بخلاف اس کے
قانونِ الٰہی کا مجرم سزا سے بچ ہی نہیں سکتا - نفسِ لوّامہ کا مجسٹریٹ مجرم کے دل میں بیٹھا ہوا اُس کو ندامت اور ملامت
اور حسرت اور افسوس کی سزا دے رہا ہے - جس کی ایذا قید اور جرمانے اور تازیانے سے بڑھ کر ہے -

غرض جو شخص شریفانہ زندگی کرنا چاہتا ہے وہ تو بے اس کے ہونی نہیں کہ قرآن کو مضبوط پکڑے رہے - اُس کو اپنا

---

[1] اللہ اُن سے خوش اور یہ اُس سے خوش ١٢ [2] تو دنیا کی اسی زندگی پر حکم چلا سکتا ہے ١٢ (فرعون دعویٰ خدائی کرتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام
پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تو انھوں نے فرعون اور اُس کی قوم کو خدائے واحد کی طرف بُلایا مگر فرعونیوں نے حضرت موسیٰ کو جادوگر بتلایا اور اُن کے مقابلے
کے لیے دُور دُور کے مشہور جادوگر جمع کیے ایک وسیع میدان میں مقابلہ ہوا اور انجام کار جادوگر مغلوب ہو کر حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے یہ دیکھ کر
فرعون نے جادوگروں کو سزا سے ڈرایا دھمکایا اس پر جادوگروں نے جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے یہ کہا) +

[3] اور (لوگو!) جو تمہارے دلوں میں ہے اگر اُس کو ظاہر کرو یا اُس کو چھپاؤ اللہ تم سے اُس کا حساب لے گا ١٢ +

دستور العمل قرار دے اور اُس کی ہدایتوں پر نظر کرے۔ انسان کا کچھ یوں ہی سا مختصر حال تو ہم اُوپر لکھ چکے ہیں اب ہم اُس کے تعلقات پر نظر کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ کثرتِ تعلقات کی وجہ سے وہ بے طرح شکنجے میں کسا ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے خدا نے اپنے کلامِ پاک میں اِس کی نسبت فرمایا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ[1] سچ کہا ہے مصرع جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے + نزدیکاں را بیش بود حیرانی + خدا نے آدمی کو اشرف المخلوقات اور اپنا خلیفہ یعنی کارندہ یا نائب بنا کر بڑی ذمہ داری اور جوابدہی اِس پر عائد کر دی ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا[2] آسمان بارِ امانت نتوانست کشید + قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند + وہی گاؤں اور زمیندار اور کارندے کی مثال پیشِ نظر رکھو تو خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے آدمی کو دنیا بھر کی خبر رکھنی ہے تو کون رکھتا ہے اور کون رکھ سکتا ہے قطعہ بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش + عذر بدرگاہِ خدا آورد + ورنہ سزاوارِ خداوندیش + کس نتواند کہ بجا آورد + لیکن اگر آدمی کے تعلقات کے دائرہ کو اتنا وسیع نہ بھی کریں تاہم اس کے معمولی تعلقات بھی کچھ کم نہیں۔ اور ان میں اکثر ایسے ہیں جو چار و ناچار رکھنے ہی پڑتے ہیں ہر ایک تعلق کے ساتھ چند در چند ذمہ داریاں ہیں۔ ذمہ داری کا نام آیا تو ہم اس کے معنے سمجھانے کے لیے ایک تعلق کی مثال دیتے ہیں۔ کہ مثلاً زید نے ہندہ سے نکاح کیا تو نکاح کے تعلق سے زید کو ہندہ کا مہر دینا آیا۔ مہر ہندہ کا حق ہے اور اس کا ادا کرنا زید کا فرض۔ اور اسی پر دوسرے حقوق اور فرائض کو قیاس کر لو۔ انسان کے تعلقات کی رُو سے حق دار بہت اور سب کے حقوق کا ادا کرنے والا یہ ایک۔ یعنی اوروں کے حقوق بہت اس کے فرائض بہت۔ اِس کتاب میں جس کو ہم اس تمہید کے ساتھ پیش کرتے ہیں ہم نے یہ کیا ہے کہ انسان کے تعلقات کو قرآن سے چُن کر انسانی فرائض کو الگ الگ کر کے دکھایا ہے۔ ہر ایک فرض کا ایک عنوان ہے موٹے حرفوں میں لکھا ہوا۔ عنوان کے تلے قرآن کی آیت ہے مع ترجمہ۔ آیت کے بعد معتبر حدیث ہے جس کی ضرورت سمجھی گئی۔ اور جہاں آیت نہیں وہاں نری حدیث ہے۔ آیت اور حدیث کے ذیل میں کہیں کہیں ہم نے اپنی طرف سے بھی توضیح کے طور پر کچھ لکھ دیا ہے۔ اس کتاب کا نام تو **فرائض انسانی** ہے مگر فرض سمجھ کر دیکھو تو اور حقوق سمجھ کر دیکھو تو بات ایک ہی ہے۔ غرض زندگی کا دستور العمل ہے جامع۔ کہ جیسے جیسے معاملات آدمی کو دنیا میں پیش آتے ہیں سب کے بارے میں حکم و ہدایت اِس دستور العمل میں موجود ہے چاہیئے کہ ہر مُسلمان جو اسلام کا دم بھرتا ہے۔ اور اُردو پڑھ سمجھ سکتا ہے اِس دستور العمل کا ایک نسخہ اُس کے پاس ہو اور ہر مُسلمان کے پاس نہ ہو تو گیا گزرا ہر مسلمان خاندان میں تو ہو۔ ورنہ پھر نہ کہنا کہ ہم کو کسی نے سُنایا سمجھایا نہیں اور کھوئے گئے تو ٹسّے گا کون۔ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَاۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰی رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ[3]

---

[1] ہم نے آدمی کو (ایسا مخلوق) بنایا ہے (کہ ساری عمر) مصیبت میں رہے ۱۲ [2] ہم نے ذمہ داری کو (جو انسان پر ہے) آسمانوں (پر) اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا (اور یہ بوجھ اُن پر لادنا چاہا) تو اُنھوں نے (بزبانِ حال) اُس کے اُٹھانے سے انکار کیا اور اُس سے ڈر گئے اور آدمی نے (گویا ارادتاً بے تامل) اُس کو اُٹھا لیا اِس میں شک نہیں کہ وہ (اپنے حق میں) بڑا ہی ظالم (تھا اور ظالم ہونے کے علاوہ) بڑا ہی نادان (بھی) تھا ۱۲ [3] اور جب یہودیوں میں سے بعض لوگوں نے (دوسرے لوگوں سے جو حکمِ خدا کے مطابق ہفتے کے دن شکار کرنے سے منع کرتے تھے) کہا کہ جن (نافرمان) لوگوں کو خدا ہلاک کرنا یا اُن کو عذابِ سخت میں مبتلا کرنا چاہتا ہے (بھلا اُن کو) تم (بے فائدہ) کیوں نصیحت کرتے ہو اُنھوں نے جواب دیا کہ (ہم تو) تمھارے پروردگار کی جناب میں (اپنے اُوپر سے) الزام اُتارنے کی غرض سے نصیحت کرتے ہیں

حقوق اللہ

(ایمان باللہ)

وَقَالُوْا کُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ (بقرہ ع ۱۶ - پارہ ۱)

اور یہود اور عیسائی مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی بن جاؤ تو راہِ راست پر آؤ (اے پیغمبر تم ان لوگوں سے کہو نہیں) بلکہ ہم ابراہیم کے طریقے پر ہیں جو ایک (خدا) کے ہو رہے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (بقرہ ع ۱۶ پارہ الم)

(مسلمانو تم یہود و نصاریٰ کو یہ) جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور (قرآن) جو ہم پر اُترا (اس پر) اور (صحیفے) جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب پر اُترے (اُن پر) اور موسیٰ اور عیسیٰ کو جو (کتاب) ملی (اُس پر) اور جو (دوسرے) پیغمبروں کو اُن کے پروردگار سے ملا (اُس پر) ہم (ان پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی (کسی طرح کی) جدائی نہیں سمجھتے اور ہم اُسی (ایک خدا) کے فرماں بردار ہیں ف

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ○ (بقرہ ع ۴۰ پارہ ۳)

(ہمارے یہ) پیغمبر (محمد) اُس کتاب کو مانتے ہیں جو اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن پر اُتری ہے اور (پیغمبر کے ساتھ دوسرے) مسلمان بھی (یہ سب کے) سب اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان لائے کہ (سب پیغمبروں کا دین ایک ہی اور) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی کو (بھی) جُدا نہیں سمجھتے (یعنی سب کو مانتے ہیں) اور بول اُٹھے کہ (اے ہمارے پروردگار) ہم نے (تیرا ارشاد) سُنا اور تسلیم کیا اے ہمارے پروردگار۔

ف یہود مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہم راہِ راست پر ہیں ہمارے دین میں آ داخل ہو اور نصاریٰ کہتے ہم راہِ راست پر ہیں ہمارے دین میں آ جاؤ خدا نے مسلمانوں کی طرف سے اُن کو جواب دیا کہ تم دونوں فرقوں نے اصلِ دین یعنی توحید کو چھوڑ دیا ہے اور ہمارا دین اور اعتقاد وہی ہے جو بڑے پکے موحد یعنی ابراہیم کا تھا اور یہی دین اُن کی اولاد موسیٰ عیسیٰ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کا تھا اور ہم سب کتب آسمانی کو مانتے ہیں اور تم کسی کو مانتے ہو اور کسی کو نہیں مانتے ۱۲

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا (النساء ع ۲۰ پارہ ۵)	مسلمانو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (محمدؐ) پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو (قرآن سے) پہلے (دوسرے پیغمبروں پر) اتاریں اور جو شخص اللہ کا منکر ہوا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور روز آخرت کا تو وہ (راہ راست سے) بڑی دور بھٹک گیا
عن عمر بن الخطاب قال بینما نحن جلوس عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ	حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ ہم ایک دن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے

ف مسلمانوں سے یہ کہنا کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (محمدؐ) پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو قرآن سے پہلے (دوسرے پیغمبروں پر) اتاریں اس کے یہ معنی ہیں کہ اجمالاً ایمان لاچکے ہو تو اب تفصیلاً ایمان لاؤ اب بھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی نومسلم اسلام میں آنا چاہتا ہے تو اس کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیتے ہیں تو اس کا یہ ایمان اجمالی ہے تفصیلی ایمان نومسلم کو بعد میں حاصل ہوتا ہے جوں جوں کلام الٰہی سنتا جاتا ہے ان کا یقین کرتا جاتا ہے بس آیت میں اسی طرح کے نومسلم مخاطب ہیں یا شاید یہ مطلب ہے کہ ظاہر میں مسلمان ہو تو حقیقت میں بھی ایمان لاؤ تاکہ سچے مسلمان ہو۔
اس مضمون کی اور آیتیں بھی قرآن مجید میں ہیں مگر بہ نظر اختصار ان ہی چار آیتوں پر بس کی لیکن لگتے ہاتھ جو آیتیں ہمیں دستیاب ہوگئیں مع حوالہ درج ذیل کرتے ہیں۔ ہم نے کاوش کے ساتھ قرآن کا استقصا نہیں کیا ممکن ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی چند آیتیں ہوں۔

(۱) قل اٰمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق ویعقوب والاسباط الخ (آل عمران رکوع ۹)

(۲) یا ایھا الذین اوتوا الکتاب اٰمنوا (النساء رکوع ۷)

(۳) فاٰمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلمٰتہ الخ (اعراف رکوع ۲۰)

(۴) اٰمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا الخ (الحدید رکوع ۱)

(۵) وما لکم لا تؤمنون باللہ والرسول الخ (الحدید رکوع ۱)

وَسَلَّمَ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْاَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ الخ (تیسیر الوصول صفحہ ۷)

کہ دفعتہً ایک شخص جس کے کپڑے نہایت اُجلے اور سر کے بال سخت سیاہ تھے (یعنی جوان عمر تھا) نمودار ہوا اُس پر نہ تو سفر ہی کا کچھ اثر دیکھا جاتا تھا نہ ہم میں سے اُسے کوئی پہچان ہی سکتا تھا یہاں تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ بیٹھا اور اپنے دونوں زانو حضرت کے زانوئے مبارک سے بھڑا کر اپنے دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ لیے اور عرض کیا محمد! مجھے بتاؤ اسلام کیا ہے؟ فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو خدا کے ایک معبود ہونے کی شہادت دے اور نیز اس بات کی شہادت دے کہ محمد اُس کا بندہ ہے اور اُس کا رسول ہے اور نماز پڑھا کرے زکوٰۃ دیتا رہے رمضان کے روزے رکھے مقدور ہو تو کعبے کا حج کرے۔ اس نے کہا آپ درست فرماتے ہیں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں اُس کی اس بات سے تعجب تھا کہ آپ ہی تو سوال کرتا ہے اور آپ ہی تصدیق کرتا ہے پھر اس کے بعد اُس نے کہا مجھے بتائیے کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ فرمایا تیرا خدا پر اور اُس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اُس کے پیغمبروں پر اور روز قیامت پر ایمان لانا اور اس بات پر ایمان لانا کہ خدا تعالیٰ نے تمام چیزوں کی بھلائی بُرائی ازل میں معلوم کر لی ہے۔ اور اُن کا اندازہ کر لیا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ آپ نے سچ فرمایا ✢

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِاَرْبَعٍ یَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ وَیُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَیُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَیُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ

(ترمذی صفحہ ۸)

حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک چار باتوں پر ایمان نہ لائے اوّل ایک اس بات کی شہادت دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور مَیں محمد رسول خدا ہوں۔ خدا نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔
دوسرے مرنے پر ایمان لائے۔
تیسرے مرے پیچھے اُٹھائے جانے پر ایمان لائے۔ چوتھے تقدیر کا یقین کرے ❖

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَۃً وَّالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ

(ابو داؤد صفحہ ۶)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی کچھ اُوپر ستّر اور ایک روایت میں ہے کچھ اُوپر ساٹھ شاخیں ہیں۔ اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے

ان آیتوں اور حدیثوں میں اللہ اور انبیاء مرسلین اور قرآن اور صحف ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اسباط یعنی اولاد یعقوب اور توراتِ موسیٰ اور انجیلِ عیسےٰ اور صحف دیگر اور ملائکہ اور روزِ آخرت اور تقدیر الٰہی۔ اتنی چیزوں پر ایمان لانے کا حکم ہے سو اِن میں سے ہر ایک پر ایمان لانے کی شان جُداگانہ ہے۔

خدا پر ایمان لانے کے یہ معنی کہ وہ ہے اور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کو رہے گا۔ وہ کسی سے نہیں پیدا ہوا اور نہ کوئی اُس سے پیدا ہوا یعنی کوئی اُس کا باپ نہ کوئی اُس کا بیٹا بیٹی۔ کارخانہ عالم کا بنانے والا اور سنبھالنے والا وہی ہے اُس کی ذات میں تمام صفات کمال جو اُس کے اسمار صفاتی سے ظاہر ہوتے ہیں موجود ہیں اور جس طرح اُس کی ذات ازلی اَبدی ہے اُس کے صفات بھی ازلی ابدی ہیں۔ کارخانہ عالم میں جو چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے تغیرات ہوتے ہیں وہ اُسی کے علم اور ارادے اور قدرت سے ہوتے ہیں۔ وہ ظاہر اور پوشیدہ

ایمان باللہ

۵ یہ بیان مُصنف کا ایک مبسوط بیان ہے اس کے ہر بیان کے ممتاز اور علیحدہ ہونے کے لیے متن کتاب میں ہندسوں کے نشان اور حاشیہ پر جلی قلم سے اُس کی سرخی لکھ دی گئی ہے ۱۲ کاتب ❖

سب کچھ جانتا ہے۔ اُس کی کسی صفت میں کسی مخلوق کا ساجھا نہیں۔ وہ اپنی ذات سے اکیلا ہے۔ نیکی سے خوش اور بدی سے ناخوش ہوتا ہے۔ اُس نے انسان کے دل کو بھلے بُرے کی تمیز کا احساس بخشا ہے چنانچہ فرمایا ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا [1] ۔ اِس احساس کے علاوہ وہ وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجتا رہا ہے کہ بندوں کو نیک بدکی تمیز سکھائیں اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۚ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا [2] اُس نے قیامت کی ایک میعاد مقرر کر رکھی ہے اور کسی کو اُس کے وقت کا علم نہیں۔ جب کہ دنیا کا تمام کارخانہ نیست و نابود ہو جائے گا اور بندوں کی نیکی بدی کا حساب کتاب ہو کر نیکوں کو جنت میں جگہ دی جائے گی۔ اور بدوں کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ اور یہ فیصلہ ابدالآباد کے لیے ہو گا۔ جو جہاں رہا سو رہا اِس عقیدے سے اُن لوگوں کے عقیدۂ فاسد کا بطلان لازم آتا ہے۔ جو تناسخ کے قائل ہیں کہ آدمی دنیا ہی میں بار بار جنم لیتا ہے اور دنیا ہی میں گناہوں کی سزا بھگت لیتا ہے۔ قیامت کے بعد جو ہستی ہوگی وہ جس طرح کی بھی ہو ابدی ہوگی۔ یہ تو ایمان باللہ ہوا مگر پھر بھی پوری تفصیل کے ساتھ نہیں۔

پیغمبروں کا حال یہ ہے کہ بعض کا مذکور قرآن مجید اور توراۃ اور انجیل اور دوسرے پیغمبروں کے صحیفوں میں ہے مگر پیغمبروں کا انحصار ہم کو خدا نے نہیں بتایا۔ بلکہ قرآن میں ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ [3] کہ پیغمبر دو قسم کے ہیں بعض کا مذکور ہم نے قرآن میں کیا ہے اور بعض کا نہیں بھی کیا بہرکیف پیغمبروں کے ساتھ ایمان لانے کی یہ شکل ہے کہ جو معلوم ہیں وہ اور جو نہیں معلوم وہ سب

[1] اور انسان کی اور اُس ذات کی قسم جس نے اُس کو ایسا درست بنایا پھر اُس کی بدکاری اور پرہیزگاری (دونوں باتیں) اُس کو سُجھا دیں وا ۱۲

[2] (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف (اسی طرح) وحی بھیجی ہے جس طرح ہم نے نوح اور (دوسرے) پیغمبروں کی طرف جو اُن کے بعد ہوئے وحی بھیجی تھی۔ اور (جس طرح) ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب اور عیسٰے اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی اور (تمہاری طرح ہم کتنے پیغمبر بھیج چکے ہیں) جن کا حال (اس سے پہلے) تم سے بیان کر چکے ہیں اور کتنے پیغمبر اور جن کا حال ہم نے تم سے (اب تک) بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے (تو) باتیں (بھی) کیں (یہ سب) پیغمبر (نیکوں کو جنت کی) خوش خبری دینے والے اور (بدوں کو عذابِ خدا سے) ڈرانے والے (تھے) تاکہ پیغمبروں کے (آئے) پیچھے لوگوں کو خدا پر کسی طرح کا عہ جھدا رکھنے کا موقع باقی نہ رہے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے ۱۲

[3] اُن میں سے (بعض) ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے تم کو سنائے اور اُن میں سے (بعض) ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے تم کو نہیں سنائے ۱۲

ف یعنی انسان ہیکڑی سے نہ مانے تو نہ مانے ورنہ خدا نے اُس کا دل ہی اس طرح کا منصف بنا دیا ہے کہ وہ از خود نیکی اور بدی میں فرق کر تا ہے ۱۲

عہ ٹھیٹھ ہندی میں جھدا الزام کو کہتے ہیں ۱۲

خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اور دعوے رسالت میں سچے ہیں اُن کے مدارج خدا ہی کو معلوم ہیں۔ ہم اپنی طرف سے کسی کو فاضل یا مفضول نہیں کہہ سکتے بتقرر پیغمبر کا ہونا ہی شرف بشر کے لیے کافی ہے۔ دوسری بات پیغمبروں پر ایمان لانے کی یہ ہے کہ وہ بھی بندے ہیں مگر مقبول بندے اور بارگاہ الٰہی کے مقرب۔ اُن کو خدا کے اختیارات میں کچھ بھی دخل نہیں یہاں تک کہ اُن کا اپنا نفع و ضرر بھی اُن کے اختیار میں نہ تھا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ [۱] نہ وہ اپنے اختیار سے معجزہ دکھا سکتے تھے اور نہ اپنے اختیار سے وحی اُتار سکتے تھے وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ [۲] يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ وحی کے نازل ہونے کے تین طریقے تھے۔ معمولی طریقہ تو یہ تھا کہ جبریلِ امین خدا کا حکم پیغمبروں کو پہنچا دیتے تھے تو جبریل کبھی کسی آدمی کی صورت میں اور کبھی کسی اور شکل میں پیغمبروں پر ظاہر ہوتے تھے دوسرا طریقہ یہ تھا کہ غیب سے آواز آجاتی تھی اور بولنے والا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وحی کی تیسری صورت یہ تھی کہ خدا پیغمبر کے دل میں کسی طرح ایک بات ڈال دیتا تھا بہرکیف وحی اسرارِ الٰہی میں سے ایک راز ہے ہم لوگوں کے فہم سے بالاتر مگر ہاں حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہمارے پیغمبر صاحب صلوات اللہ علیہ پر جب تیسری قسم کی وحی نازل ہوتی تھی تو حضرت پر بہت گراں گزرتی تھی یعنی غشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ جسمِ شریف بھاری پڑ جاتا تھا یہاں تک کہ کبھی آپ اُونٹنی پر سوار ہوتے تھے تو نزولِ وحی کے وقت اُونٹنی آپ کا بوجھ نہیں سہار سکتی تھی اور بیٹھ جاتی تھی۔ یا اَحیاناً آپ کسی کے زانو پر سر رکھے ہوئے ہیں۔ اور وحی نازل ہوئی تو اُس کا زانو حضرت کے سرِ مبارک کے بوجھ سے ٹوٹا پڑتا تھا۔ ثقلِ جسم کے علاوہ کڑاکے کے جاڑوں میں پسینے پسینے ہو جاتے تھے۔ پیغمبروں کے ساتھ ایمان لانے میں ایک بات یہ بھی داخل ہے کہ آدم علیہ السّلام سب سے پہلے پیغمبر تھے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری پیغمبر خاتم النبیین۔ اِسی ایمان کے متعلق ایک مسئلہ شفاعت کا ہے کہ سب پیغمبر آخرت میں اپنے اپنے اُمت کے گنہگاروں کی سفارش کریں گے اور خدا سے عرض معروض کر کے اُن کے گناہ بخشوائیں گے۔ شفاعت کے معنی ہیں سفارش اور لوگوں نے اِس کو دُنیا کی باتوں پر قیاس کر کے بڑا مغالطہ کھایا ہے۔ لیکن اگر شفاعت کو دُعا اور استغفار سمجھا جائے تو شفاعت کا مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ اور ہم کو اِس کا پتہ قرآن کی آیۃ [۳] وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا سے ملتا ہے۔

---

[۱] اے پیغمبر اِن لوگوں سے) کہو کہ میرا اپنا ذاتی نفع نقصان بھی میرے اختیار میں نہیں (رہیں بہتیرا چاہوں) مگر وہی ہو کر رہتا ہے) جو خدا چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنا بہت سا فائدہ کر لیتا اور مجھ کو کسی طرح کا گزند (ہی) نہ پہنچتا میں تو اُن لوگوں کو جو ایمان لانا چاہتے ہیں (دوزخ کا) ڈر اور (بہشت کی) خوش خبری سُنانے والا ہوں اور بس [۲] اور کسی رسول کی طاقت نہ تھی کہ بے حکمِ خدا کوئی معجزہ لا دکھائے ہر ایک وقت (موعود) کے لیے (ہمارے ہاں) ایک قسم کی تحریر (ہوتی ہی (پھر اُس میں سے) خدا جس کو چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) قائم رکھتا ہے اور اُس کے پاس اصل کتاب (یعنی لوحِ محفوظ موجود) ہے ۱۲ [۳] اور (اے پیغمبر) جب اِن لوگوں نے (تمہاری نافرمانی کر کے) اپنے اوپر آپ ظلم کیا تھا اگر (اُس وقت یہ لوگ)

اب ایک بات رسالت کے متعلق اور ہے کہ منصبِ رسالت متوارث نہیں خدا تعالیٰ جس کو اس امانت کے قابل سمجھتا ہے اُس کو منصبِ رسالت سے سرفراز فرماتا ہے[1] اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ابراہیم علیہ السلام کے باپ بُت تراش تھے اور ابراہیم علیہ السلام اپنی ذات سے بڑے پکّے موحّد اور موحّدوں کے پیشوا۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا[2] اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ہونے کی وجہ سے طوفان میں غرق کر دیا گیا۔ اور نوح علیہ السلام نے بتقاضائے شفقتِ پدری اس کے حق میں دعا کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا سوائے اسکے کہ پیغمبروں پر وحی نازل ہوتی ہے اور وہ تبلیغِ وحی میں کسی طرح کی خطا نہیں کر سکتے باقی تمام خواصِ بشری اُن میں موجود ہوتے ہیں اور اس سے اُن کی شانِ رسالت میں کسی طرح کا ضعف لازم نہیں آتا۔ الغرض رسالت ایک مرتبہ ہے بین العباد و بین اللہ۔ خدا سے فروتر اور تمام بندوں سے برتر یہاں تک کہ فرشتوں سے بھی کیونکہ فرشتوں کو خدا نے نقائصِ بشری سے محفوظ پیدا کیا ہے اور اُن کی طبائع میں تقاضائے بدی فطرتاً نہیں ہوتا۔ خواصِ بشری رکھ کر بدی پر غالب آنا تعریف کی بات ہے فرشتوں کی معصومیت اضطراری ہے نہ پیغمبروں کی طرح اختیاری۔

تیسری چیز جس پر ایمان لانے کا حکم ہے **کتابیں** ہیں۔ جو خدا نے پیغمبروں پر نازل کی ہیں بڑی کو کتاب اور چھوٹی کو صحیفہ کہتے ہیں اور کبھی بڑائی اور چھٹائی کا لحاظ نہیں بھی کیا جاتا۔ جس طرح خدا نے پیغمبروں کا شمار ہم کو نہیں بتایا پیغمبروں کی کتابیں اور اُن کے صحیفے بھی محفوظ نہیں۔ یُوں کہنے کو چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔ انجیل حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر۔ اور آخر میں قرآن مجید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ ہم مسلمان تو قرآن مجید کے ہوتے زبور اور توراۃ اور انجیل کی طرف التفات نہیں کرتے اور التفات کرنے کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ قرآن مجید ہمیشہ کے لیے تمام دینی و دنیاوی ضرورتوں کے لیے کفایت کرتا ہے مگر عیسائیوں اور یہودیوں نے توراۃ کو محفوظ رکھا ہے۔ اُس میں توراۃ و زبور کے علاوہ چند پیغمبروں کے صحیفے بھی شامل ہیں مجموعے کو بائبل یعنی عہدِ عتیق کہتے ہیں اور عہدِ عتیق کے مقابلے میں انجیل کو عہدِ جدید۔ عہد کے معنی ہیں وہ معاہدہ جو خدا نے بندوں کے ساتھ کیا۔ ممکن ہے کہ عہدِ عتیق کے علاوہ کچھ صحیفے دوسرے پیغمبروں کے بھی ہوں جو عہدِ عتیق کے مجموعے میں شامل نہیں۔ ہم مسلمان جو عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کی پروا نہیں کرتے اس کے یہی معنی ہیں کہ قرآن کے ہوتے ہم کو اُن کتابوں کے پڑھنے اور اُن کے احکام پر عمل کرنے کی ضرورت باقی نہیں اور قرآن کو جو ہم لوگ پچھلی کتابوں کا ناسخ مانتے ہیں وہ بھی اسی معنے کر ہے علاوہ بریں اُن کتابوں میں تحریف بھی پائی گئی ہے یعنی پیغمبر صاحب آخر الزماں کی پیشین گوئیاں براہِ عداوت نکال ڈالی گئی ہیں اور جو باقی رہ گئی ہیں اُن کے معنی ایسے کرتے ہیں جن سے پیشین گوئیوں کا مصداق کسی اور کو ٹھیراتے ہیں۔ باایں ہمہ جو ہم مسلمانوں کو تمام پیغمبروں

(بقیہ صفحہ ۱۲) تمھارے پاس آتے اور خدا سے معافی مانگتے اور رسول (یعنی تم بھی) اُن کی معافی چاہتے تو (یہ لوگ) دیکھ لیتے کہ اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۱۲ ✽ [1] خدا جس جگہ اپنی پیغمبری کی امانت سپرد (کرتا ہے وہ (اُس جگہ کے محفوظ اور قابلِ اطمینان ہونے کو بھی) خوب جانتا ہے ۱۲

[2] اس کے عمل اچھے نہیں ۱۲ ✽

کی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے وہ ایمان بھی اجمالی ایمان ہے۔ یعنی یہ کہ زبور۔ توراۃ۔ انجیل اجمالی طور پر ویسی ہی الہامی کتابیں ہیں جیسے قرآن ۔ یہ کہ ان میں کہیں تحریف نہیں ہوئی اور نہ یہ کہ اُن کے احکام اب واجب العمل ہیں۔ قرآن میں جہاں کہیں اہل کتاب کا مذکور ہے اُن سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ سب سے پہلا دین الٰہی یہودیوں کا ہے۔ پھر اُن سے جدا ہو کر نصاریٰ ہوئے۔ یہودیوں نے نہ عیسےٰ علیہ السلام کو مانا اور نہ ان کی کتاب انجیل کو پھر آخر میں ہم مسلمان ہوئے یہود اور نصاریٰ دونوں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ سلم اور ان کے قرآن سے انکار کیا اور ہم مسلمان ہیں کہ یہود اور نصاریٰ دونوں کے بزرگوں اور دونوں کی کتابوں کو بھی مانتے ہیں جیسے نصاریٰ توراۃ کو اور تمام پیغمبروں کو جو عہد عتیق میں ہیں مگر توراۃ میں داؤد اور سلیمان اور لوط علیہم السلام کو پیغمبر نہیں کہا۔

اب لو فرشتے جن پر ایمان لانے کا حکم ہے یہ ایک جداگانہ مخلوق ہے از قسم جنات جو نیک ہیں وہ فرشتے کہلاتے ہیں اور بدوں کو جن کہتے ہیں لوگوں کا مقولہ تو یہ ہے کہ فرشتے نور سے بنے ہیں اور جنات آگ سے اور دونوں جیسی شکل چاہتے ہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ فرشتوں کی شکل و صورت کے بارے میں قرآن اتنا ہی بتاتا ہے کہ یہ ایک خاص طرح کے مخلوق ہیں اور اُن کے دو دو۔ تین تین۔ چار چار اور زیادہ بھی پر ہوتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ط يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ[۱] اسلام سے پہلے عرب کے ایک گروہ کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اِس عقیدے پر قرآن میں کئی جگہ بڑی سختی کے ساتھ اعتراض کیا گیا ہے۔ فرشتوں کے شمار کا بھی قرآن سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ مگر حدیث میں آیا ہے کہ سارے آسمان میں ایک چپہ بھر زمین نہیں جہاں فرشتہ سجدے میں پڑا ہو خدا کی تسبیح و تقدیس نہ کرتا ہو یعنی فرشتوں کی یہ کثرت ہے بقیاس دنیا فرشتے بارگاہِ الٰہی کے چوبدار اور حشم و خدم کی طرح کے ہیں اُن میں سے بہتیروں کو انتظام دنیا کی خدمتیں سپرد ہیں کچھ ایسے بھی ہیں جو ہمہ وقت مصروف عبادت رہتے ہیں بلکہ نیک بندوں کے لیے طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ[۲] قرآن سے صرف تین فرشتوں کا نام ملتا ہے اول حضرت جبرئیل جن کا خطاب ہے امین یہ حضرت حامل وحی ہیں یعنی پیغمبروں کے پاس حکم الٰہی یہی لاتے ہیں۔ امین اس سے کہلاتے کہ پیام الٰہی میں اپنی طرف سے کمی بیشی نہیں کر سکتے۔ پیام الٰہی امانت ہے اور یہ اُس کے امانت دار دوسرے حضرت میکائیل مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ[۳] یہ بندوں کے رزق پر مسلط ہیں یعنی جہاں حکم ہوتا ہے وہاں پانی برساتے

ایمان بالملائکہ

---

[۱] ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے جس نے (محض عدم سے) آسمان اور زمین بنا نکالے (اور) اُسی نے فرشتوں کو (اپنا) قاصد بنایا جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں (اپنی مخلوقات کی) بناوٹ میں جو چیز چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے ۱۲

[۲] اور فرشتے (ہیں کہ) اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ (اُس کی) تسبیح (و تقدیس) میں لگے ہیں اور جو لوگ زمین میں (رہتے) ہیں ان (کے گناہوں) کی معافی مانگا کرتے ہیں ۱۲

[۳] جو شخص اللہ کا دشمن ہو اور اُس کے فرشتوں کا اور اُس کے رسولوں کا اور (خاص کر) جبرئیل (فرشتے) کا اور میکائیل (فرشتے) کا تو اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے ۱۲ *

ہیں جس سے بندوں کی روزی پیدا ہوتی ہے۔ تیسرے مالک داروغہ جہنم ہیں وَنَادَوْا[1] یَا مَالِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا
رَبُّکَ ان کے علاوہ دو اور معزز فرشتے ہیں جن کے نام تو قرآن میں مذکور نہیں ہوئے مگر خدمتوں کا ذکر موجود ہے ایک
حضرت عزرائیل۔ یہ حضرت بندوں کی جان قبض کرنے پر مامور ہیں اور ان کی ماتحتی میں فرشتوں کا ایک بڑا گروہ رہتا
ہے وَالْمَلٰٓئِکَةُ[2] بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ دوسرے حضرت اسرافیل جو قیامت کے روز صور پھونکیں گے
باقی چند فرشتوں کی خدمتیں معلوم ہیں نام معلوم نہیں۔ اول کراماً کاتبین وَاِنَّ[3] عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ
یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ لفظ کراماً کاتبین کے معنے ہیں معزز لکھنے والے۔ دو فرشتے ہر شخص کے ساتھ تعینات ہیں۔
ایک اعمال صالحہ لکھتا رہتا ہے اور ایک اعمال بد قرآن میں ایک آیت ایسی بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ ہر شخص کے ساتھ چند فرشتے محافظ بھی رہتے ہیں لَہٗ[4] مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ
اَمْرِ اللّٰہِ پھر آٹھ فرشتے قیامت کے دن عرش الٰہی کو اٹھائے ہوں گے ان کے نام بھی نہیں فرمائے خدمت بتادی
ہے وَیَحْمِلُ[5] عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَھُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ پھر انیس زبانیہ دوزخ عَلَیْھَا[6] تِسْعَةَ عَشَرَ فرشتوں کا شمار
اور اُن کی خدمات یہ سب اسرار الٰہی ہیں ان کے بارے میں کاوش کے ساتھ پوچھ پاچھ کرنا بے سود اور بے سود ہونے
کے علاوہ حد بشریت سے تجاوز کرنا ہے احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کچھ فرشتے دن میں زمین پر رہتے
ہیں پھر عصر کے وقت اُن کی بدلی ہو جاتی ہے اور رات کے لیے دوسرے فرشتے آتے ہیں۔ دن کے فرشتے بارگاہ
الٰہی میں بندوں کے حالات عرض کرتے ہیں۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو کئی بار
بچشم سر دیکھا وَلَقَدْ[7] رَاٰہُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَھٰی تو فرشتوں کے ساتھ ایمان لانے کا یہ مطلب ہے
کہ اُن کا ہونا تسلیم کیا جائے اور ہونے کے ساتھ اُن کی خدمات جو بارگاہ خداوندی سے اُن کے سپرد ہیں اور یہ کہ
اُن میں نر و مادہ ہونے کی صلاحیت نہیں نہ اُن میں نافرمانی کا مادہ ہے لَا[8] یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ
مَا یُؤْمَرُوْنَ وہ بھی خدا کے بندے ہیں اور خود کسی طرح کا اختیار نہیں رکھتے۔

ہم نے تو یہ کتاب صرف اس غرض سے جمع کی ہے کہ لوگ اُن تعلقات کو جو انھیں اتفاقی یا لازمی طور پر زندگی میں کھنے

---

۱ اور (دوزخی داروغہ جہنم کو) آواز دیں گے کہ اے مالک (تم ہی کوئی ایسی تدبیر کرو کہ کہیں) تمھارا پروردگار ہمارا کام تمام کر چکے ۱۲
۲ اور فرشتے (ان کی جان نکالنے کے لیے ان پر طرح طرح کی) دست درازیاں کر رہے ہیں (اور کہتے جاتے ہیں) کہ اپنی جانیں نکالو ۱۲ ۳ حالانکہ تم پر (ہمارے) چوکیدار (تعینات) ہیں (یعنی) کراماً کاتبین (فرشتے) جو کچھ بھی تم کرتے ہو اُن کو معلوم رہتا ہے ۱۲ ۴ (انسان کسی حالت میں بھی ہو) اُس کے آگے اور اُس کے پیچھے باری باری سے (خدا کے) موکل لگے رہتے ہیں جو بحکم خدا اُس کی حفاظت کرتے ہیں ۱۲ ۵ اور اُس دن تمھارے پروردگار کے تخت کو آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے ۱۲ ۶ اُس پر (یعنی دوزخ پر) انیس (۱۹) پاسبان تعینات ہیں ۱۲
۷ اور اُنھوں نے (یعنی پیغمبر نے) تو (معراج کے وقت) سدرۃ المنتہی کے پاس جبرئیل کو ایک دفعہ اور بھی (اصلی صورت پر اپنے پاس آیا ہوا) دیکھا تھا ۱۲ ۸ خدا جو اُن کو حکم دے اُس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو اُن کو حکم دیا جاتا ہے (بے کم و کاست) اُس کی تعمیل کرتے ہیں ۱۲

پڑتے ہیں سمجھیں اور تعلقات کے ساتھ اُن ذمہ داریوں کو بھی جو تعلقات کی وجہ سے اُن پر عائد ہوتی ہیں اور مدنظر یہ ہے کہ سب لوگ حتے الوسع اپنے فرائض زندگی پورے پورے ادا کریں تاکہ دنیا جب تک خدا کو منظور ہے امن اور عافیت اور سکون کے ساتھ چلی جائے کہ یہی مذہبی تعلیم کا لُبِّ لُباب ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ دین و مذہب وضع تو کیا گیا اس لیے کہ دنیا میں امن قائم ہو اور اسی کو لوگوں نے فساد کا آلہ بنالیا ہے کہ اختلافِ مذہب کی وجہ سے آپس میں لڑے مرتے ہیں حالانکہ فرض کرو کہ ایک شخص غلط رستے چلتا ہے تو جب تک وہ ہماری دل آزاری نہیں کرتا ہم کو اُس سے کچھ سروکار نہیں۔ "ہر کسے مصلحت خویش نکو میداند"۔ ہاں ہم کو ہاتھ سے زبان سے ستائے تو اپنی حفاظت کی قدر اور صرف حفاظت کی قدر ہم تدبیر کرسکتے ہیں نہ یہ کہ لوگوں سے ناحق لڑائی مول لیں۔ اسی اختلافِ مذہب نے ہندوستان کے باشندوں میں اس قدر پھوٹ ڈال رکھی ہے کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا جس کا ضروری نتیجہ ہے عام مُلک کی تباہی اور وہ ہو رہی ہے مگر احمقوں کو سوجھ نہیں پڑتا۔ ہندوستان کی لکڑی میں یہ ایسا گھن لگا ہے کہ آخر کار اس کو کھا کر رہے گا۔ ہندو مسلمانوں میں جو اختلاف تھا سو تھا مصیبت یہ ہے کہ خود مسلمانوں میں پرانے فرقوں کے علاوہ نئے نئے فرقے پیدا ہوتے چلے جارہے ہیں اور ان کے آپس میں سخت عداوتیں قائم ہیں سورۂ آل عمران میں ایک آیت ہے [1] وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ اس کی تعمیل ان وقتوں کے مسلمانوں نے اس طرح پر کی ہے کہ مسجدیں تک تقسیم ہوگئی ہیں ایک کے پیچھے ایک کا نماز نہ پڑھ سکنا کیسا ایک فریق کی مسجد میں دوسرا فریق نماز نہیں پڑھ سکتا مصرعہ نہ یاں آئے کوئی واں کا نہ واں جائے کوئی یاں کا ۔ فوجداریاں ہوتی ہیں جُرمانے دیتے ہیں مچلکے لیے جاتے ہیں۔ میرے متعارفین میں ایک خاندان ہے جس میں مقلدی اور غیر مقلدی کے اختلاف کی وجہ سے زن و شو میں چھٹم چھٹا ہوگئی۔ نئے مذہبی فرقوں میں ایک فرقہ ہے جو نیچری کہلاتا ہے۔ یہ لوگ اکثر انگریزی خوان ہیں اور ان کے معتقدات فلسفیوں کے سے ہیں ہر ایک بات میں رائے کو بہت دخل دیتے ہیں۔ باتیں تو بہت ہیں اور ہم کو کسی کے ساتھ مناظرہ کرنا نہیں اس واسطے کہ مناظرہ سے نہ کبھی کوئی بات فیصل ہوئی ہے نہ آیندہ ہو مگر چونکہ قرآن مجید میں فرشتوں پر ایمان لانا ایمان باللہ کا جزو قرار دیا گیا ہے ہم کو مناظرہ کے طور پر نہیں بلکہ اپنا خیال ظاہر کرنے کے لیے بیان کرنا ضرور ہے کہ فرشتوں کے بارے میں عام اسلامی عقیدہ تو یہ ہے کہ فرشتے نُور کے بنے ہوئے

---

[1] اور سب مل کر مضبوطی سے اللہ (کے دین) کی رسّی کو پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کی اور تم اُس کے فضل سے بھائی (بھائی) ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے (یعنی دوزخ) کے کنارے آلگے تھے پھر اُس نے تم کو اس سے بچالیا اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ ۱۲

خاص مخلوق ہیں اُن میں نر و مادہ نہیں ہوتے۔ وہ جو جسمانی صورت چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ جبرئیل حامل وحی جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آدمی بن کر بھی آتے رہے۔ فرشتوں کی طبیعتوں میں آدمی کی طرح بدی کا تقاضا نہیں وہ نیکی اور خدا کی فرماں برداری پر مجبول ہیں۔ غرض وہ شاہی چوبداروں کی طرح کے ہیں۔ فرشتے اور جن ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اتنا فرق ہے کہ فرشتے نور سے بنے ...... ہیں اور جن آگ سے اور جنوں میں کا ایک جن شیطان بھی ہے۔ چونکہ اس طرح کی مخلوق دیکھنے میں نہیں آتی فلسفی جنوں اور فرشتوں اور شیطان کسی کے قائل نہیں۔ فلاسفہ کے تمام اعتراضات اور اشتباہات پیدا ہوئے اس سے کہ انھوں نے مَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا [1] پر تو نظر کی نہیں ہر کس را عقل خود بکمال و فرزند خود بجمال کے مطابق براہ خود پسندی اپنی معلومات کو جامع۔ اپنی عقل کو کامل۔ اپنے ذہن کو رسا فرض کر لیا اور جو بات سمجھ میں نہ آئی بجائے اس کے کہ اپنے قصور فہم کے معترف ہوں اور ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن ✣

پر عمل کریں لگے اُس کو جھٹلانے تاکہ نمونہ ہوں بَلْ کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا یَاْتِهِمْ تَاْوِیْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ [2] پورا ہوا اور وہ پورا ہونا ہی تھا فلسفی نے جو کچھ اپنی معلومات اپنی عقل اپنے ذہن کی نسبت سمجھا غلط سمجھا۔ ایاز قدرِ خود بشناس۔ اس کی معلومات کا تو یہ حال ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے۔ انسانی معلومات کا ذخیرہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ نئی نئی چیزیں دریافت ہوتی جاتی ہیں جو پہلے لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔ تحمّلِ عقل اور رسائی ذہن کی یہ کیفیت ہے کہ آدمی پاس کے پاس اپنی روح کی حقیقت تو تا بحدِّ اطمینان دریافت نہیں کر سکا۔ اور دریافت کر بھی نہیں سکے گا اس لیے کہ خدا نے وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ [3] فرما کر اُس کو اس تفتیش سے روک دیا ہے۔ ایسا از خود بے خبر اسرارِ الٰہی میں جن کا شمار نہیں کیا دخل دے سکتا ہے۔ اور دخل دینا چاہے تو یہ اُس کی یاوہ سری ہے ؎ تو کارِ زمین را نکو ساختی ✣ کہ با آسمان نیز پرداختی ✣

مخلوقاتِ عالم پر نظر کرتے ہیں تو سارا جہان ایک حیرت کدہ دکھائی دیتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ عظیم الشان کارخانہ بایں حسن و خوبی کیونکر موجود ہو گیا اور اس ربط و ضبط کے ساتھ کیونکر چل رہا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے مثال کے طور پر ایک آدمی کو لیتے ہیں کہ شروع میں مٹی تھا پھر مٹی سے نباتات کی شکل میں آیا پھر حیوان کی پھر آدمی کی بھلا مٹی کو جیتے جاگتے چلتے پھرتے سوچتے سمجھتے آدمی سے کیا مناسبت۔ اسی طرح کوئی سا پھلا پھولا درخت لو

---

[1] اور تم لوگوں کو (اسرارِ الٰہی میں سے) بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے ۱۲ [2] یہ لوگ لگے اُس چیز کو جھٹلانے جس کے سمجھنے پر اُن کو دسترس نہ ہوا اور ابھی تک اُس کی تصدیق کا موقع ہی اُن کو پیش نہیں آیا۔ اسی طرح اُن لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں تو (اے پیغمبر) دیکھو (ان) ظالموں کا کیسا (بُرا) انجام ہوا ۱۲ [3] اور (اے پیغمبر۔ لوگ) تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو (ان سے) کہدو کہ روح (بھی) میرے پروردگار کا حکم ہے ۱۲ ✣

عقل نہیں کام کرتی کہ بیج سے یہ رنگ و بو یہ ذائقہ یہ نقش و نگار یہ تن و توش کہاں سے پایا ہمہ وقت ہزارہا واقعات واقع ہوتے رہتے ہیں اور بڑے سے بڑا بوجھ بجھکڑ آدمی بھی ان کی لم نہ آپ سمجھتا ہے اور نہ سمجھا سکتا ہے ایک فارسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ہر کس نہ شناسندہ راز است وگرنہ	اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

خواجہ حافظ شیراز فرماتے ہیں اور خوب فرماتے ہیں۔

سخن از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو	کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

عربی کا مشہور شاعر متنبی کہہ گیا ہے۔

کُلُّ مَالَمْ یَکُنْ مِنَ الصَّعْبِ فِی الْاَنْفُسِ	سَہْلٌ فِیْمَا اِذَا ہُوَ کَانَا

اسی طرح کے مضامین ہیں جن کی وجہ سے شعرا کو تلامذۃ الرحمٰن کہا جاتا ہے۔ یہ خیالات دل میں جاگزیں ہوں تو ایک صحیح العقل سلیم الفطرت آدمی اشتباہ و اعتراض کا نام بھی نہیں لے سکتا۔ وہ جدھر آنکھ اٹھا کر دیکھے گا ایک سے ایک عجیب چیز اسے دکھائی دے گی۔ اور وہ بے اختیار بول اٹھے گا رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[1] پھر فلسفی جو ازل اور ابد کے قلابے ملاتے اور ہر ایک چیز میں رائے زنی کرتے ہیں اور ان کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ لوگ جہان کے بناتے پیدا کرتے وقت خدا کے صلاح کار تھے مَآ اَشْھَدْتُّھُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِھِمْ وَمَا کُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا[2] غرض فلسفی بڑے لمبے چوڑے دعووں کے ساتھ عجائبات دنیا کے متعلق وثوق کے ساتھ کوئی بات بھی نہیں کہہ سکتے مَا لَھُمْ بِذٰلِکَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ[3]۔ ہاں اٹکلیں دوڑاتے ہیں کہ مثلاً آدمی کے جد امجد بندر رہے ہوں گے اچھا یوں سہی مگر اس سے زندگی کا معما تو حل نہیں ہوتا ؎

	کج دار و مریز ساقی دہر	می بین و مکن بہ الد برغیر	
	این نقش کہ دانیش نمونہ	کنہش زدہ نعل واژگونہ	

ہم ایک موٹی سی بات پوچھتے ہیں کہ ایک پہلی مرغی اور انڈے اور درخت اور بیج کی ہے کہ ان میں سب سے پہلے توالد و تناسل کیوں کر شروع ہوا انڈے اور بیج کو جڑ قرار دو تو مشکل اور مرغی اور درخت کو اصل ٹھیراؤ تو مشکل اسی سے ثابت ہے کہ نیچر کے اصول ضرور ازلی نہیں اور ممکن ہے کہ ابدی بھی نہ ہوں۔ کوئی بد عقل جو خدا ہی کا قائل نہیں اس قسم کے اعتراضات اور اشتباہات کرے تو ایک بات بھی ہے بڑا تعجب اور افسوس تو اس وقت ہوتا ہے

[1] اے ہمارے پروردگار تو نے اس (کارخانہ عالم) کو بے فائدہ (تو) نہیں بنایا تیری ذات (ایسے فعل عبث کے کرنے سے) پاک ہے (اور یہ کارخانہ خبر دے رہا ہے کہ آخرت میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا ہونی ہے) تو اے ہمارے پروردگار ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو ۱۲
[2] ہم نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرتے وقت بلکہ خود شیاطین کے پیدا کرتے وقت بھی شیاطین کو (اپنی مدد کے لیے) نہیں بلایا اور ہم (کچھ گئے گزرے) نہ تھے کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا (دست) بازو بناتے ۱۲
[3] ان کو معاملہ تقدیر کی کچھ خبر تو ہے نہیں نری اٹکلیں دوڑا رہے ہیں ۱۲

جب کوئی آدمی خدا کو مان کر کہتا ہے کہ فرشتوں اور جنوں اور شیطان کا ہونا میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اور اسی لیے مجھے ان کا ہونا تسلیم نہیں یا میں کسی معجزے کے وقوع کو باور نہیں کرتا یا میں کسی دعا کا معتقد نہیں کہ وہ حصول مدعا کا سبب ہو سکتی ہے یا یہ کہ گناہ نزولِ عذاب کا سبب ہوا ہے یا ہو سکتا ہے۔ یا جنت اور دوزخ اور قیامت کی وہی حقیقت ہے جو مذہبی کتابوں میں بیان کی جاتی ہے۔ یا آفرینش کا سلسلہ اسی طرح پر شروع ہوا ہے جیسا آسمانی کتابوں میں لکھا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بات اس کی سمجھ سے باہر ہے اور اسی وجہ سے اُس کو انکار ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ خدا کو اس نے کیونکر سمجھ لیا اور خدا کو سمجھ لیا تو پھر اس کو کسی خبر کسی بات پر تعجب اور انکار کا کیا حق باقی رہا۔ گڑ کھاؤں گلگلوں سے پرہیز۔ ہاں اس کو اس بات سے اپنا اطمینان کر لینا ہوگا کہ جو بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی وہ خدا کی اُتاری ہوئی کتاب میں بھی ہے یا نہیں۔ خدا کے رسول نے بھی فرمائی ہے یا نہیں۔ اگر خدا کی اُتاری ہوئی کتاب میں ہے یا خدا کے رسول نے فرمائی ہے تو سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس کو بے چون و چرا ماننی پڑے گی اور توجیہ و تاویل کی اجازت نہیں دی جائے گی نہ یہ کہ سمجھ میں نہ آنے کا عذر کر کے پہلے سے منکر ہو بیٹھے اور فرمودہ خدا اور رسول ہونے کی طرف سے اطمینان کرنے کے اور بہت سے رستے ہیں ۝

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی	کین راہ کہ تو میروی بترکستانست

بات یہ ہے کہ دلوں سے دین و مذہب کی وقعت اُٹھ گئی ہے اور دُنیا کی چند روزہ زندگی اور خوشحالی نے آدمی کو خدا کی جناب میں مغرور اور گستاخ کر دیا ہے۔ دین کو ہنسی کھیل بنا رکھا ہے قرآن کو ناولوں اور اساطیر الاوّلین کی طرح بے پروائی اور بے باکی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اصل مطلب کی طرف توجہ نہیں بات بات میں لایعنی خدشے واقع ہوتے ہیں خدا تعالیٰ جلّ و علا شانہ نے قرآن کے حق میں فرمایا ہے لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ؁ مسلمانو! انصاف کرو کہ کون آدمی قرآن کا اتنا ادب ملحوظ رکھ کر قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ خدا کی عظمت اُس کے کلام کی وقعت دل میں ہو تو ایسے لغو اور بیہودہ اعتراض ذہن میں آہی نہیں سکتے۔ قرآن خدا نے بندوں پر اُن کے اخلاق کی درستی اُن کے معاملات کی اصلاح کے لیے اُتارا ہے پس تلاوت کرتے وقت اس مطلب کو پیش نظر رکھو اور ایمان کو ڈانواں ڈول مت ہونے دو اس محل پر مجھ کو ایک **حکایت** یاد آئی کہ میرے شناساؤں میں ایک شخص کلکٹری کے سررشتہ دار تھے اتفاق سے اُن کو ایک کلکٹر سے پالا پڑا جو غصیلا اور بدزبان تھا جتنی دیر سررشتہ دار پیشی میں رہتے کلکٹر اُن کو سر اجلاس سخت و سست کہا کرتا اور یہ چپ آخر کار کسی عملہ نے سررشتہ دار کو غیرت دلائی تو انھوں نے کہا میں تو ہمہ تن گوش ہو کر حکم سنتا رہتا ہوں میں نے کبھی خیال نہیں کیا کہ صاحب مجھے کن لفظوں سے خطاب کرتے ہیں۔ قرآن کا استماع اس طرح کا استماع تو ہو ۝

۱؎ (اے پیغمبر) اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اُتارا ہوتا (اور آدمی کی طرح اُس کو شعور بھی ہوتا) تو تم اُس کو دیکھ لیتے کہ خدا کے ڈر کے مارے جھک گیا ہوتا اور پھٹ پڑا ہوتا اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ سوچیں (سمجھیں) ۱۲

گر وزیر از خدا بترسیدے ہمچنان کز ملک ملک بودے

سجدے میں پائے خم مے پہ ہے کس لطف سے مست
یوں عبادت ہو تو زاہد ہیں عبادت کے مزے

ہمارا کہنا یہ ہے کہ جس طرح آنکھیں دیکھنے کے لیے ہیں اسی طرح عقل سوچنے سمجھنے کے لیے تو جس طرح ہم تاریکی میں آنکھوں کو دیکھنے کی تکلیف نہیں دیتے۔ بعینہٖ اسی طرح غوامض اسرارِ حکمتِ الٰہی میں عقل کو غور کرنے کی تکلیف دینی نہیں چاہیے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ؏

ایمان بالیوم الآخر

ایمان بالیوم الآخر

اب ایک بات رہ گئی ہے یعنی روزِ آخرت پر ایمان لانا۔ ایمان کا سلسلہ اس طرح پر ہے کہ پہلے آدمی خدا کا قائل ہو پھر اس کا کہ وہ نیکی سے خوش اور بدی سے ناخوش ہوتا ہے اور نہ صرف یہ کہ خوش اور ناخوش ہو کر رہ جاتا ہے۔ بلکہ نیکوں کو ثواب اور بدوں کو سزا دیتا ہے کبھی تو دنیا ہی میں نیکی اور بدی کا نتیجہ مل جاتا ہے۔ اور کبھی خدا اپنی مرضی سے روزِ آخرت پر موقوف رکھتا ہے جب کہ دنیا کا سارا کارخانہ اٹھا دیا جائے گا اور نیکی بدی کا حساب ہو کر اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ نیک بندے جنت میں ہوں گے۔ اور نافرمان گنہگار دوزخ میں ہم مسلمانوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ روزِ آخرت کے فیصلے کے بعد جو زندگی ہوگی۔ ہمیشہ کے لیے ہوگی۔ دنیا میں پھر آنا نہیں۔ ایک طرف تو قیامت کے ہونے کا یقین ایسا ضروری عقیدہ ہے کہ دین و مذہب کی ساری عمارت اسی ایک ستون پر قائم ہے۔ قیامت کے خیال کو دل سے نکال دو تو لکڑی کے جالے کی طرح انکار کی ایک پھونک دین و مذہب کی تمام بندشوں کو توڑ تاڑ برابر کر دے۔ دوسری طرف قیامت اپنی ذات سے ایسا معاملہ ہے کہ اس کے وقوع کا ثبوت رہتی دنیا تک مل ہی نہیں سکتا جس سے دل کو اطمینان ہو اس لیے کہ ثبوت کسی قسم کا بھی ہو آخر کار معاینے اور مشاہدے پر جا کر منتہی ہوتا ہے اور یہاں معاینے اور مشاہدے کا موقع ہی نہیں۔ لے دے کر دلیل کہو ثبوت کہو دل کی گواہی کہ ایک عالَم سمجھ رہا ہے کہ آدمی مرنے سے فنا نہیں ہوتا۔ یہی خیال دنیا میں نیکوکاری اور حسنِ معاشرت کا بڑا ضامن ہے۔ اسی خیال نے بڑے شاطر مجرموں سے جن پر تخویف اور تطمیع اور تعذیب کی تدبیریں بے اثر محض ثابت ہوئیں ارتکاب جرم کا اقرار کرا چھوڑا ہے۔ اسی خیال پر لوگ مال اور جان جیسی عزیز چیز قربان کر دیتے ہیں۔ یہی خیال دردمند کی تسلی ہے اور یہی خیال دنیا میں امن کا باعث ہے اور اسی کا نام ہے فطرۃ جو تمام دلیلوں سے بڑی دلیل اور تمام ثبوتوں سے بڑا ثبوت ہے۔ بے شک سمجھ میں نہیں آتا کہ ہزاروں برس کے مردے جن میں سے بعض سمندر میں ڈوبے اور ان کو مچھلیاں کھا گئیں اور بعض پارسیوں کے دخمے میں رکھ دیئے گئے اور چیلوں اور گدھوں نے ان کی بوٹیاں نوچ کھائیں اور بعض مدفونِ قبر ہو کر مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ کے مصداق ہوئے کیسے جلا اٹھائے جائیں گے اور جلا اٹھایا جانا بھی کیسا بَلٰى قَادِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ

نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ یہی وہ استبعاد تھا جس کو منکرینِ قیامت یہ کہہ کر ظاہر کرتے تھے[1] اَءِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ جیسا استبعاد تھا ویسا ہی جواب ملتا تھا[2] اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ جواب کی تشریح اِس طرح پر ہے کہ آدمی شروع میں مٹی تھا مٹی سے نباتات کی جون میں آیا۔ نباتات سے حیوانات میں جنم لیا۔ نباتات اور حیوانات آدمی کی غذا ہوئے۔ غذا سے نطفہ بنا نطفے سے بہت سے تبدلات کے بعد آدمی۔ وَلَقَدْ[3] خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ؕ عالَم کے ذرّے ذرّے میں خدا کی قدرت کے ایسے بہت سے کرشمے ہیں مگر ہم کو اُن کرشموں کے دیکھنے کی عادت سی ہوگئی ہے اِس وجہ سے ہم اُن کا استبعاد نہیں کرتے۔ حشر بعد الموت بھی اسی طرح کا ایک کرشمہ ہے اور ہم کو اُس کے استبعاد کرنے کا کوئی حق نہیں اور اسی کا نام ہے **ایمان بالآخرۃ** فرمودۂ خدا کے انضمام سے اور تمام بنی آدم کے تعامل سے اِس یقین کو قوّت ہوتی ہے اور غفلت اور بے فکری سے کمزوری قیامت کا انکار متفرع ہے اِس پر کہ ہم نے رُوح کی حقیقت کو نہیں جانا رُوح اور جسد کے تعلق کو نہیں پہچانا۔ خدا کی قدرت کی وسعت کا ٹھیک اندازہ نہیں کیا۔

ایمان بالقدر

رہا مسئلہ تقدیر تو یہ ایسا مشکل مسئلہ ہے کہ عوام تو عوام اکثر خواص بھی اُس کو نہیں سمجھ سکتے۔ سارا اشکال خود آدمی کی خاص طرح کی بناوٹ کا ہے کہ آدمی نہ تو کنکر پتھر کی طرح مجبورِ محض ہے جہاں پڑا پڑا ہے کوئی اُس کو جگہ سے ہلائے تو ہلے اور نہ با اختیارِ مطلق ہے کہ جو چاہے کر گزرے۔ آدمی کی اِس حالت کو پیشِ نظر رکھ کر تقدیر کے معنے سمجھنے کے ہیں۔ تقدیر کی نسبت لوگوں کا عام خیال تو یہ ہے کہ آدمی کو بھلا بُرا جو کچھ پیش آتا ہے اور جو کچھ پیش آنے والا ہے پہلے سے خدا نے اُس کے لیے ٹھیرا دیا ہے یہاں تک کہ اُس کا جنتی اور دوزخی ہونا بھی۔ دوسرے لفظوں میں اِس کے یہ معنے ہیں کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے اپنے اختیار سے نہیں کرتا اور اسی لیے نیکی کی جزا کا مستحق

[1] کیا (واقع میں) جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ گئے کیا ہم (قیامت میں دوبارہ) اُٹھا کھڑے کیے جائیں گے ۱۲

[2] کیا ہم اول (بار) پیدا کرنے میں تھک گئے (کہ قیامت میں دوبارہ پیدا نہیں کر سکیں گے۔ نہیں) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ لوگ (خلافِ عادت) از سرِ نو پیدا کرنے کی طرف سے شک میں (پڑے) ہیں ۱۲

[3] اور ہم نے انسان کو مٹی کے سَت سے بنایا پھر ہم ہی نے اُس کو حفاظت کی جگہ (یعنی عورت کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت چڑھا۔ پھر (آخرکار) ہم ہی نے اُس کو (گویا بالکل) دوسری ہی مخلوق (کی صورت میں) بنا کھڑا کیا تو (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہے جو (سب) بنانے والوں میں بہتر بنانے والا ہے پھر (لوگو!) اس کے بعد تم (سب) کو مرنا ہے۔ پھر قیامت کے دن تم (سب) اُٹھا کھڑے کیے

اور بدی کی سزا کا مستوجب بھی نہیں۔ بے شک کٹ حجتی کے لیے بڑی گنجایش ہے۔ اور اس خیال کی تائید میں بہت سی باتیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے انسان کی مجبوری ظاہر ہوتی ہے۔ مگر یہ لوگ انسانی زندگی کے دوسرے پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور نہیں دیکھتے کہ انسان کچھ اختیار بھی رکھتا ہے۔ اور اسی اختیار کی بنا پر وہ دنیا میں اپنے افعال کا جواب دہ سمجھا جاتا ہے۔ دُنیا میں یہ قاعدہ جاری ہے تو آخرت میں کیوں نہ ہو۔ دنیا اور آخرۃ میں نقل اور اصل کی نسبت ہے اور ایک کا دوسرے کے مطابق ہونا ضرور ہے۔ اچھا پھر تقدیر کو کیا سمجھنا چاہیے تو لفظ تقدیر نکلا قدر سے جس کے معنے اندازے کے ہیں پس تقدیر کے معنے اندازہ ٹھیرانے کے ہوئے جو معنے اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ[1] کے ہیں وہی معنے تقدیر کے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے بآسانی سمجھو گے۔ ہم نے ایک درزی کو کپڑے کا تھان دیا کہ اس میں سے جتنے بن سکیں ہمارے کرتے بنا دو۔ تو درزی پہلے آگا پیچھا کلیاں چوبغلے آستینیں ہر ایک چیز کا اندازہ کر لیتا ہے تب قطع کرتا ہے لغت کی رو سے اسی کا نام ہے تقدیر۔ معمار تعمیر سے پہلے مکان کا نقشہ بناتا ہے۔ بڑھئی چوکی کے لیے لکڑی کی تراش کا اندازہ کرتا ہے۔ یہ سب تقدیر ہے۔ اسی طرح خدا نے جو چیز بھی پیدا کی ایک اندازے کے ساتھ پیدا کی یہی اس چیز کی تقدیر ہوئی۔ دوسری مخلوقات کے ساتھ ایک تقدیر انسان کی ہے کہ اس کی دو آنکھیں ہیں دو کان دو ہاتھ دو پاؤں ایک ناک۔ وہ خاص ایک خاندان میں خاص ملک میں خاص زمانے میں پیدا ہوتا اور ایک خاص وقت تک خاص حالت میں زندہ رہ کر آخر کو دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ انسان پر جو حالتیں گزرتی ہیں اُن میں سے بہت سی باتیں ہیں جن میں انسان کے ارادے انسان کی رائے انسان کی تدبیر کو کچھ دخل نہیں ایسی ہی باتوں میں اس معنے کر تقدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے جو لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں بندگی و بیچارگی۔ فطرت اللہ میں نکتہ چینی کرنا فساد عقل اور کم بختی کی دلیل ہے۔ مثلاً یہ کہ آدمی کو پرندوں کی طرح پرواز کی قدرت کیوں نہیں دی یا جیسا کہ تیز خوردبین میں دیکھا جاتا ہے کہ مکھی کے چھوٹے سے بھیجے میں ہزاروں آنکھیں ہیں آدمی کس لیے اس نعمت سے محروم رکھا گیا۔ پس اس صورت میں تقدیر پر ایمان لانے کے یہ معنے ہیں کہ مخلوقات عالم کو خدا نے جیسا چاہا بنایا اور بہت درست بنایا۔ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی[2]۔ لیکن اس میں تو کچھ جھگڑا نہیں۔ جھگڑے کی بات تو یہ ہے کہ انسان اپنی ذات سے کچھ بھی نہیں۔ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے یہی وہ عقیدہ ہے جس میں پانی مرتا ہے۔ اسی عقیدے نے مسلمانوں کی دُنیا کو تباہ اور برباد کیا۔ ایک وقت تھا کہ مُسلمان روئے زمین پر کوس لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ بجاتے تھے اور تہذیب اور شایستگی اور فضائل میں کوئی قوم ان کو لگا نہیں کھاتی تھی یا اب یہ وقت ہے کہ دوسروں کے غلام ہیں۔ اور غلام بھی ہیں تو نکھٹو اَبْکَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰہُ اَیْنَمَا یُوَجِّھْہُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ[3]۔ برائے نام معدودے چند سلطنتیں بھی ہیں تو اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند۔ یہ سب اس لیے کہ مسلمان تقدیر پر بھروسہ کر کے حسب اقتضائے وقت اپنے تئیں سنبھالنے

---

[1] ہم نے تمام چیزوں کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے ۱۲ [2] ہر مخلوق کو اس کی رخاص طرح کی بناوٹ عطا فرمائی پھر اُس کو (اُن اغراض خاص کے پورا کرنے کی) راہ دکھائی ۱۲ [3] گونگا (اور گونگا ہونے کے علاوہ پرایا غلام کہ خود) کچھ نہیں کر سکتا اور (گونگے ہونے کی وجہ سے)

کی کوشش نہیں کرتے۔ اور عقیدۂ تقدیر نے اُن کو مایوس اور اپاہج اور از کار رفتہ کر دیا ہے۔ اگلے مسلمان جو معراج الکمال ترقی پر پونہچ گئے تھے وہ بھی تقدیر کے قائل تھے مگر کوشش کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ کامیابی اُن کی تقدیر میں ہے اور تقدیر ہی اُن سے کوشش کرا رہی ہے۔ اس پر بھی احیاناً اگر اُن کی سعی نامشکور ہوتی تھی۔ تو نامشکوری سعی محرک ہوتی تھی سعی مزید کی۔ غرض وہ کسی حالت میں ہمت نہیں ہارتے تھے۔ اِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ۚ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ[1] اب کے مسلمان پہلے ہی سے آس توڑ بیٹھے اور بے ہاتھ پاؤں ہلائے سمجھے ہوئے ہیں کہ خدا ہی ان کی بہتری نہیں چاہتا۔

مزن فالِ بد کاورد حالِ بد	مبادا کسے کو زند فالِ بد

ہم نے مدتوں اس کو سوچا کہ مسلمانوں نے تقدیر کا محلِ غلط کہاں سے لیا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ قرآن میں ایسی بھی بہت آیتیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہدایت اور ضلالت دونوں خدا کی طرف سے ہیں آدمی کے اختیار کی بات نہیں جیسے اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ[2] اور يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ[3] اور فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ[4] اور خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۚ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ[5] اور اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ[6] اسی طرح ایسی بھی آیتیں ہیں جن سے آدمی کا با اختیار ہونا پایا جاتا ہے جیسے اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ[7] اور وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا[8] اور اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا[9] اور فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ[10] اور بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ[11] دونوں قسم کی آیتوں کے ملانے سے انسان کی اصلی حالت ظاہر ہوتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان فاعل با اختیار ہے مجبوری ہے تو یہ ہے کہ نہ وہ اپنے ارادے سے پیدا ہوا اور نہ اُس نے اختیارات کی جیسے کچھ بھی ہیں درخواست کی۔ دوسرے یہ کہ آدمی ارادے کا اختیار رکھتا ہے ارادے کا نافذ کرنا اُس کے بس کی بات نہیں نتیجہ جو وہ چاہتا ہے ہو بھی اور نہ بھی ہو۔ مثلاً آدمی نے

---

[1] اگر تم کو (اِس لڑائی میں شکست کی) کُھٹ پہنچ لگی تو بے دل مت ہو کیونکہ جنگِ بدر میں) طرفِ ثانی کو بھی اِس طرح کی کُھٹ پہنچ لگ چکی ہے اور یہ اتفاقاتِ وقت ہیں جو ہمارے حکم سے تو بت بہ نوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں ۱۲ [2] (اے پیغمبر اپنی خواہش کے مطابق) تم جس کو چاہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے ۱۲ [3] جس کو چاہتا گمراہ کرتا اور جس کو چاہتا ہدایت دیتا ہے ۱۲ [4] تو جس کو خدا گمراہ کرے اُس کو کون راہِ راست پر لا سکتا ہے ۱۲ [5] اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر اللہ نے مُہر لگا دی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ (پڑا) ہے ۱۲ [6] یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی اور اُن کو (حق بات کے سُننے سے) بہرا اور (راہِ راست کے دیکھنے سے) اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے ۱۲ [7] اگر تم اور جتنے لوگ روئے زمین پر ہیں وہ سب کے سب مل کر بھی) خدا کی ناشکری کرو تو خدا کو ذرا بھی پروا نہیں کیونکہ (وہ) بے نیاز (اور ہر حال میں) سزاوارِ حمد (و ثنا) ہے ۱۲ [8] اور انسان کی اور (اُس ذات کی قسم) جس نے اُس کو (ٹھیک) درست بنایا پھر اُس کی بدکاری اور پرہیزگاری (دونوں باتیں) اُس کو سمجھا دیں ۱۲ [9] (پھر ہم نے) اُس کو (دین کا) رستہ (بھی) دکھایا (پھر اب دو قسم کے آدمی ہیں) یا تو شکرگزار ہیں (یعنی مسلمان) یا ناشکر (یعنی کافر) ۱۲ [10] پس جو چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے ۱۲ [11] بلکہ (خود) انسان اپنے مقابلے میں حجت ہے گو وہ (اپنے تئیں بے قصور ثابت کرنے کے لیے

چوری کی نیت سے ایک گھر کو تالا آلاتِ سرقہ لے کر چلا وہاں جا کر دیکھا کہ لوگ جاگ رہے ہیں ناکام واپس آیا۔ حاکمِ ظاہر اُس کو سزا نہیں دے سکتا کیونکہ چوری نہیں ہوئی۔ مگر وہ چوری کا ارادہ کرنے سے عنداللہ چور ٹھیرا۔ یہ ہیں معنے اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ کے۔ ایک مشکل خدا کے عالم الغیب ہونے کی ہے کہ وہ اِس سے پہلے کہ آدمی عرصۂ ہستی میں آئے ایک ایک فردِ بشر کے جزو کل حالات سے واقف ہے کہ فلاں آدمی فلاں جگہ فلاں خاندان میں فلاں وقت پیدا ہوگا اتنے دن جیئے گا اور اُس کو یہ یہ واقعات پیش آئیں گے اور آخر کار قانونِ الٰہی یعنی قرآن کی رُو سے جنتی ہوگا۔ یا دوزخی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ خدا کا علم غلط نہیں ہو سکتا ضرور ہے کہ ایک ایک بات خدا کے علم کے مطابق واقع ہو اس سے بھی لوگ انسان کی مجبوری استنباط کرتے ہیں ایک جلے تن ہندو نے ایک دوہا کہا ہے کہ ؎

نیاؤ نہ کین کین ٹھکرائی ۔۔۔ بن کینے لکھ لین بُرائی

لیکن یہ استنباط غلط ہے ایک طبیبِ حاذق بھی ایک مریض کی نسبت جانتا ہے کہ وہ بدپرہیز ہے ضرور بدپرہیزی کرے گا اور مرے گا اور وہ بدپرہیزی کرتا اور مرتا بھی ہے۔ لیکن طبیب نے اُس کو بدپرہیزی کرنے اور مرنے کا حکم نہیں دیا۔ غرض تقدیر کی بحث ہے بڑی دقیق اور اسی وجہ سے شارع نے اِس میں کُرید کرنے کی مناہی بھی فرمائی ہے۔ ہم نے قرآن کا ترجمہ کرتے وقت تین مقام پر تین فائدے بھی لکھے ہیں اُن تینوں کو اِس جگہ نقل کیے دیتے ہیں شاید فہمِ مطلب میں اِن سے کچھ مدد ملے۔

پارہ تلک الرسل کے آغاز کی آیہ ولو شاء اللہ ما اقتتلوا ولکن اللہ یفعل ما یرید کے ذیل میں لکھا ہے۔ "مطلب یہ ہے کہ خدا چاہتا تو تمام بنی آدم کی طبائع ایک ہی طرح کی ہوتیں تو اُن میں اختلاف بھی نہ ہوتا لیکن اُس نے حق و باطل دو چیزیں بنائیں آدمی کو حق و باطل کی تمیز دی اور تمیز کے علاوہ اختیار کہ حق کا رستہ اختیار کرے یا باطل کا آدمی کا با اختیار پیدا کرنا خدا کا فعل ہے اور حق و باطل کی تمیز کرنا اور ایک کو لینا اور دوسرے کو چھوڑنا آدمی کا"

دوسرا فائدہ پارہ والمحصنت کے آیہ ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک کے متعلق لکھا ہے اور وہ یہ ہے۔ اِس سے پہلی آیت میں فرمایا کہ (نفع ہو یا نقصان) سب اللہ کی طرف سے ہے اور یہاں فرماتے ہیں کہ فائدہ اللہ کی طرف سے اور نقصان بندے کی طرف سے ظاہر اِن دونوں باتوں میں مخالفت سی معلوم ہوتی ہے اور کلامِ الٰہی میں یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ ایک سانس میں کچھ اور دوسرے سانس میں کچھ چنانچہ تھوڑی دُور آگے چل کر فرماتے بھی ہیں ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا سو جو لوگ انسان کو فاعلِ مختار نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ آدمی بُرا یا بھلا جو کچھ بھی کرتا ہے خدا کے کرانے سے کرتا ہے یہ لوگ اِن دو مخالف باتوں میں اِس طرح وجہ توفیق پیدا کرتے ہیں جیسے حافظ شیراز کہہ گئے ہیں کہ ؎

گناہ اگرچہ نبود اختیارِ ما حافظ
تو در طریقِ ادب کوش و گو گناہ منست

یعنی نفع ہو یا نقصان - ہے تو سب کچھ خدا کی طرف سے مگر ادب کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ نقصان - اور گناہ کو اپنی طرف منسوب کرے اور باوجود بے اختیاری کے قصور کا معترف ہو - لیکن یہ بات ہمارے دل کو تو لگتی نہیں - ہم تو آدمی کو فاعل مختار اور نیک و بد کا ذمہ دار مانتے اور اس قاعدے کو دنیا اور دین دونوں کے انتظام کا مدار سمجھتے ہیں - ان دو مخالف باتوں میں واقعی وجہ توفیق پوچھو تو یہ ہے کہ خدا نے دنیا کے انتظام کا ایک قاعدہ ٹھیرا دیا ہے ہر چیز اور ہر واقعے کا ایک سبب ہوتا ہے اور ہر سبب کا ایک نتیجہ - اور اسی سے یہ جہان عالم اسباب کہلاتا ہے جیسے مثلاً حاکم ظاہر نے ایک قانون بنا دیا - اور اس میں چوری کی سزا تجویز کر دی - اتنے برس قید - زید نے چوری کی اور جیلخانے بھیجا گیا - کہنے میں تو یوں آتا ہے کہ حاکم نے قید کیا مگر حقیقت میں زید نے آپ اپنے کو قید کیا نہ چوری کرتا نہ جیلخانے جاتا - پس حاکم کا زید کو قید کرنا اور زید کا خود اپنے تئیں قید کرنا اپنی اپنی جگہ دونوں باتیں ٹھیک ہیں۔

تیسرا فائدہ سورۂ انعام کے رکوع ۷ آیۂ قل فللہ الحجۃ البالغۃ فلو شاء لھدٰکم اجمعین کے ذیل میں لکھا ہے کفار کہ جب دلیل سے عاجز آتے تو مشیت الٰہی کی بحث نکال کھڑی کرتے لیکن وہ مرضی اور مشیت میں فرق نہیں کرتے تھے خدا نے اس آیت میں مرضی اور مشیت کا فرق نہایت عمدہ طور پر دکھایا ہے - کہ جو خدا کی مرضی تھی وہ پیغمبروں کے ذریعے سے ظاہر کر دی گئی اور لوگوں کو اختیار دیا گیا کہ نیک راہ اختیار کریں یا بری راہ چلیں - بروں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور دیدہ و دانستہ بری راہ اختیار کی تو وہ ملزم ٹھیرے اور خدا کی حجت ان پر تمام ہوئی مشیت الٰہی سے اور اس سے کچھ تعلق نہیں - مشیت الٰہی بالکل دوسری چیز ہے - اس میں شک نہیں کہ خدا چاہتا تو سب راہ راست پر چلتے - مگر اس نے چاہا کہ لوگ اپنے ارادے سے راہ راست اختیار کریں تو لوگوں کے افعال سے مشیت الٰہی متعلق نہیں ہے بلکہ ان کی اپنی مشیت متعلق ہے - یعنی مشیت الٰہی تھی کہ لوگ اپنی مشیت سے برا یا بھلا کریں"

اب ان سب باتوں کے اخیر میں ہم ناظرین کو ایک نہایت ضروری بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ ایمان اور اسلام دو لفظ ہیں بولنے میں مرادف یکدگر بولے جاتے ہیں - یعنی ایک ہی معنی میں ان کا استعمال ہوتا ہے مگر جو فرق ایمان و اسلام میں ہے وہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے (ہاں) یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے اور ایمان کا تو ہنوز تمہارے دلوں میں گزر تک بھی نہیں ہوا" - اسلام اعمال ظاہر سے تعلق رکھتا ہے - اور ایمان دل سے پس جو شخص ظاہر میں مسلمانوں کے سے کام کرتا ہے - مثلاً ہمارے قبلے کی طرف نماز پڑھتا ہے ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے یعنی اس کا ظاہر مسلمان ہے چاہیے کہ ہم اس کو مسلمان سمجھیں یہی مضمون شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے نہایت عمدگی سے اس قطعے میں ادا کیا ہے **قطعہ**

ہر کہ را جامہ پارسا بینی	پارسا دان و نیک مرد انگار

محتسب را درونِ خانہ چہ کار	ور ندانی کہ در نہانش چیست

اور اسی مضمون کی توضیح ہماری اُس تحریر سے بھی ہوسکتی ہے جو ہم نے آیہ قالت الاعراب اٰمنا الخ کے فائدے میں کی ہے چنانچہ وہاں لکھا ہے کہ ایمان دل سے علاقہ رکھتا ہے اور خدا کے سوا دوسروں کو اس کی خبر نہیں ہوسکتی اور اسلام افعالِ ظاہر سے تعلق رکھتا ہے ایک شخص مسلمانوں کی سی وضع رکھتا اور مسلمانوں کے ساتھ کھاتا پیتا اور اپنے تئیں مسلمان کہتا ہو شرع جو ظاہر پر حکم کرتی ہے اُس کی رُو سے وہ مسلمان سمجھا جائے گا۔ مگر ممکن ہے کہ اُس کے دل میں ایمان نہ ہو۔ اِس آیت میں اسلام اور ایمان کا فرق جتانا مقصود ہے۔ سخت افسوس ہے کہ آج کل کے مسلمانوں میں یہ فساد کثرت سے شائع ہوگیا ہے۔ کہ بات بات میں مسلمانوں کو کافر بنا دیتے ہیں حالانکہ شریعت کی رُو سے کسی کو حق نہیں کہ مسلمان بھائی کو گروہِ اسلام سے خارج کرے جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر مسلمانوں کے گروہ کے بڑھانے کی تدبیروں میں لگے رہے اور وہ مسلمانوں کے گروہ میں داخل کرنے کے لیے حیلے ڈھونڈتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے اُباھی بکم الامم۔ کہ تمام پیغمبروں میں میں ایسا پیغمبر ہوں جس کی اُمت آخرت میں سب اُمتوں سے زیادہ ہوگی۔ اس کے برخلاف اب مسلمان کو گروہِ مسلمانوں سے خارج کرنے کے لیے حیلے ڈھونڈے جاتے ہیں ؏ ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا ✤

خدا کے نزدیک مسلم سے مومن کا درجہ بڑا ہے کیونکہ اعمالِ ظاہر کبھی دکھاوے کے لیے بھی ہوتے ہیں اور ہمارے اِن وقتوں میں بہت سے لوگ ایسے ملیں گے جو جتھے اور برادری کے خوف سے مسلمانوں کا سا ظاہر رکھتے ہیں مگر جس کو ایمان کہتے ہیں وہ اُن کے دل میں نہیں۔ اِن کے برخلاف کچھ لوگ ظاہر خراب باطن آباد بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ شریعت ظاہر پر حکم کرتی ہے۔ ہم تو لوگوں کے ظاہر حال ہی پر فیصلہ کرسکتے ہیں اور باطن کی خبر خدا کو ہے جس طرح ایمان اور اسلام دو چیزیں ہیں اسی طرح کفر بھی دو طرح کا ہے۔ کفرِ ظاہر اور کفرِ باطن۔ غرض کسی کے ظاہر کو شعارِ اسلام کے خلاف دیکھ کر اُس کو کافر سمجھنا یا کافر کہہ دینا بڑی خطرناک بات ہے ✤

توحید

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ (البقرۃ ع ۱۹ پارہ ۲)

اور (لوگو!) تمھارا معبود (تو وہی) خدائے واحد ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے ✤

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ

خود اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے بھی (گواہی

قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (آل عمران ع ۲ پارہ ۳)

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۝ (طٰہٰ ع ۲ - پارہ ۱۶)

دیتے ہیں اور نیز یہ کہ اللہ عدل و انصاف کے ساتھ (کارخانہ عالم کو) سنبھالے ہوئے رہے) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں زبردست (اور) حکمت والا ہے ف

ہمارے سوا کوئی معبود نہیں تو ہماری ہی عبادت کیا کرو ؎

ممانعت شرک

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا (نساء ع ۶ پارہ ۵)

اور اللہ کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ

ف معلوم ہے کہ کارخانۂ عالم کو خدا نے آب، خاک، و باد و آتش چار عناصر مختلف الطبائع سے بنایا ہے اور ایک مدتِ خاص تک عناصر میں اختلاط والتیام رہتا ہے اور جو نسبت عناصر میں رکھی گئی ہے ایک مدتِ خاص تک اُس میں کمی بیشی نہیں ہونے پاتی ورنہ وہ مخلوق جو عناصر سے مرکب ہے اپنی حالت پر قائم نہ رہے مثلاً مخلوقات میں سے ہم ایک انسان کو لیتے ہیں جس کی نسبت سعدی نے اس مضمون کو عمدہ طور پر ادا کیا ہے **قطعہ** چار طبع مخالف و سرکش ٭ چند روزے بوند باہم خوش ٭ چوں یکے زیں چہار شد غالب ٭ جانِ شیریں برآید از قالب ٭ تو عناصر میں عدل و انصاف کا یہ پیرایہ ہے کہ اُن کی باہمی نسبت کو ایک مدتِ خاص تک نہ بدلنے دیا جائے چنانچہ یہ حالت عالم کے ذرے ذرے میں دیکھی جاتی ہے اور بقائے عالم اسی نسبت کے باقی رہنے پر موقوف ہے یا اس مضمون کو ہم انسانوں کی دوسری حالت پر منطبق کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ ان میں باہم عداوتیں ہیں جھگڑے ہیں زور و ظلم ہے فساد ہے

اور اگر خدا اقوام کو زیر و زبر نہ کرتا رہے تو یہ سب آپس میں کٹ مریں دوسری جگہ فرمایا ہے ولولا دفع اللّٰه الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض و لکن اللّٰه ذو فضل علی العلمین (اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو (کرسی حکومت پر سے) نہ ہٹاتا رہے تو ملک (کا انتظام) درہم برہم ہو جائے لیکن اللہ دنیا کے لوگوں پر (بڑا) مہربان ہے اور بقائے عالم کی تدابیر میں سے ایک بڑی تدبیر دین ہے اگرچہ ظاہر میں حکام دنیا انتظام کرتے ہیں مگر انتظامِ عالم میں بڑا دخل دین کو ہے دین لوگوں کے ارادوں اور نیتوں پر اثر ڈالتا ہے جو حکام کی دسترس سے بالکل خارج ہے یعنی قانونِ دنیا تو گویا مرض کے پیدا ہوئے پیچھے اُس کا ازالہ کرتا ہے اور قانونِ دین سرے سے مرض کے پیدا ہونے کو روکتا ہے ۱۲ ؎

عہ اس عنوان کی تفصیل جامع نہیں طوالت کے خوف سے بہت سی آیتیں چھوڑ دی گئیں ہیں منجملہ اُن کے چند آیتیں یہ ہیں (۱) انما الٰهكم اللّٰه الذی لا الٰه الا هو (طٰہٰ ع ۵) (۲) وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون (الانبیاء ع ۲) (۳) قل انما یوحی الی انما الٰهكم اله واحد (الانبیاء ع ۷) (۴) ان الٰهكم لواحد (صافات ع ۱) (۵) هو الحی لا اله الا هو (المومن ع ۷) (۶) فاعلم انه لا اله الا اللّٰه (محمد ع ۲) (۷) قل انما انا بشر مثلكم یوحی الی انما الٰهكم اله واحد (حم السجدہ ع ۱) (۸) قل هو اللّٰه احد (اخلاص ع ۱)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○ إِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ إِلَّآ إِنٰثًا ۚ وَإِنْ يَّدْعُوْنَ إِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ○ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ○ وَّلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ○ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُوْرًا ○ أُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ○

(النساء ع ۱۸ پارہ ۷)

اللہ یہ (گناہ) تو معاف کرتا نہیں کہ اس کے ساتھ (کسی کو) شریک گردانا جائے اور اس سے کم جس کو چاہے معاف کرے اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک گردانا وہ (راہِ راست سے بڑی) دور بھٹک گیا (یہ مشرک) خدا کے سوا تو بس عورتوں ہی کو پکارتے ہیں یعنی بس اس شیطان سرکش (کے کہے) میں آ کر (ان) کو پکارتے ہیں جس کو (روزِ ازل میں) خدا نے پھٹکار دیا ف۱ اور وہ لگا کہنے کہ میں تو تیرے بندوں سے (نذر و نیاز کا) ایک معین حصہ ضرور (ہی) لیا کروں گا اور ان کو ضرور ہی بہکاؤں گا اور ان کو امیدیں (بھی) ضرور دلاؤں گا اور ان کو سمجھاؤں گا تو وہ (میری ہدایت کے مطابق بتوں کی نیاز کے) جانوروں کے کان (بھی) ضرور چیرا کریں گے اور ان کو سمجھاؤں گا تو وہ (میری ہدایت کے مطابق) خدا کی بنائی ہوئی صورتوں کو (بھی) ضرور بدلا کریں گے اور جو شخص خدا کے سوا شیطان کو دوست بنائے (اور اس کی پیروی کرے) تو وہ صریح گھاٹے میں آ گیا ف۲ (شیطان) ان کو وعدے دیتا اور ان کو امیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان سے جو (کچھ بھی) وعدہ کرتا ہے نرا دھوکا (ہی دھوکا) ہے یہ ہیں جن کا (آخری) ٹھکانا دوزخ ہے اور وہاں سے کہیں بھاگنے نہ پائیں گے۔

توحید

دنیا کے اس عظیم الشان کارخانے کا ذرہ ذرہ۔ سمندروں کا قطرہ قطرہ۔ درختوں کا پتا پتا خدا کی ہستی کا گواہ ہے وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اس لیے کہ کوئی چیز بڑی ہو یا چھوٹی زمین میں ہو یا آسمان میں

ف۱ عورتوں سے مراد ہیں بت جس طرح ہمارے ملک کے ہندو دیویوں کو مانتے ہیں اسی طرح عرب کے لوگ لات و عزّیٰ وغیرہ کو دیوی اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر ان کی پرستش کرتے تھے یہ کیسی حمق کی بات ہے کہ عورتوں کو جو مردوں سے بھی گئی گزری ہیں خدا مانا جائے ۱۲ ف۲ سر پر منت کی چوٹی رکھنا گودنا اور اس قسم کی اور باتیں تغییر خلق اللہ میں داخل ہیں ۱۲ ع۵ اور جتنی چیزیں ہیں سب اس کی حمد (و ثنا) کے ساتھ اس کی تسبیح (و تقدیس) کر رہی ہیں مگر تم لوگ ان کی تسبیح (و تقدیس) کو نہیں سمجھتے ع۵

خشکی میں ہو یا تری میں جاندار ہو یا بے جان اِس خوبی اور عمدگی کے ساتھ کہ اس سے بہتر ہونا ممکن نہیں۔ آپ سے آپ نہیں بن گئی۔ ضرور کسی کے بنائے سے بنی ہے۔ ہم نے اِس بنانے والے کی جستجو کی اور زمین سے لے کر آسمان تک چھان مارا تو کسی کو اِس لائق نہ پایا جس کو دیکھا عاجز جس کو ٹٹولا درماندہ رُوئے زمین پر ہم ہی سب میں پیش پیش تھے کہ عقل رکھتے تھے سوا یاز قدرِ خود بشناس سُن کر اپنا سا مُونھ لے کر رہ گئے ناچار آسمان پر نظر دوڑانی چاہی۔ تو ابراہیم علیہ السلام[1] کا قصہ یاد کر کے خاموش بیٹھ گئے اور سمجھے کہ جس کی جستجو ہے وہ چشمِ سَر سے دیکھنے کی چیز نہیں۔ بنی اسرائیل نے شوخ چشمی کی تو فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ[2] کی سزا پائی۔ موسیٰ علیہ السلام نے غلبۂ شوق میں آ کر حوصلہ کیا تو خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا[3] سے شرمندگی اُٹھائی یعنی خدا ہمارے حواسِ ظاہر کی گرفت سے بالاتر ہے اور یہ ہمارے حواس کا قصور ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم	چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ہاں چشمِ دل سے دیکھا جائے تو دنیا آئینہ خانہ ہے اور در و دیوار خدا کے نُور سے بڑے جگمگا رہے ہیں

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار	جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی ؎

قطعہ

دوست نزدیک تر از من بمن ست	وین عجب تر کہ من از وے دورم
چہ کنم باکہ توان گفت کہ او	در کنارِ من و من مہجورم

للمترجم

حبل الورید سے بھی وہ نزدیک ہی تو کیا	آنکھیں نہیں تو کیا نظر آئے قریب سے

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قصہ قرآن شریف میں اِس طرح مذکور ہے۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الانعام ع ۹ پارہ ۷) اور (اے پیغمبر اُس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو معبود مانتے ہو میں تو تم کو اور تمھاری قوم کو صریح گمراہی میں (مبتلا) پاتا ہوں اور (جس طرح ابراہیم کے دل میں ہم نے یہ خیال پیدا کیا) اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمان و زمین کا انتظام دکھانے لگے تاکہ وہ (کامل) یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں تو جب اُن پر رات چھا گئی اُن کو ایک ستارہ نظر آیا (اور اُس کو دیکھ کر) لگے کہنے کہ یہی میرا پروردگار ہے پھر جب وہ غروب ہو گیا تو بولے کہ غروب ہو جانے والی چیزوں کو تو میں پسند نہیں کرتا (کہ خدا مان لوں) پھر جب چاند کو دیکھا کہ بڑا جگمگا رہا ہے تو لگے کہنے یہی میرا پروردگار ہے پھر جب (وہ بھی) غروب ہو گیا تو بولے اگر مجھکو میرا پروردگار راہِ راست نہیں دکھائے گا تو بے شک میں (بھی) گمراہ لوگوں میں ہو جاؤں گا پھر جب سورج کو دیکھا کہ بڑا جگمگا رہا ہے تو لگے

ہمارا خیال تو یہ ہے کہ آدمی کو شروع ہی سے خدا کے بارے میں یہ غلطی واقع ہوئی ہے اور اب تک بھی اکثر خدا کے بندے اِسی غلطی میں مُبتلا ہیں کہ اُنھوں نے خدا کو اپنے حواسِ ظاہر کے ذریعے سے معلوم کرنا چاہا اور جب اُن کو اس ارادے میں کامیابی نہ ہوئی تو مَن مانا خدا فرض کیا اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ[ع۵] اور اُس کو اپنے اوہام باطلہ کا تختۂ مشق بنایا یعنی ذلیل سے ذلیل اور رذیل سے رذیل مخلوقات کو بھی پورا یا ادھورا خدا بنانے یا ماننے میں تامّل نہیں کیا۔ پورا تو پورا ادھورے کے یہ معنے کہ اپنے زعم میں خدائی کے اختیار خدا سے چھین کر نا اہلوں کے حوالے کیے یا دوسرے لفظوں میں یُوں کہو کہ خدا کو منصبِ خدائی سے معزول کر دیا جس جس طرح پر خدا کے بندوں نے خدا کی جناب میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں اور کر رہے ہیں ناگفتہ بہ ہیں۔ کوئی تو اُس کی ذات پر حملے کرتا ہے کہ

(ترجمہ متعلقہ صفحہ ۲۹) کہنے لگے یہی میرا پروردگار ہے کہ یہ (سب سے) بڑا بھی ہے پھر جب (وہ بھی) غروب ہو گیا تو (اپنی قوم سے مخاطب ہو کر) بولے کہ بھائیو! جن چیزوں کو تم شریکِ (خدا) مانتے ہو میں تو اُن سے بے تعلق (محض) ہوں میں نے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اسی (ذات پاک) کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمان و زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں ف

ف ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں اور چاند اور سُورج کو غروب ہوتے دیکھ کر یہ کہنا کہ ان کا غروب ہونا شانِ خدائی کے خلاف ہے اس کا مطلب تھا کہ ستارے اور چاند اور سُورج مجبور معلوم ہوتے ہیں اور کسی دوسرے کے ارادے کے محکوم اور جب مجبور اور محکوم ہیں تو خدا نہیں ہو سکتے ۱۲

(نوٹ متعلقہ صفحہ ۲۹) [ع۲] بنی اسرائیل کی اس شوخ چشمی اور شرارت کا قصہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں مختلف پیرایوں کے ساتھ مذکور ہوا ہے از انجملہ سورۂ بقرہ کی ایک یہ آیت ہے وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ یعنی اور (وہ وقت یاد کرو) جب تم نے (یعنی تمھارے بڑوں نے) موسےٰ سے کہا تھا کہ اے موسیٰ جب تک ہم خدا کو ظاہر میں نہ دیکھ لیں ہم تو کسی طرح تمھارا یقین کرنے والے ہیں نہیں (کہ خدا ہی تم سے کلام کر رہا ہے) اس پر تم کو بجلی نے آدبوچا اور تم دیکھا کیے پھر تمھارے مرے پیچھے ہم نے تم کو جِلا اُٹھایا کہ شاید تم شکر کرو۔ از انجملہ سورۂ اعراف کی ایک یہ آیت ہے وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ یعنی اور موسیٰ نے ہمارے وعدے (پر حاضر لانے) کے لیے اپنی قوم میں سے ستّر آدمی منتخب کیے پھر جب اُن کو زلزلے نے آلیا تو (موسیٰ نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اگر تو چاہتا تو مجھ سمیت ان لوگوں کو پہلے ہی سے ہلاک کر دیتا ہم میں سے جو لوگ احمق ہیں وہ ایک حرکت کر بیٹھے کیا اُس کی پاداش میں تُو ہم کو ہلاک کیے دیتا ہے یہ سب تیرے کرشمے ہیں اِن (کرشموں) سے جس کو تو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے ہدایت دے تُو ہی ہمارا کارساز ہے تو ہمارے قصور معاف کر اور ہم پر رحم فرما اور تو تمام بخشنے والوں سے بہتر بخشنے والا ہے۔ ف۱

ف حضرت موسیٰ علیہ السلام گوسالہ پرستی کی توبہ کرانے کو اپنی قوم کی طرف سے ستّر آدمی منتخب کرکے کوہِ طور پر لے گئے وہاں جب ان لوگوں نے کلامِ الٰہی سُنا تو موسیٰ سے درخواست کی کہ جب تک ہم خدا کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لیں تمھارے کہنے کا اعتبار نہیں کریں گے کہ خدا ہی تم سے کلام کر رہا ہے اس گستاخی کی سزا میں اُن پر بجلی آگری اور ہلاک ہوگئے موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی کہ خدایا یہ لوگ کم عقل ہیں ان پر رحم فرما تو خدا نے اِن کو پھر زندہ کیا۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ لوگ کیوں گئے تھے مگر سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گوسالہ پرستی کی توبہ کرنے۔ ۱۲ منہ

[ع۵] اپنی خواہشِ (نفسانی) کو اپنا خدا بنا رکھا ہو ۱۲

ایک نہیں دو خدا ہیں ایک پیدا کرتا اور دوسرا مارتا ہے۔ ایک خالقِ خیر ہے اور دوسرا خالقِ شر۔ کوئی کہتا ہے کہ تین خدا ہیں۔ اور پھر وہ ایک بھی ہے۔ کوئی مانتا ہے کہ ہر چیز بجائے خود خدا ہی کیسی کا خیال ہے کہ خدا تو ہے مگر وہ اسباب کا سلسلہ قائم کرکے آپ انتظامِ دُنیا سے دست کش ہو بیٹھا ہے ان کے نزدیک دُنیا ایک طرح کی گھڑی ہے اور خدا گھڑی ساز۔ جس نے اس کو بنا کر کوک دیا ہے۔ اور گھڑی پڑی چل رہی ہے۔ ذات تو ذات خدا کی صفات میں اس سے بڑھ کر بیہودگی کی جاتی ہے۔ غرض بندوں نے اتنے خدا بنا ڈالے کہ ایک خدا کے حصے میں پورا ایک بندہ بھی نہیں آتا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ خدائے واحد کے سوائے کوئی اور خدا بھی ہوتا تو دو باسن ایک جگہ رکھے ہوئے کھٹکھٹا اُٹھتے ہیں۔ ایسا تو کیا ہے کہ دو یا زیادہ خداؤں میں اختلاف نہ ہو اور اختلاف ہو تو دُنیا ایک لمحہ نہیں ٹھیر سکتی۔ لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللہُ لَفَسَدَتَا[ل] دو بادشاہ آپس میں لڑتے ہیں تو ملک کے ملک خاک سیاہ ہو جاتے ہیں۔
اور خداؤں کی لڑائی تو خدا کی پناہ۔ پس دُنیا کا ایک اسلوب پر چلا جانا صاف اس بات کی دلیل ہے کہ تمام عالم میں ایک خدا کی حکومت ہے۔ اقوامِ روزگار میں دوسری قومیں خدا کے بارے میں جیسے کچھ خیالات رکھتی ہوں وہ

[۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ قرآن کی ان آیتوں میں مفصلاً مذکور ہے۔ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّ اَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً ۚ وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْہِ ھٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَہٗ رَبُّہٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ (سورۂ اعراف پارہ ۹) اور ہم نے موسیٰ سے تیس[۳۰] رات کا وعدہ کیا اور ہم نے دس (راتیں اور بڑھا کر ان) تیس کو پورا (چالیس) کر دیا اور یوں پروردگار موسیٰ کا وعدہ چالیس رات کا پورا (چلہ) ہو گیا [ف] اور موسیٰ (کوہ طور پر جاتے وقت) اپنے بھائی ہارون سے کہنے لگے کہ میری قوم (کے لوگوں) میں میری نیابت کرتے رہنا اور (ان میں) میل جول (قائم) رکھنا اور مفسدوں کے رستے نہ چلنا اور جب موسیٰ ہمارے وعدے کے مطابق (کوہِ طور پر) حاضر ہوئے اور اُن کا پروردگار اُن سے ہمکلام ہوا تو (موسیٰ نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تو (اپنے تئیں) مجھے دکھا کہ میں تیری طرف ایک نظر دیکھوں (خدا نے) فرمایا تم ہم کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے مگر ہاں (اگر ایسا ہی شوق ہے تو سامنے کے اس) پہاڑ پر نظر کرو (کہ ہم اُس پر جلوہ فرما ہوں گے) پس اگر (یہ پہاڑ) اپنی جگہ ٹھیرا رہا تو (جاننا کہ ہم کو بھی) دیکھ سکو گے پھر جب اُن کا پروردگار پہاڑ پر جلوہ فرما ہوا تو اُس کو چکنا چور کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑے پھر جب ہوش میں آئے تو بول اُٹھے کہ (اے پروردگار) تیری ذات پاک ہے میں (نے جو دیکھنے کی بے جا درخواست کی تھی) تیری جناب میں (اُس سے) توبہ کرتا ہوں اور (تجھ پر) ایمان لانے والوں میں پہلا ایمان لانے والا بندہ میں ہوں"+

[ف] موسیٰ علیہ السلام سے خدا نے وعدہ کیا تھا کہ تم کوہِ طور پر آ کر ایک مہینے تک عبادتِ الٰہی کرو تو ہم تم کو توراۃ عنایت کریں گے یہ شاید اسی طرح کی خلوت تھی جو ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے غارِ حرا میں کیا کرتے تھے۔ بہرکیف پھر خدا نے ایک مہینے کا چلہ کر دیا تاکہ موسیٰ اپنا پورا تزکیہ کر لیں چنانچہ چلہ پورا ہوئے پیچھے اُن کو توراۃ ملی اور خدا سے رخصت ہوئے ۱۲+

[ل] اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اَور معبود ہوتے تو (زمین و آسمان دونوں کبھی کے) برباد ہو گئے ہوتے ۱۲

نوٹ متعلقہ صفحہ ۲۹

جانیں اور اُن کی عقلیں ہم کو تو بڑا خیال مُسلمانوں کا ہے کہ اِن کے ہاں بڑا زور توحید پر ہے مگر عملاً اِنھوں نے مشرکوں کی کوئی ادا نہ چھوڑی جس کی نقل نہ کی ہو الا ماشاء اللہ وقلیل ماھم۔ [1] وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون اِس کو ہر شخص اپنی جگہ سمجھ لے معاملہ خدا کے ساتھ ہے [2] یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور۔

عذرت اربیش مے رود باما　　　باخداوندِ غیب دان نہ رود

خدا کے بارے میں اسلامی عقیدہ ایسا سیدھا اور صاف ہے کہ اس سے زیادہ سیدھا اور صاف عقیدہ ہو نہیں سکتا۔ اسلام مخلوقات سے خدا کی ذات وصفات کا پتہ چلاتا ہے۔ اور یہی وہ رستہ ہے جسے موصل الی المطلوب کہہ سکتے ہیں۔ مخلوقات سے ہم کو اتنی بات کا پتہ چلتا ہے کہ کارخانہ عالم کا بنانے والا اور چلانے والا کوئی ہے اور وہ کوئی اِن چیزوں میں سے نہیں جن کو ہم معلوم کر سکتے ہیں بس سوائے اِس کے ہم خدا کی ذات کے بارے میں اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور عقل انسانی کی رسائی یہیں تک ہے۔

اب رہیں صفات تو کارخانۂ عالم اور اُس کے انتظام سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس کا بنانے والا اور اس کے انتظام کا چلانے والا اِن صفتوں سے متصف ہو یعنی اُس میں وہ کمالات ہوں جو اُس کے صفاتی ناموں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ خدا کے ننانوے نام ہیں جو نودونہ نام کر کے مشہور ہیں ان میں سے ایک نام اللہ اسمِ ذات مان لیا گیا ہے۔ اگرچہ معبود ہونے کی حیثیت سے اللہ کو بھی اسمِ صفت کہہ سکتے ہیں۔ مگر آخر اتنے سارے صفاتی نام ہوں تو کوئی اِسمِ ذات بھی ہونا چاہیئے اور وہ اللہ ہے باقی رہے اٹھانوے [۹۸] نام وہ کسی نہ کسی صفت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسمائے صفاتی کے بارے میں بھی ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ صفتیں بھی خدا میں ہونی ضرور ہیں بس اس سے زیادہ ہم اُس کے صفات کی توضیح نہیں کر سکتے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ خدا سمیع ہے سب کی سنتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ جو علم ہم بنی آدم کو حاسۂ سمع کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے وہ علم علیٰ وجہ الکمال خدا کو بھی ہے نہ یہ کہ ہماری طرح کے اُس کے کان ہیں ہمارے سننے کا تو یہ حال ہے کہ بولنے والا آواز کے ذریعے سے ہوا میں تموّج پیدا کرتا ہے اور وہ تموّج کان کے پردے سے ٹکراتا ہے اور ہم کو آواز کا علم ہو جاتا ہے خدا اس طرح کا علم تو رکھتا ہے مگر وہ بے نیاز کان کا اور ہوا کے تموّج کا محتاج نہیں اور اسی پر خدا کی دوسری صفتوں کو قیاس کر لو یہ صفتیں ہم نے اپنے اُوپر قیاس کر کے خدا میں مان لی ہیں مگر ہماری صفات ناقص ہیں خدا کی کامل و اکمل۔ جیسے ذرّے کی چمک اور آفتاب کی جگمگاہٹ + مزید توضیح کے لیے اسمائے حسنیٰ کے تین نقشے درج کتاب ہوتے ہیں +

اِن نقشوں کے ذریعے سے خُدا کے اسمائے ذاتی و صفاتی معلوم ہوں گے اور یہ بھی کہ خدا کے کون کون اسماء ایسے ہیں جو قرآن میں بعینہ تو مذکور نہیں مگر اُن کے مادّے اور مُشتقات مذکور ہیں اور نیز اسماء کے تراجمِ اُردو بھی معلوم ہوں گے +

[1] اور اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ خدا کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے جاتے ہیں ۱۲ + [2] خدا آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور اُن (بھیدوں) کو (بھی) جو (لوگوں کے) سینوں میں پوشیدہ ہیں ۱۲

نمبر شمار	اسماء عربی	ترجمہ اردو	کیفیت
۱	اَللّٰہُ	خدا - معبود	اگرچہ لفظ اللہ میں وصفی معنے موجود ہیں اور اس اعتبار سے اس کو بھی اسماء صفاتی میں ہونا چاہیئے مگر سب نے اجماع کر کے اس کو اسم ذات قرار دیا ہے
۲	الرَّحْمٰنُ	نہایت رحم والا	دونوں مبالغے کے وزن ہیں مگر رحمٰن ابلغ ہے کیونکہ دنیا و آخرت دونوں کی رحمت کو شامل اور صرف خدا کی مقدس ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔
۳	الرَّحِیْمُ	بہت مہربان	
۴	الْمَلِکُ	بادشاہ	ملک - اخص اور ابلغ ہے مالک سے یعنی دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کو مالک تو کہہ سکتے ہیں مگر ہر مالک کو ملک نہیں کہہ سکتے۔
۵	الْقُدُّوْسُ	تمام عیبوں سے پاک	
۶	السَّلَامُ	تمام نقصانات سے محفوظ	یہ اصل میں مصدر ہے بمعنی سلامت مگر یہاں سالم کے معنے میں ہے یعنی وہ جس کی ذات ہر طرح کے عیب اور نقصان سے سالم اور محفوظ ہو۔
۷	الْمُؤْمِنُ	اپنے وعدے میں سچا یا اپنے عذاب سے امن دینے والا	لفظ مومن کا ماخذ امن و امان ہے یا ایمان - اگر امن و امان ہے تو مومن کے معنے ہوئے امن دینے والا یعنی دنیا میں اسباب امن کا مہیا کرنے والا یا عقبیٰ میں نیکوکاروں کو عذاب سے امان میں رکھنے والا اور اگر ماخذ ایمان ہے تو ۔
۸	الْمُهَیْمِنُ	نگہبان - یا گواہ	المہیمن کا لفظ وہی المومن ہے - المومن باب افعال سے ہے اور المہیمن باب تفاعلہ سے تو المہیمن اصل میں المؤامن تھا دوسرے ہمزے میں قاعدہ ملیین جاری کر کے اسے یے سے بدل لیا اور پہلے ہمزے کو ہے سے عتاب۔
۹	الْعَزِیْزُ	غالب - قوی - قاہر	اصل میں عزیز اسے کہتے ہیں جس کی بارگاہ میں آسانی پونہچنا ممکن نہ ہو۔
۱۰	الْجَبَّارُ	بڑا دباؤ والا۔	جبار - مبالغے کا صیغہ ہے جبر سے مشتق اور جبر کے اصلی معنے ہیں ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا - اور کسی کے حال کی اصلاح کرنا اور کسی کو زور و غلبہ سے کسی کام پر آمادہ کرنا - پہلی صورت میں یہ اسم جمالی ہوگا اور دوسری میں جلالی۔
۱۱	الْمُتَکَبِّرُ	عظمت و بزرگی والا	تکبر اور استکبار کہتے ہیں گردن کشی کرنے اور بزرگی ظاہر کرنے کو اور ایک لفظ ہے کبریا جس کے معنی ہیں بزرگی۔ یہاں متکبر سے مراد ہے کمال بزرگی والا۔
۱۲	الْخَالِقُ	ہر چیز کا پیدا کرنے والا	خالق - اور باری اور مصور تینوں مترادف المعنی ہیں یعنی تینوں کے معنے ہیں پیدا کرنا - اختراع کرنا مگر باعتبار استعمال ہر ایک کے ساتھ ایک خصوصیت جداگانہ ہے مثلاً خلق مستعمل ہوتا ہے کسی چیز کے وجود میں لانے سے پیشتر اس کے اندازہ کرنے میں اور برا ایجاد و پیدا کرنے میں اور تصویر صورت بنانے اور ہیئت بخشنے میں - اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جو چیز عدم سے وجود میں آتی ہے وہ محتاج ہوتی ہے - اولاً اندازہ کرنے کی ثانیاً پیدا کرنے کی ثالثاً صورت بنانے کی۔
۱۳	الْبَارِئُ	ہر چیز کا موجد	
۱۴	الْمُصَوِّرُ	مخلوقات کی طرح طرح کی صورتیں بنانے والا	
۱۵	الْغَفَّارُ	بہت بخشنے والا	مبالغہ ہے غافر کا اور ایک ہے غفور یہ بھی مبالغے کا صیغہ ہے مگر اس میں غفار کی بہ نسبت مبالغہ زیادہ ہے اسی وجہ سے دونوں کو الگ الگ ذکر کیا گیا غفار لیا گیا ہے غفران او مغفرت سے جس کے معنی ہیں بخشنا مگر کبھی غفر بمعنی ستر بھی آتا ہے اس وقت
۱۶	الْقَهَّارُ	زبردست یا غلبہ رکھنے والا	
۱۷	الْوَهَّابُ	بخشش عطا کرنے والا	وہب اور ہبہ کہتے ہیں بخشنے اور عطا کرنے کو موہبت بخشش - وہاب مبالغہ ہے یعنی کثیر الہبۃ دائم العطا۔
۱۸	الرَّزَّاقُ	مخلوقات کو روزی پہنچانے والا	یہ بھی رازق کا مبالغہ ہے یعنی خدا تعالیٰ تمام مخلوق کو مناسب حال اور موافق حکمت رزق پونہچاتا ہے رزق کی دو قسمیں ہیں محسوس اور معقول محسوس ابدان کے لیے اور معقول ارواح کے واسطے۔
۱۹	الْفَتَّاحُ	مشکل کشا یا بندوں میں حکم کرنے والا	فتح کے معنے کھولنے اور حکم کرنے کے ہیں یعنی خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحمت کے دروازے کھولتا ہے اور وہ خلائق میں حاکم علی الاطلاق ہے۔
۲۰	الْعَلِیْمُ	بہت جاننے والا	مبالغہ ہے عالم کا یعنی خدا تعالیٰ ظاہر و پوشیدہ بلکہ خطرات دل تک کا جاننے والا ہے۔
۲۱	الْقَابِضُ	بندوں کی روزی محدود یعنی تنگی کرنے والا	قبض و بسط دونوں باہم ضد یکدگر ہیں - قبض کہتے ہیں تنگی و گرفتگی کو اور بسط فراخی و کشایش کو یعنی خدا جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اور جس کی چاہتا فراخ کرتا ہے۔

نمبر شمار	اسماء عربی	ترجمہ اُردو	کیفیت
۲۲	اَلْبَاسِطُ	بندوں کی روزی فراخ کرنے والا	قبض وبسط کے یہ معنے بھی ہیں کہ سوتے میں لوگوں کی روحیں قبض کرتا اور بیداری کے وقت بسط کرتا ہے۔
۲۳	اَلْخَافِضُ	نافرمانوں کو پست کرنے والا	خفض ضد ہے رفع کی۔ کیونکہ خفض کہتے ہیں پست کرنے کو اور رفع بلند کرنے کو۔ خدا کے خافض رافع ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے فرماں برداروں کو قرب کی دولت عطا فرما کر انھیں بلند کرتا اور نافرمانوں کو بارگاہِ عالی سے دور کر کے پستی میں ڈالتا ہے۔
۲۴	اَلرَّافِعُ	فرماں برداروں کو بلند کرنے والا	
۲۵	اَلْمُعِزُّ	عزّت دینے والا	اعزاز کہتے ہیں عزیز کرنے کو اور اذلال خوار و ذلیل کرنے کو یعنی خدا جسے چاہتا عزیز کرتا دنیا میں توفیقِ طاعت دے کر اور عقبے میں علوِّ مرتبت اور نعیمِ جنت عطا فرما کر اور جسے چاہتا ذلیل کرتا دنیا میں توفیقِ طاعت سلب کر کے اور آخرت میں اسفل السافلین میں داخل کر کے امام غزالی کا قول ہے کہ ان لفظوں کے معنے یہ ہیں کہ خدا جسے چاہتا ملک دیتا اور جس سے چاہتا چھین لیتا ہے۔
۲۶	اَلْمُذِلُّ	ذلیل کرنے والا	
۲۷	اَلسَّمِیْعُ	بہت سُننے والا	
۲۸	اَلْبَصِیْرُ	بہت دیکھنے والا	
۲۹	اَلْحَکَمُ	مخلوقات کا حاکم	
۳۰	اَلْعَدْلُ	منصف یعنی فیصلے میں ظلم نہ کرنے والا۔	یہ ضد ہے ظلم کی اور کبھی استقامت اور اعتدال اور ایک چیز کو ایک چیز کے برابر کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے مطلب یہ کہ خدا جور و ظلم سے منزہ ہے کیونکہ ملکِ غیر میں تصرف کرنے کو ظلم کہتے ہیں اور عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی ملک سے خارج ہو
۳۱	اَللَّطِیْفُ	باریک بیں	لُطف کہتے ہیں کسی کام میں نرمی کرنے کو اور کبھی نیکی کرنے کے معنے میں بھی آتا ہے۔ لطیف کے معنے باریک بیں کے بھی ہیں۔
۳۲	اَلْخَبِیْرُ	آگاہ۔ دانا۔ عالم عارف۔	مشتق ہے خبر سے اور خبر کے معنے ہیں آگاہی کے۔ خبیر آگاہ اور دانا۔ یعنی ملک ملکوت میں کوئی چیز متحرک و ساکن نہیں ہوتی اور زمین و آسمان میں کوئی ذرّہ مضطرب و مطمئن نہیں ہوتا اور کون و مکان میں کوئی سانس نہیں لیتا مگر خدا تعالی
۳۳	اَلْحَلِیْمُ	بُردبار	حلم آہستگی اور بردباری۔ حلیم اُسے کہتے ہیں جو مغلوب الغضب ہو اور انتقام لینے میں جلدی نہ کرے بلکہ باوجود اقتدار کے عفو و درگزر سے کام لے خدا کو حلیم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ گنہگار بندوں کی تادیب و تعذیب میں جلدی نہیں کرتا۔
۳۴	اَلْعَظِیْمُ	بُزرگ۔ بڑا	عظم و عظمۃ بزرگ ہونا خواہ کسی اعتبار سے بھی ہو
۳۵	اَلْغَفُوْرُ	بہت بخشنے والا	غفار کے معنی میں ہے اور دونوں مبالغے کے صیغے ہیں مگر غفور میں زیادہ مبالغہ ہے یعنی جو بڑے بڑے گناہ بخشے اور اس کی بخشش اتم و اکمل ہو دوسرے معنے یہ ہیں کہ بندوں کے گناہ اعمالناموں سے محو کرے یعنی حسابات میں مواخذہ نہ کرے یا دلیل میں کو فائق کرے
۳۶	اَلشَّکُوْرُ	بڑا قدر شناس	
۳۷	اَلْعَلِیُّ	بہت اُونچا	مشتق ہے علو سے اور علو کہتے ہیں بلندی کو اور جگہ کے بلند ہونے کو اور کبھی بلندی پر چڑھنے اور کسی چیز کے اوپر ہونے کو بھی علو کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں حسّی اور عقلی حسّی جیسے ایک جسم کا دوسرے جسم پر ہونا اور عقلی جیسے ایک چیز کا دوسری چیز سے
۳۸	اَلْکَبِیْرُ	بڑا۔ بزرگ	
۳۹	اَلْحَفِیْظُ	نگہبان	حفظ کہتے ہیں نگاہ رکھنے کو اور خدا تعالی چونکہ تمام مخلوق کو آفت و بلا سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس لیے اسے حفیظ کہتے ہیں۔
۴۰	اَلْمُقِیْتُ	مخلوق کو قوت یعنی روزی پہونچانے والا	ماخوذ ہے قوت سے اور قوت کہتے ہیں اُس خورش کو جو بدنِ انسان کے قیام کا باعث ہو اقاتت کے معنی قوت دینا اور کبھی مقیت توانا اور گواہ اور حاضر اور نگاہ رکھنے والے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے
۴۱	اَلْحَسِیْبُ	کافی	معنی میں ہے محسب کے اور احساب کہتے ہیں کسی چیز کا کافی ہونا بولا کرتے ہیں احسبنی الشئی یعنے مجھے یہ چیز کافی ہوئی اور بعض علماء کہتے ہیں کہ معنے میں ہے محاسب کے جیسے جلیس معنی میں مجالس کے اور ندیم منادم کے یعنی خدا تعالی قیامت کے روز ساری مخلوق کا۔
۴۲	اَلْجَلِیْلُ	بزرگ قدر	جلال اور جلالت کہتے ہیں بزرگ قدر ہونے اور نیز بزرگی کو۔ پھر اصطلاحِ قوم میں صفاتِ قہریہ کے ظہورِ آثار کو جلال کہتے ہیں اور صفاتِ لطفیہ کے ظہورِ آثار کو جمال اور بولنے میں آتا ہے کہ فلاں اسماء جلالی ہیں اور فلاں جمالی

نمبر شمار	اسماء عربی	ترجمہ اردو	کیفیت
۴۳	الکریم	بزرگ	اس کے معنے ہیں بزرگ اور عزیز۔ کہتے ہیں کریم وہ ہے کہ قادر ہو تو معاف کرے وعدہ کرے تو وفا کرے اور دے تو امید سے زیادہ دے اور کوئی اس کی طرف التجا لے جائے تو اسے ضائع نہ ہونے دے کبھی اکرم اور جواد کے معنی میں بھی آتا ہے۔
۴۴	الرقیب	نگہبان	رقیب نگہبان اور موکل اور نگران کذا فی الصراح۔
۴۵	المجیب	دعا قبول کرنے والا	اجابت کہتے ہیں جواب دینے اور اجابت دعا کرے کو یعنی جو شخص خدا کو بلاتا ہے۔ وہ اسے جواب دیتا اور دعا کو قبول کرتا ہے سوال کو رد نہیں کرتا۔
۴۶	الواسع	وسیع المعلومات یا وسیع الغنا	ماخوذ ہے سعۃ سے اور سعۃ کہتے ہیں فراخی اور فراخ کرنے اور گھیر لینے کو پھر اس کی اضافت کبھی تو علم کی طرف ہوتی ہے اور کہتے ہیں خدا کا علم وسیع محیط ہے معلومات کو اور کبھی احسان کی طرف بولا کرتے ہیں اس کا احسان وسیع ہے۔
۴۷	الحکیم	حقایق اشیاء کا عالم	مشتق ہے حکمت سے اور حکمت عبارت ہے کمال علم اور حسن عمل اور ایقان اور احکام علم و عمل سے بعضے کہتے ہیں حکیم مبالغہ ہے حاکم کا اور حکیم وہ ہے جو حقایق اشیاء کا عالم ہو اور صناعات کے دقایق کو خوب جانتا ہو۔
۴۸	الودود	نیک بندوں کو دوست رکھنے والا	مبالغے کا صیغہ ہے وزن پر فعول کے وُدّ وُد (بضم واؤ) اور وِداد (بکسر واؤ) اور مودّت تینوں کے معنے ہیں دوست رکھنے کے یعنی خدا تعالیٰ نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے۔
۴۹	المجید	بزرگ۔ شریف	ماجد کا مبالغہ ہے اور ماجد۔ مجد سے لیا گیا ہے۔ مجد بزرگی۔ مجید بزرگ کذا فی الصراح بعضے کہتے ہیں مجید وہ ہے جس کی ذات شریف۔ افعال جمیل۔ عطا جزیل ہو۔ اور جب یہ ہے تو مجید جامع ہے اسم جلیل اور وہاب اور کریم کو۔
۵۰	الباعث	مُردوں کو مرے پیچھے اٹھا کھڑا کرنے والا	بعث کہتے ہیں مُردوں کو قبروں سے اٹھا کھڑا کرنے کو اور کبھی سوتے کو جگانے اور کسی کو کسی کام کے لیے بھیجنے کے معنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔
۵۱	الشہید	حاضر	شہود سے مشتق ہے یا شہادت سے اگر شہود سے ہے تو اس کے معنے ہیں حاضر و مطلع کے کیونکہ شہود کے لغوی معنی ہیں حاضر ہونے کے اور شہادت سے ہے تو معنی ہیں گواہی دینے والے کے کیونکہ شہادت کہتے ہیں گواہی دینے کو خدا کو شہید ہیں
۵۲	الحق	ثابت	حق کے معنی ہیں ثابت اور ہست کے اس کی ضد ہے باطل بمعنی نیست و ناچیز کبھی صدق اور راستی اور درستی کے معنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔
۵۳	الوکیل	کارساز	وکیل وہ ہے جسے اپنا کام سپرد کریں اور تمام تصرف کی باگ اس کے ہاتھ میں دیدیں چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و مہربانی سے بندوں کے تمام مہتم بالشان کام رزق وغیرہ اپنے ذمے لے لیے ہیں اس لیے اسے وکیل کہتے ہیں
۵۴	القوی	توانا۔ تام القدرت	قوی توانا۔ متین استوار۔ امام غزالی کہتے ہیں قوت دلالت کرتی ہے قدرت کاملہ بالغہ پر اور متانت شدت قوت پر۔ خدا تعالیٰ قوی ہے اس لیے کہ قدرت کاملہ بالغہ رکھتا ہے۔ متین ہے اس لیے کہ شدید القوت ہے۔
۵۵	المتین	استوار	
۵۶	الولی	محب۔ مددگار	ولی کہتے ہیں محب و ناصر کو اور خدا تعالیٰ پرہیزگار ایمان داروں کا محب ہے اور انہیں مدد و نصرت دیتا ہے ولی متولی کے معنے میں بھی آیا ہے اور حق تعالیٰ نیکوکاروں کے امور کا متولی ہے اور قریب کے معنے میں بھی یعنی اس۔
۵۷	الحمید	مستحق حمد	سزاوار حمد و ثنا
۵۸	المحصی	ہر چیز کو احاطہ علم میں کرنے والا	احصاء شمار کرنا اور بطریق استقصا کسی چیز کو جاننا۔ خدا محصی مطلق ہے کہ اشیا کے حقایق و دقایق کو جانتا ہے اور ذرّات عالم کو اس کا علم محیط ہے۔
۵۹	المبدئ	ابتداً پیدا کرنے والا	المبدئ ماخوذ ہے ابداء سے اور ابداء کہتے ہیں ابتدا کرنے اور نیا پیدا کرنے کو۔ المعید لیا گیا ہے اعادت سے جس کے معنے ہیں لوٹانے اور عدم کے بعد ایجاد کرنے کے خدا مبدئ ہے اس معنی کر کہ وہ اول بار پیدا کرتا ہے اور معید ہے اس معنی کر کہ قیامت میں دوبارہ پیدا کرے گا یا معید مثلاً اس اعتبار سے کہ رات دن کا چکر باندھ رکھا ہے۔
۶۰	المعید	دوبارہ پیدا کرنے والا	
۶۱	المحیی	مخلوق کو زندہ رکھنے والا	المحیی احیاء کا اسم فاعل ہے اور احیاء کہتے ہیں جسم میں حیات پیدا کرنے کو اور الممیت لیا گیا ہے اماتت سے جس کے معنے ہیں حیات کا دور کرنا۔
۶۲	الممیت	مارنے والا	
۶۳	الحی	زندہ	

نمبرشمار	اسماء عربی	ترجمہ اردو	کیفیت
۶۴	اَلْقَیُّوْمُ	کارخانۂ عالم کا سنبھالنے والا	قائم بذاتِ خود۔ اور زندہ قائم رکھنے والا اپنے غیر کو یا یوں کہو کہ قیّوم مبالغہ ہے قیّم کا اور قیّم کہتے ہیں مصلحِ اُمور کو۔
۶۵	اَلْوَاجِدُ	غنی	مشتق ہے وجود سے اور وجود کہتے ہیں ہستی اور مقصد پر کامیاب ہونے کو یا مشتق ہے وُجد اور جِدَة سے جن کے معنے ہیں تونگر ہونے کے۔
۶۶	اَلْمَاجِدُ	بزرگی والا	معنے میں ہے مجید کے جس طرح عالم معنے میں علیم کے مگر مجید میں مبالغہ اور تاکید ہے یہ لیا گیا ہے مجد سے اور مجد کہتے ہیں بزرگی کو۔
۶۷	اَلْوَاحِدُ	تنہا۔ یگانہ	وحدت سے لیا گیا ہے جس کے معنے ہیں ایک اور یگانہ ہونا عرف میں واحد کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے ایک یہ کہ تجزی اور منقسم نہ ہو یعنی اُس کے اجزا و حصص نہ ہوں جیسے جوہر فرد دوسرے یہ کہ بے مثل بے مانند ہو واحد اور احد
۶۸	اَلصَّمَدُ	بے نیاز	صمد کے اصلی معنی ہیں قصد کے چونکہ آدمی اپنے تمام مطالب میں بارگاہِ خداوندی کا قصد کرتے ہیں اس لیے اُسے صمد کہتے ہیں غرض صمد مرادف ہے مرجع و مآب کا۔
۶۹	اَلْقَادِرُ	قدرت والا	قدر اور قدرت اور اقتدار اور مقدرت سب کے معنے ہیں توانائی کے تو قادر و مقتدر کے معنے ہوئے صاحبِ قدرت مگر مقتدر میں مبالغہ ہے۔
۷۰	اَلْمُقْتَدِرُ	صاحبِ مقدرت	
۷۱	اَلْمُقَدِّمُ	اپنے دوستوں کو بارگاہِ عزّت کی طرف بڑھانے والا۔	مقدم دال کے کسرہ کے ساتھ تقدیم سے مشتق ہے اور تقدیم کہتے ہیں آگے کرنے کو اسی طرح مؤخر خے کے کسرے سے تاخیر سے لیا گیا ہے جس کے معنے ہیں پیچھے ہٹانا یعنی خداتعالیٰ فرماں برداروں کو راہِ قرب میں آگے بڑھاتا اور نافرمانوں کو درگاہِ عزت سے دور کرتا اور پیچھے ہٹاتا ہے۔ یا دنیا کے کاموں میں لو تو حصولِ مطلب میں تقدیم و تاخیر اللہ کے کرنے سے ہوتی ہے۔
۷۲	اَلْمُؤَخِّرُ	دشمنوں کو اپنے لطف سے پیچھے ہٹانے والا۔	
۷۳	اَلْاَوَّلُ	سب سے پہلا	اوّل ہے یعنی ازلی ہے کہ اُس کے وجود کی ابتدا اور ہستی کا آغاز نہیں اور آخر ہے یعنی دائمی ابدی ہے کہ اُس کی بقا کے لیے نہایت اور دوام کے لیے انقضا نہیں۔
۷۴	اَلْاٰخِرُ	سب سے پچھلا	
۷۵	اَلظَّاهِرُ	آشکارا ہے بلحاظ قدرۃ	خدا ظاہر ہے اِس کا یہ مطلب ہے کہ اُس کا وجود اُس کی ہستی اُن آیات و دلائل سے ظاہر ہے جو آسمان و زمین میں ہر صاحبِ بصیرت کو دکھائی دیتے ہیں اور خدا کے باطن ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اُس کی کُنہِ ذات حجابِ جلال میں محجوب و پوشیدہ ہے۔
۷۶	اَلْبَاطِنُ	پوشیدہ ہے باعتبارِ ذات	
۷۷	اَلْوَالِیُ	تمام اُمور کا متولّی	ولایت بکسرِ واو سے مشتق ہے جس کے معنے تصرف کرنے اور قابو پانے کے ہیں اور ایک ہے وَلایت بفتحِ واو جس کے معنے مدد کرنے اور حکمرانی کرنے کے ہیں بعضے کہتے ہیں کہ وَلایت بفتحِ واو مصدر ہے اور بکسرِ واو اسم تو والی وہ جو سب کا مالک اور تمام
۷۸	اَلْمُتَعَالِیُ	مخلوقات کی صفات سے منزّہ	تمام حکمرانوں اور وُلات سے بلند قدر۔ یا تمام نقائص و آفات سے عالیشان۔
۷۹	اَلْبَرُّ	اپنے لطف سے بندوں کے ساتھ نیکی کرنے والا۔	بَرّ بفتح با اسم فاعل یعنی نیکی کرنے والا۔
۸۰	اَلتَّوَّابُ	گنہگاروں کی توبہ قبول کرنے والا	توّاب مبالغہ ہے تائب کا اور تائب ماخوذ ہے توبہ سے۔ توبہ کے اصلی معنی ہیں رجوع کرنے کے پھر جب اس کی نسبت بندے کی طرف ہوتی ہے تو گناہ سے رجوع کرنا مراد ہوتا ہے اور خدا کی طرف ہوتی ہے تو رحمت کے ساتھ رجوع کرنا یعنی۔
۸۱	اَلْمُنْتَقِمُ	نافرمانوں سے بدلا لینے والا۔	انتقام کہتے ہیں بدلہ لینے کو یعنی خداتعالیٰ کافروں سے اپنی نافرمانی کا بدلہ لینے والا۔ اور اُن کے تمرد و سرکشی کی سزا دینے والا۔
۸۲	اَلْعَفُوُّ	گناہوں کا مٹانے والا	
۸۳	اَلرَّؤُفُ	بہت شفقت کرنے والا	رأفت کہتے ہیں شدتِ رحمت کو اور یہ مبالغے کا صیغہ ہے جیسے ضَرُوبٌ اور شَکُورٌ
۸۴	مَالِكُ الْمُلْكِ	مُلک کا مالک	

نمبر شمار	اسمار عربی	ترجمہ اردو	کیفیت
۸۵	ذوالجلال والاکرام	بزرگی وعزت والا	
۸۶	المقسط	عادل ومنصف	اس کا مادہ ہو قسوط اور قسوط کہتے ہیں جور وظلم کو لیکن جب اسے باب افعال میں لے گئے تو معنے ہوئے جور وظلم کے ازالہ کرنے کے اور ازالہ جور وظلم کا نام ہو انصاف تو مقسط کے معنی ہوئے منصف عادل۔
۸۷	الجامع	تمام مخلوقات کو جمع کرنے والا	قیامت میں خدا لوگوں کو جمع کرے گا یا دنیا میں بچھڑے ہوؤں کو جمع کرتا ہے۔
۸۸	الغنی	بے پروا	غنی مشتق ہو غنا سے اور غنا کہتے ہیں بے نیاز ہونے کو یعنی خدائے تعالیٰ سب سے بے نیاز ہے اور مغنی لیا گیا ہے اغناء سے جس کے معنی ہیں بے نیاز کرنا یعنی وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے بے نیاز کرتا ہے کہ وہ اپنے ہم جنسوں کی طرف حاجت نہیں لے جاتا غنی جو مال دار کے معنے میں مشہور ہے وہ بھی بے نیازی کی ایک شاخ ہے
۸۹	المغنی	لوگوں کو بے پروا کرنے والا	
۹۰	المعطی	عطا کرنے والا	معطی دینے والا۔ اور مانع روک رکھنے والا۔ یعنی جسے چاہے اور جو چاہے دیتا۔ اور جسے چاہے نہیں دیتا۔
۹۱	المانع	اپنے دوستوں سے تکلیف روکنے والا	
۹۲	الضار	ضرر و شر کا خالق	یعنی خدا خالق خیر و شر اور نفع و ضرر ہے اور درد۔ و دوا۔ رنج و شفا۔ گرمی و سردی خشکی و تری سب پیدا کی ہوئی اسی کی ہیں
۹۳	النافع	نفع و خیر کا پیدا کرنے والا	
۹۴	النور	روشن کرنے والا	عرف عام میں نور کہتے ہیں روشنی کو خدا پر نور کا اطلاق اس سے کیا گیا کہ زمین و آسمان میں اسی کا چاندنا اور اسی کا ظہور ہے۔
۹۵	البدیع	موجد	بدیع بے مثل اور بے مانند۔ کبھی معنے ہیں مبتدع یعنی موجد کے بھی آتا ہے جو بے نمونہ دیکھے از خود اختراع کرے تو اس معنی کر بھی خدا بدیع ہے کہ اس نے جہان کے بنانے میں کسی کی تقلید نہیں کی۔
۹۶	الباقی	باقی رہنے والا	دائم الوجود جو کبھی فنا نہیں ہوتا۔
۹۷	الوارث	فنائے موجودات کے بعد باقی رہنے والا	اس سے مراد ہے فنائے موجودات کے بعد باقی رہنے والا گویا تمام مرنے والوں کی میراث اس کو پہنچتی ہے
۹۸	الرشید	صاحب رشد	رُشد ضد ہے غیّ کی اور غیّ کے معنے ہیں گمراہی تو رشید کے معنے ہوئے صاحب رشد اور خدا کو رشید اس معنی کر کہا گیا کہ طریق اسلام اس کو پسند ہے اور وہی صراط مستقیم ہے یا اس اعتبار سے کہ سب صفات کمالیہ خدا میں ہوتی۔۔
۹۹	الصبور	بڑا صبر کرنے والا	اصل میں صبر کے معنے تحمل اور برداشت کرنے کے ہیں اور چونکہ خدا تعالیٰ بندوں کی گستاخیوں اور نافرمانیوں کی برداشت کرتا اور انتقام اور مواخذے میں جلدی نہیں کرتا اس لیے اس کا نام صبور رکھا گیا۔

یہ اسماءِ صفاتی جنھیں اسماءِ حسنیٰ بھی کہتے ہیں اکثر تو بجنسہٖ قرآن سے لیے گئے ہیں اور بعض جو بعینہٖ قرآن میں موجود نہیں ہیں اُن کے مادّے اور مشتقات قرآن میں مذکور ہیں چنانچہ دونوں قسم کے اسماء کے دو نقشے دیے جاتے ہیں جن سے صاف طور پر معلوم ہو سکے گا کہ کون اسماء بعینہٖ قرآن میں موجود ہیں اور کن کے مشتقات مذکور ہیں۔

اللّٰہ۔ الرّحمٰنُ۔ الرّحیمُ ...... والھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم ... (بقرہ ۲-۲۰)

الملکُ۔ القدّوسُ۔ السّلامُ۔ المؤمنُ۔ المھیمنُ۔ العزیزُ۔ الجبّارُ۔ المتکبّرُ۔۔ ھو اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر ...... (حشر ۶-۳)

الخالقُ۔ البارئُ۔ المصوّرُ .... ھو اللّٰہ الخالق البارئ المصور .. (حشر ۶-۳)

الغفّارُ .... ربّ السموات والارض وما بینھما العزیز الغفار .... (ص ۶-۵)

القھّارُ .... قل انما انا منذر وما من الٰہ الا اللّٰہ الواحد القھار ...... (ص ۶-۵)

الوہاب .. ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب (آل عمران ع ۱)

الرزاق ...... ان اللہ ہو الرزاق ذو القوۃ المتین ...... (ذاریات ع ۳)

الفتاح العلیم ...... ثم یفتح بیننا بالحق وہو الفتاح العلیم .... (سبا ع ۳)

السمیع ...... ولہ ما سکن فی الیل والنہار وہو السمیع العلیم ...... (انعام ع ۲)

البصیر ... واللہ بصیر بالعباد ...... (آل عمران ع ۲)

اللطیف الخبیر ...... وہو یدرک الابصار وہو اللطیف الخبیر .... (انعام ع ۱۳)

الحلیم ...... یتبعہا اذی واللہ غنی حلیم ...... (بقرہ ع ۳۶)

العظیم ...... ولا یؤدہ حفظہما وہو العلی العظیم ...... (بقرہ ع ۳۴)

الغفور الشکور لیوفیہم اجورہم ویزیدہم من فضلہ انہ غفور شکور ...... (فاطر ع ۴)

العلی الکبیر ...... قالوا الحق وہو العلی الکبیر ...... (سبا ع ۳)

الحفیظ ...... ان ربی علی کل شیء حفیظ ...... (ہود ع ۵)

المقیت ...... وکان اللہ علی کل شیء مقیتا ...... (النساء ع ۱۱)

الحسیب ...... ان اللہ کان علی کل شیء حسیبا ...... (النساء ع ۱۱)

الکریم ... ومن کفر فان ربی غنی کریم ...... (النمل ع ۳)

الرقیب ... ان اللہ کان علیکم رقیبا ...... (النساء ع ۱)

المجیب ... ان ربی قریب مجیب ...... (ہود ع ۶)

الواسع ... ان ربک واسع المغفرۃ ...... (نجم ع ۲)

الودود ... وہو الغفور الودود ...... (بروج ع ۱)

المجید ...... رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید ...... (ہود ع ۷)

الشہید ...... وانت علی کل شیء شہید ...... (مائدہ ع ۱۶)

الحق ...... ثم ردوا الی اللہ مولاہم الحق ...... (انعام ع ۸)

الوکیل ...... وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل ...... (آل عمران ع ۱۸)

القوی ...... اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وہو القوی العزیز ...... (الشوری ع ۲)

المتین ...... ان اللہ ہو الرزاق ذو القوۃ المتین ...... (ذاریات ع ۳)

الولی الحمید ...... وینشر رحمتہ وہو الولی الحمید ...... (شوری ع ۳)

المحیی ...... ان ذلک لمحی الموتی وہو علی کل شیء قدیر ...... (روم ع ۵)

الحی القیوم ...... الم اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم ...... (آل عمران ع ۱)

الواحد ...... وما من اله الا الله الواحد القهار ......(ص ع۵)

الصمد ...... قل هو الله احد الله الصمد .... (اخلاص ع۱)

القادر .... قل هو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم ...... (انعام ع۸)

المقتدر ...... فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر .... (قمر ع۳)

الاول الآخر الظاهر الباطن ...... هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شیٴ علیم (حدید ع۱)

المتعالی ...... عالم الغیب والشهادة الکبیر المتعال .... (رعد ع۲)

البر .... انه هو البر الرحیم .... (طور ع۱)

التواب .... انك انت التواب الرحیم .... (بقرہ ع۱۵)

العفو .... ان الله کان عفوا غفورا .... (النساء ع۲)

الرءوف ...... ان الله بالناس لرءوف رحیم ...... (بقرہ ع۱۷)

مالك الملك ...... قل اللهم مالك الملك تؤتی الملك من تشاء الخ ...... (آل عمران ع۳)

ذو الجلال والاکرام ..... تبرك اسم ربك ذی الجلال والاکرام .... (الرحمٰن ع۳)

الجامع ...... ربنا انك جامع الناس لیوم لا ریب فیه ...... (آل عمران ع۱)

الغنی ...... والله غنی حلیم .... (بقرہ ع۳۶)

النور ...... الله نور السموت والارض ...... (النور ع۵)

الحکیم ...... یموسیٰ انه انا الله العزیز الحکیم ...... (النمل ع۱)

ذیل کے اسماء بعینہٖ قرآن میں موجود نہیں مگر اُنکے مشتقات مذکور ہیں

القابض الباسط ...... والله یقبض ویبسط والیه ترجعون ...... (بقرہ ع۳۲)

الرافع ...... یرفع الله الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات (المجادلہ ع۲)

المعز المذل ...... وتعز من تشاء وتذل من تشاء ...... (آل عمران ع۳)

الحکم ...... والله یحکم لا معقب لحکمه ...... (رعد ع۶)

الباعث ...... وان الله یبعث من فی القبور ...... (حج ع۱)

المحصی ...... واحصی کل شیء عددا ...... (جن ع۲)

المبدیٴ المعید ...... انه هو یبدئ ویعید ...... (بروج ع۱)

الممیت ...... والله یحیی ویمیت ...... (آل عمران ع۱۷)

المنتقم ...... فانا منهم منتقمون ...... (زخرف ع۴)

المقسط ...... قائما بالقسط ...... (آل عمران ع۱)

المغنی ...... ان تکونوا فقراء یغنهم الله من فضله ...... (النور ع۴)

اَلْبَاقِیْ .... ویبقٰی وجہ ربک ذی الجلال والاکرام ... (الرحمٰن ۔ ۱۶)

اَلْھَادِیْ .... واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم ...... (انعام ۵۶)

اَلصَّبُوْرُ .... ان فی ذٰلک لاٰیٰت لکل صبار شکور .... (سبا ۲۶)

اَلْوَارِثُ .... وانا لنحن نحیی ونمیت ونحن الوارثون .... (حجر ۲۶)

ذیل میں جو اسماء مذکور ہوتے ہیں اُن کے مشتقات بھی بعینہٖ قرآن میں نہیں ملتے ہاں مادّے پائے جاتے ہیں
اَلْخَافِضُ اَلْعَدْلُ اَلْجَلِیْلُ اَلْوَاجِدُ اَلْمَجْدُ اَلْمُقَدِّمُ اَلْمُؤَخِّرُ اَلْمُعْطِیْ اَلْمَانِعُ
اَلضَّارُّ اَلنَّافِعُ اَلرَّشِیْدُ +

مِنَ الْمُتَرْجِم جس طرح کارخانۂ عالم خدا تعالیٰ کی ہستی پر دلالت کرتا ہے اور ہر بڑی چھوٹی چیز سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی نے اُس کو بنایا اور پیدا کیا ہے اور اُسی کا نام ہے خدا اسی طرح انتظامِ دنیا اُن صفتوں پر دلالت کرتا ہے جن کے اعتبار سے اسماءِ صفاتی وضع کیے گئے ہیں یعنی یہ تمام صفتیں نہ ہوں تو کارخانۂ عالم کے انتظام کا چلنا ناممکن ہوجائے غرض یہی دنیا اور اس کا انتظام ہم کو خدا کی ذات وصفات کی طرف رہبری کرتا ہے۔ ہمارے پاس عقلی شہادۃ خدا کی ہستی کی یہی ہے اور وہی عقلی شہادت ان صفات کے ساتھ خدا کے متصف ہونے کی تصرفاتِ عالم پر نظر کرنے سے خدا کے صفاتی نام اور بھی بنائے جاسکتے ہیں مگر ننانوے نام حدیث سے ثابت ہوئے ہیں اور ان میں اتنی جامعیت ہے کہ دوسرے نام بنانے کی ضرورت نہیں بعض اسماءِ صفاتی ایسے ہیں کہ آدمی اپنے اوپر قیاس کرکے خدا کو اُن ناموں سے پکارتا ہے مگر خدا کے صفات انسانی صفات سے اعلیٰ اور اکمل ہیں مثلاً خدا کو سمیع وبصیر کہتے ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا کے کان ہیں اور وہ سُنتا ہے یا اُس کی آنکھیں ہیں اور وہ دیکھتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو علم ہم بنی نوع بشر کو سمع وبصر کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے اُس سے کامل تر خدا کو ہے ایک بات یہ بھی ہے کہ خدا کے اسماءِ صفاتی اکثر صفت مشبہہ کے صیغوں میں ہیں اس واسطے کہ صفت مشبہہ کا صیغہ ثبات و استمرار پر دلالت کرتا ہے اور اسم فاعل کا حدوث پر سامع اور سمیع قادر اور قدیر میں تجدد اور استمرار حدوث اور ثبات کا تفاوت ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

آدمی مطلق خدا کا منکر تو ہو نہیں سکتا۔ اس لیے کہ خدا نے آدمی کو عقل دی ہے اور وہ زبردستی اس سے منواتی ہے کہ ضرور کوئی بزرگ و برتر ہستی ہے جس نے اس مشین کو بنایا اور وُہی اس مشین کو چلا رہا ہے یہاں تک تو تمام بنی آدم کا اجماع ہے اور اجماع ہے تو ایک امر صحیح واقعی یقینی پر ہے کاش لوگ مسلمانوں کی طرح اتنے ہی پر قناعت کرتے لیکن وہ لگے بال کی کھال نکالنے اور راہِ راست سے بھٹک گئے

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن — کہ جاہا سپر باید انداختن

آدمی کو چاہیے کہ اپنی عقل پر نازاں نہ ہو اور اُسے اُسی کی حد میں رکھے اتنی بات تو ہر ایک کو سوجھ پڑتی ہے کہ آدمی سراپا احتیاج پیدا ہوا ہے اس کا پیدا ہونا جینا۔ مرنا۔ سب پرائے ہاتھ میں ہے اس کو سراپا احتیاج پیدا کیا ہے تو اس کی حاجت روائی کے سامان بھی مہیا ہیں خدا نے زمین کا ایسا بھرپور توشے خانہ مخلوقات کے لیے بنا دیا ہے کہ جو چیز جس کو درکار ہوتی ہے وہ اسی توشے خانے سے نکلی چلی آتی ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ[1] ہم مخلوقات میں سے ایک آدمی ہی کو لیتے ہیں تو پاتے ہیں کہ جب سے اس میں جان پڑتی ہے اس کو غذا درکار ہوتی ہے اور وہیں ماں کے پیٹ میں اس کو اس کی

[1] اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے ہاں سب کے خزانے کے خزانے بھرے پڑے ہیں) مگر ہم ایک اندازۂ معلوم (و مقرر) کے ساتھ اُن کو (مخلوقات کے لیے) بھیجتے رہتے ہیں ۱۲

حالت کے مناسب غذا پہنچتی رہتی ہے۔ پھر وہ عرصہ ہستی میں آتا ہے تو لبنًا خالِصًا سائِغًا لِلشّٰرِبِیْنَ سے پرورش پاتا ہے۔ اور آخر کو غذائے نباتی اور حیوانی سے یعنی جب تک آدمی ضعیف و ناتوان ہوتا ہے بے سعی اُس کو روزی ملتی ہے اور قادر ہوئے پیچھے اُس کو پیٹ کے لیے کتنے جتن کرنے پڑتے ہیں۔ اور پھر بھی وہ کتنے ہی جتن کیوں نہ کرے۔ خدا کا ہاتھ شروع سے آخر تک اُس کو سہارا لگا رہتا ہے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ۔ **قطعہ**

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند ۔۔۔ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار ۔۔۔ شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

غذا کے میسّر آئے بعد بھی آدمی کی آخری کوشش یہ ہوتی ہے۔ کہ غذا کو حلق سے اُتار لے۔ مگر اتنے سے تو مقصود غذا حاصل نہیں ہوتا اِس کا ہضم کرنا اِس کا خون بنانا۔ خون کو گوشت پوست ہڈی پٹھے بال ناخن وغیرہ میں تبدیل کرنا اور ہر ایک عضو کو تائید پہنچانا اِن میں سے کوئی سا کام بھی آدمی کے ارادے سے نہیں ہوتا اور اِن کاموں کے بدون جسم کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ ارادہ تو ارادہ آدمی کو تو خبر تک بھی نہیں ہوتی اور اندرونی قوتیں خدا کے حکم سے اپنی اپنی خدمتوں کی بجا آوری کرتی رہتی ہیں۔ یہ تو ایک غذا کا حال ہے کہ قدرتی خدمتگاروں کا مذکور نہیں۔ بونے سے لے کر پیسنے پکانے تک کتنے آدمی کتنے جانور اُس کا سرانجام کرتے ہیں تب کہیں جا کر لقمہ آدمی کے نیگ لگتا ہے۔ پھر غذا کے علاوہ اور کتنی ضرورتیں ہیں جو آدمی کے پیچھے لگی ہیں یا اُس نے خود تکلف آرائش آسایش کے لیے اپنے پیچھے لگا لی ہیں سو فضول اور لایعنی چیزوں کے لیے تو آدمی کو تھوڑے بہت ہاتھ پاؤں ہلانے بھی پڑتے ہیں۔ نہایت ضروری چیزیں خدا نے اپنی قدرت سے مہیّا کر دی ہیں مثلاً زندگانی کی ضرورتوں میں سب سے زیادہ ضروری چیز ہوا ہے۔ کہ کوئی متنفس دو منٹ بھی سانس لیے بغیر زندہ نہیں رہتا۔ سو آدمی گھر میں ہو یا بازار میں یا کھلے میدان میں تہ خانہ میں ہو یا پہاڑ پر سانس لینے کے لیے ہوا ہر جگہ موجود۔ ہوا سے دوسرے درجے میں پانی ہے۔ وہ بھی برس میں دو بار خدا برساتا رہتا ہے۔ جا بجا دریا پڑے بہ رہے ہیں کہیں بھی زمین کو کھودو پانی نکل آتا ہے۔ کھانے کے لیے جنگل میں خود رَو پھل پھلاری کی افراط ہے۔ ہاں پانی کی جگہ شربت کیوڑہ بیو۔ اور پلاؤ زردے کھانا چاہو تو خدا سے یہ توقع نہ رکھو کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بنی اسرائیل پر منّ و سلویٰ اُترا کرتا تھا بنا بنایا شربت اور پکا پکایا پلاؤ آسمان سے برسے گا خدا نے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا سے تمھاری زندگی کا ذمہ لیا ہے۔ نہ

ؔ ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جس کو پینے والے آسانی سے غٹ غٹ پی جاتے ہیں ۱۲ ؔ تو آدمی کو چاہیے کہ اور نہیں تو اپنے کھانے ہی کی طرف نظر کرے کہ ہم (ہی) نے اُوپر سے پانی برسایا پھر ہم (ہی) نے (ایک) زمین میں (یہ سب کچھ) اُگایا (یعنی) غلّہ اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے گھنے باغ اور میوے اور چارا (یہ سب) اس لیے کہ تم لوگوں کو اور تمھارے چارپایوں کو فائدہ پہنچے ۱۲ ؔ اور جتنے (جاندار) زمین میں چلتے

ان تکلفات کا یعنی ضرورت کے یے نہیں۔ مگر تکلف کے یے کچھ نہ کچھ تکلیف کرنی ہی پڑے گی ؎

ای ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر — آرام سے وہ ہے جو تکلف نہیں کرتا

غرض کہ خدا تعالیٰ نے آدمی کو ایک خاص طرح کا مخلوق حاجتمند پیدا کیا ہے تو اُس کی ضرورتوں کا سامان بھی مہیا کر دیا ہے بہت کچھ اپنی قدرت سے اور کچھ یُوں ہی سا برائے نام آدمی کے ابنائے جنس کے ذریعے سے اور اسی لیے تو آدمی اپنی طرح کے آدمیوں میں مل کر رہتا ہے کہ لوگ ضرورتوں کے بہم پونہچانے میں اس کی مدد کریں اور یہ لوگوں کی۔ بڑے شہروں میں ہزاروں لاکھوں آدمی بستے ہیں۔ اور اُن میں سے بہتیرے ایسے ہیں کہ ظاہر میں ایک کو دوسرے سے کچھ تعلق نہیں۔ مگر حقیقۃً وہ سب ایک دوسرے کا کام کر رہے ہیں۔ غرض آدمی کے یے جو کام ظاہر میں دوسرے آدمی کرتے ہیں وہ بھی خدا ہی ان سے کراتا ہے کہ ان کو اس کی توفیق دی ہے ان کو اس قابل کیا ہے۔ اُن کے دل میں یہ بات ڈالی ہے۔ آدمی ان باتوں کو سوچے سمجھے تو وہ ضرور تسلیم کرے گا کہ آدمی کے تعلقات تو بہت ہیں مگر کوئی تعلق اُس تعلق کو نہیں پاتا۔ جو آدمی کو خدا کے ساتھ ہے۔ آدمی کے دوسرے تعلقات عارضی اور چند روزہ ہیں۔ مگر اس کا تعلق خدا کے ساتھ ہر وقت کا تعلق ہے اور ابدی ہے۔ اور یہ بات تو دیباچے میں ثابت کر دی جا چکی ہے۔ کہ ہر ایک تعلق کے دو پہلو ہوتے ہیں حق کا اور ذمہ داری کا۔ سو بندوں کا تو کوئی دعویٰ اور کوئی حق خدا پر نہیں۔ ہاں اُس نے از خود بندوں کی روزی کا ذمہ لیا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُہَا[1] اور مہربانی کا کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ[2] سو خدا اپنی ذمہ داریوں کو جو اُس نے اپنے اُوپر لازم کر لی ہیں بے طلب بے تقاضا باحسن الوجوہ پورا کر رہا ہے۔ رزق کے اعتبار سے وہ خیر الرازقین ہے اور مہربانی کے لحاظ سے ارحم الراحمین۔

رہے اُس کے احسان بندوں پر۔ بندوں کا تو مقدور نہیں کہ اُن کو گن سکیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْہَا[3] تو جیسے اُس کے بے شمار احسان ویسے ہی اُس کے بے شمار حقوق اور ویسے ہی اُس کی نعمتوں کے مقابلے میں بندوں کے فرائض ہَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ[4]۔ دُنیا میں اگر کوئی ہم پر احسان کرتا ہے۔ تو ہم ٹہل سے خدمت سے کسی نہ کسی طرح اُس کا بدلہ اُتار بھی سکتے ہیں مگر خدا کی نہ تو ہم سے خدمت ہی ہو سکتی ہے اور نہ وہ ہماری خدمت کی پروا کرتا ہے فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ[5]۔ ہاں اُس کے بندوں کی خدمت بھی اُس کی خدمت ہے اور یہی خدا ہم سے چاہتا بھی ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر ست — از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست

---

[1] اور جتنے (جاندار) زمین میں چلتے پھرتے ہیں اُن (سب) کی روزی اللہ ہی کے ذمے ہے ۱۲

[2] اُس نے (از خود لوگوں پر) مہربانی کرنے کو اپنے اُوپر لازم کر لیا ہے ۱۲

[3] اور اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو اُن کو پُورا پورا گن نہ سکو ۱۲

[4] بھلا نیکی کے سوا نیکی کا بدلہ کچھ اَور بھی ہو سکتا ہے ۱۲ [5] بے شک اللہ دُنیا جہان سے بے نیاز ہے ۱۲

اور یہی وجہ ہے کہ جس کو خدا نے اپنی عبادت قرار دیا ہے اُس میں بھی مقصودِ اصلی خلائق کا نفع ہے۔ مگر کتنے آدمی ہیں جو اِس نکتے کو سمجھتے ہیں شاید سو میں ایک دو۔ عبادتیں تین قسم کی ہیں۔ قلبی۔ بدنی۔ مالی۔ قلبی عبادت سے مُراد ہے۔ دلی عقیدہ۔ دلی یقین۔ کہ خدا واقع میں ہے۔ اور عالم سارا اُسی کا بنایا اُسی کا پیدا کیا ہوا ہے اُسی کی مخلوقات میں ایک مخلوق ہم بنی آدم بھی ہیں مگر عقل سے سرفراز فرما کر خدا نے ہم کو ایک خاص طرح کی برتری دی ہے وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا[1]۔ کہ ہم عقل ہی کے برتنے پر دنیا میں چین سے زندگی بسر کرتے ہیں سچ ہے کہ آدمی کو دنیا میں تکلیفیں بھی پونہچتی ہیں۔ بلکہ لوگ اکثر تکلیفوں کے شاکی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

در عالمِ بے وفا کسے خرّم نیست | شادی و نشاط در بنی آدم نیست
آنکس کہ درین زمانہ او را غم نیست | یا آدم نیست یا درین عالم نیست

تو کیا خدا نے ہم لوگوں کو بے خطا بے قصور گوناگوں تکلیفوں میں مبتلا رہنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ ایسا خیال کرنا معاذ اللہ خدا کو ظالم ٹھیرانا ہے۔ حالانکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی بناوٹ دنیا کے واقعات سے بے شائبۂ اشتباہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دنیا کے پیدا کرنے کی مصلحتوں کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ مگر اُن میں سب سے بڑی مصلحت اظہارِ رحمت ہے۔ سرے سے پیدا کرنا ہی رحمت ہے اور پھر ہر مخلوق کی تمام ضرورتوں کو مُہیا کرنا مزید رحمت

للمؤلف

جسے جس غرض سے بنایا ہی اُس نے | اُسے اُس کا رستہ دکھایا ہے اُس نے

اَلَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی[2] اچھا پھر یہ تکلیفیں کیسی جن کا ہر فرد بشر شاکی ہے؟ ہاں یہ تکلیفیں اے صبا این ہمہ آوردۂ تست ہ خود آدمی اپنی نادانی ناعاقبت اندیشی نافرمانی سے مول لیتا ہے۔ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ[3] یعنی خدا نے جو زندگی کا دستور العمل ہم لوگوں کے لیے بنا دیا ہے اور وہ کیا ہے قرآن پاک لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ[4] شامتِ نفس سے ہم اُس کی ہدایتوں پر عمل نہیں کرتے اس سے تکلیفیں اُٹھاتے اور مصیبتیں جھیلتے ہیں پس جب تم کو کوئی امر ناملائم پیش آئے یقین کرلو کہ تم سے خدائی دستور العمل کی تعمیل میں ضرور کوئی فروگزاشت ہوئی ہے اور یہ تکلیف اُسی فروگزاشت کا نتیجہ ہی خدائی دستور العمل تم کو نہ صرف تمہاری فروگزاشت بتائے گا بلکہ اُس کی تلافی بھی۔ غرض کہ خدا تو ہماری ذرا

---

[1] اور جتنی مخلوقات ہم نے پیدا کی ہے اُن میں بہتیروں پر اُن کو برتری دی ۱۲ [2] جس نے ہر مخلوق کو اُس کی (خاص طرح کی) بناوٹ عطا فرمائی پھر اُس کو اُن اغراضِ خاص کے پورا کرنے کی راہ دکھائی (جن کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے) ۱۲+

[3] (اے بندے حقیقت حال تو یہ ہے کہ) تجھ کو کوئی فائدہ پونہچے تو (سمجھ کہ) اللہ کی طرف سے ہے اور تجھ کو کوئی نقصان پونہچے تو (سمجھ کہ) تیرے نفس کی طرف سے ہی ۱۲ [4] جھوٹ نہ تو اُس کے آگے (ہی کی طرف) سے اُس کے پاس پھٹکنے پاتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے (ہی کی طرف) سے (کیونکہ) حکمت والے سزاوارِ حمد (و ثنا یعنی خدا) کی اُتاری ہوئی (کتاب) ہے ؛؛

سی تکلیف کا روادار نہیں - خواہ وہ تکلیف روحانی ہو یا جسمانی - داخلی ہو یا خارجی - یعنی ہماری اپنی وجہ سے ہو یا
دوسروں کی وجہ سے مگر ہم ہی اُس کا کہنا نہ مانیں تو اس کا کیا علاج - تم کو جو خدشے واقع ہوں بے تامل بیان
کرو خدشات کا واقع ہونا عیب نہیں ہے - عیب ہے خدشات کا چھپانا کہ اس سے بزدلاپن ثابت ہوتا ہے ہمارا
دعویٰ تو یہ ہے مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ اس دعوے کے
دو جزو ہیں پہلے جزو کے صحیح ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں کر سکتا - اس لیے کہ دُنیا میں جو کچھ سامانِ عیش و
عشرت آدمی کے پلے ہے وہ سب خدا کا بنایا خدا کا دیا ہوا ہے - آدمی ماں کے پیٹ سے تو لے کر نہیں آیا جو
کچھ اس نے کمایا وہ بھی خدا ہی کی دین ہے کہ خدا نے آدمی کو اس قابل کیا اور کمایا بھی تو کیا کمایا - خدا کی بنائی
ہوئی خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں تصرف کیا اور بس - پس مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ یا مَا بِكُمْ
مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ کے بوجھ سے تو آدمی کسی طرح سبکدوش ہو ہی نہیں سکتا - اب رہا مَآ اَصَابَكَ مِنْ
سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ تو مصیبتیں جو آدمی کو زندگی میں پہنچتی رہتی ہیں بہت تو اسی کی بے احتیاطی کے نتیجے ہیں مثلاً وہ
حفظِ صحت کے قاعدوں کی تعمیل نہیں کرتا اور طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہوتا رہتا ہے - قاعدوں کی تعمیل نہ کرنے کی دو
صورتیں ہیں ایک یہ کہ اُن قاعدوں سے واقف نہیں دوسرے یہ کہ واقف تو ہے مگر اُن پر عمل نہیں کرتا تو جیسے واقف ہو کر عمل نہ کرنا
اس کا قصور ہے ویسے ہی ناواقف رہنا بھی اسی کا قصور ہے - کیوں نہیں جانا - اور کیوں نہیں واقفیت پیدا کی - دریا میں رہنا
ہے تو تیرنا سیکھنا ہی پڑے گا - اور نہیں سیکھے گا تو ڈوبے گا بھی ضرور اور لوگ اسی کو اُلاہنا بھی دیں گے ضرور
یہ جو کچھ ہم نے کہا امراضِ جسمانی کے متعلق تھا - اب اُن تکلیفوں پر نظر کرو جو آدمی کو ابنائے جنس کے ہاتھوں
پہنچ جاتی ہیں - یہ بھی تھوڑی نہیں اور بسا اوقات بیماری سے بڑھ کر تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں - اُن میں بھی
اگر آدمی انصاف کے ساتھ دیکھے بہت سی ایسی نکلیں گی - جو اس کی اپنی بے تدبیری سے اس کو پہنچی ہیں - ان سب
کو حساب سے خارج کر کے دیکھا جائے تو عجب نہیں گنتی کی چند تکلیفیں اضطراری بھی ہوں جن میں اس
شخص تکلیف رسیدہ کو کچھ بھی دخل نہیں - یا شاید نہ بھی ہوں - لیکن فرض کرو کہ ہیں تو بھی خدا کی بے شمار
نعمتوں کے مقابلے میں ان کا وزن پاسنگ سے زیادہ نہ ہوگا - اور ان کا الزام بھی اس پر نہ ہوگا تو اس
کے ابنائے جنس پر ہوگا - بس تو یہ بات آ کر ٹھہری کہ آدمی پر خدا کے بے شمار احسان ہیں - اور چونکہ آدمی
کی طبیعت احسان شناس واقع ہوئی ہے - اس کو ہمہ وقت اور ہر حال میں خدا کا احسان ماننا اور اُس کا
شکر کرنا چاہیے - بڑی بات تو خدا کا جاننا پہچاننا - اور اُس کی ہستی کا یقین کرنا ہے اور اسی پر انسان کی زندگی
کی کامیابی کا انحصار ہے - کیونکہ آدمی خدا کا یقین کرے گا تو ضرور اُس کے حقوق اور اپنے فرائض کو بھی سمجھے گا
اور سمجھے گا تو ضرور تھوڑا بہت عمل بھی کرے گا - اور عمل کرے گا تو آپ بھی راضی رہے گا اور اوروں کو
بھی راضی رکھے گا اور خدا بھی اُس کی فرماں برداری سے خوش ہوگا اس لیے کہ خدا نے جو حکم دیئے ہیں خود
آدمی اور اسی کے ابنائے جنس کے فائدے کے لیے دیے ہیں خدا کی کوئی ذاتی غرض ان سے متعلق نہیں

اور نہ وہ بے نیاز کسی طرح کی غرض رکھتا ہے۔ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ۔ لیکن یقین یقین میں فرق ہے۔ عام طرح کا یقین تو یہ ہے اور یہ یقین کا ادنیٰ درجہ ہے کہ آپ تو غور و فکر کرنے کی عادت نہیں۔ کسی کو مرتے دیکھا یا آپ مبتلائے مصیبت ہوئے خدا یاد آ گیا۔ بات رفت و گزشت ہوئی۔ یادِ خدا بھی بھولی بسری ہو گئی۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں کسی نے کہا ہے
مصرع چکنے گھڑے پہ بُوند پڑی اور پھسل پڑی * یقین کا اعلےٰ درجہ جو خاصانِ خدا کا حصّہ ہے یہ ہے۔ شعر

کسانے کہ یزدان پرستی کنند   باآوازِ دولاب مستی کنند

یہ لوگ ذرّے میں آفتاب کو۔ مخلوق میں خالق کو۔ یعنی ہر چیز میں خدا کو گویا بچشمِ سر مشاہدہ کرتے ہیں۔

ہر چہ آید در نظر غیر تو نیست   یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو *

اِن اعلےٰ اور ادنےٰ دو درجوں کے درمیان میں یقین کے بے شمار مدارج ہیں۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا
خدا نے جو عبادت کو اپنا حق اور ہم بندوں کا فرض قرار دیا ہے۔ تو اس کا اصل مطلب اِس بات کا ظاہر کرنا ہے کہ ہم اُس کے بندے ہیں۔ پھر بندگی کے ظاہر کرنے کے اُس نے طریقے بتا دیئے ہیں۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ اِن تمام طریقوں سے خلق اللہ کو فائدہ پونہچانا مقصود ہے۔

ع راحت بدل رسان کہ ہمیں مذہب ست وبس *

اور جس طریقے سے صاف طور پر یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔ تو کم سے کم اتنا تو ہے کہ خدا کا خیال تازہ ہوتا ہے۔ اور عبادت گزار کی بلکہ سارے مسلمانوں کی بلکہ کل عالم کی فلاح دارین اسی خیال پر متفرع ہے *

---

۵ اگر تم (خدا کی) ناشکری کرو تو اللہ تم سے بے نیاز (مطلق) ہے اور اپنے بندوں کے لیے ناشکری کو پسند نہیں کرتا (یعنی یہ نہیں چاہتا کہ اُس کی ناشکری کریں) اور اگر تم (اُس کا) شکر کرو تو وہ تمہاری اِس ادا کو پسند کرتا ہے ۱۲ ۵۲ جو شخص دنیا کا طالب ہو تو ہم جس کو چاہتے ہیں (اور) جتنا چاہتے ہیں اسی (دُنیا) میں سردست اُس کو دے دیتے ہیں (مگر) پھر (آخر کار) ہم نے اُس کے لیے دوزخ ٹھیرا رکھی ہے جس میں وہ بُرے حالوں راندۂ (درگاہِ خدا) ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص طالبِ آخرت ہو اور آخرت کے لیے جیسی کوشش کرنی چاہیئے ویسی اُس کے لیے کوشش بھی کرے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی محنت (خدا کے ہاں) مقبول ہوگی (اے پیغمبر) وہ (دنیا کے طالب) اور یہ (آخرت کے طالب) سب ہی کو ہم تمہارے پروردگار کی (یعنی اپنی) بخشش سے امداد دیتے ہیں اور تمہارے پروردگار کی بخشش (عام ہے کسی پر) بند نہیں (اے پیغمبر) دیکھو (تو سہی کہ) ہم نے (دنیا میں) بعض لوگوں کو بعض پر کیسی برتری دی اور البتہ آخرت کے درجے کہیں بڑھ کر ہیں اور (ویسے ہی) اُن کی برتری (بھی) کہیں بڑھ کر ہے ۱۲

ممانعت شرک

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (یوسف ع ۵ پارہ ۱۲)+

(یوسف ؑ نے اُن دو قیدیوں سے جنھوں نے اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھی تھی یہ بھی کہا) اور میں اپنے باپ دادوں (یعنی) ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے دین پر چل رہا ہوں ہم کو شایاں نہیں کہ خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنائیں یہ (عقیدہ) خدا کا ایک فضل ہے (جو اُس نے) ہم پر اور لوگوں پر (کیا ہے) مگر اکثر آدمی (اُس کی اس نعمت کا) شکر نہیں کرتے **ف** اے یارانِ مجلس بھلا (دیکھو تو سہی کہ) جُدا جُدا معبود اچھے یا خدائے یگانہ (و) زبردست تم لوگ خدا کے سوا نِرے ناموں ہی کی پرستش کرتے ہو جو تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے (اپنے دل سے) گھڑ رکھے ہیں خدا نے تو ان (کے معبود ہونے) کی کوئی سند اُتاری نہیں (تمام جہان میں) حکومت تو بس ایک اللہ ہی کی ہے (اور) اُس نے حکم دیا ہے کہ صرف اُسی کی پرستش کرو یہی دین (کا سیدھا رستہ) ہے مگر (افسوس) اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (انعام ع ۱۰ پارہ ۷)+

یہ ہے اللہ کی رہنمائی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس طرح کی ہدایت دے اور اگر یہ (پیغمبر) شرک کیے ہوتے تو ان کا (سارا) کیا دھرا ان سے ضائع ہو جاتا۔

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (الزمر ع ۷، پارہ ۲۴)+

(اے پیغمبر) تمھاری طرف اور اُن (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں (ایک ایک کی طرف) وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو ضرور تمھارے (سارے) عمل ضبط ہو جائیں گے اور ضرور تم گھاٹے میں آ جاؤ گے۔

ف عقیدہ توحید کا پیغمبروں کے حق میں فضلِ خدا ہونا تو ظاہر ہے کہ وہ اُن کی نجات کا ذریعہ ہے اور

ممانعت شرک میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں سے چند آیتوں کا ذیل میں حوالہ دیا جاتا ہے۔

(۱) قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئا (انعام ع ۱۹)

(۲) لا تجعل مع اللہ الٰھا اخر فتقعد مذموما مخذولا (بنی اسرائیل ع ۲)

(۳) ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت (النحل ع ۵)

(۴) قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحن اللہ وما انا من المشرکین (یوسف ع ۱۲)

(۵) قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر الخ (اعراف ع ۲۴)

(۶) وان اقم وجھک للدین حنیفا ولا تکونن من المشرکین ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک فان فعلت الخ (یونس ع ۱۱)

(۷) فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ الخ (الروم ع ۴)

(۸) واذ قال لقمان لابنہ وھو یعظہ یبنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم (لقمان ع ۲)

(۹) قل انی نھیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ الخ (انعام ع ۷)

(۱۰) قل انی نھیت ان اعبد الذین تعبدون من دون اللہ لما جاءنی البینٰت الخ (الزمر ع ۶)

ممانعتِ شرک

توحید اور ممانعتِ شرک دونوں کا مطلب ایک ہے۔ توحید کے بارے میں جو آیتیں ہیں وہ حکم کے پیرائے میں ہیں کہ خدا کو اُس کی ذات و صفات میں یگانہ مانو اس سے ممانعتِ شرک مستنبط ہوتی ہے لیکن چونکہ توحید کا معاملہ بڑا مہتم بالشان ہے اس لیے نہی کے پیرائے میں بھی ممانعتِ شرک کی بہت سی آیتیں قرآن میں پائی جاتی ہیں۔ دینِ الٰہی آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر بلا تغیر و تبدیل چلا آتا ہے اور اس کا اصل الاصول توحید ہے کہ خدا کو ایک مانا جائے مگر دین کے اسی ایک رکنِ توحید میں ایسا ضعف آگیا تھا کہ جو لوگ بُت پرست تھے سو تھے اہلِ کتاب بھی توحید میں رخنہ اندازیاں کرنے لگے تھے یعنی یہود عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعض خدا کا بیٹا اور بعض مستقل خدا ماننے لگے تھے نصاریٰ میں جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کو مستقل خدا مانتے ہیں وہ عجب طرح پر خدا کے بارے میں تثلیث اور توحید دو متناقض باتوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اس معمے کو خود سمجھتے ہیں اور نہ دوسرے کو سمجھا سکتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ انسان کو صرف وجودِ عاقل ہونے کی وجہ سے دین و مذہب کی تکلیف دی گئی ہے پھر بھی عقلِ انسانی محدود عقل ہے بہت سی باتیں ہیں جن کو انسان نہیں سمجھتا مثلاً دور کیوں جاؤ خود اسی کی روح ہی کہ آج تک کسی نے روح کی حقیقت کو نہیں سمجھا مگر پھر بھی روح ہے۔ لیکن سمجھ میں نہ آنا اور بات ہے اور انکارِ عقلی بالکل دوسری بات ہے خدا کی ذات اور اُس کی صفات عقلِ انسانی میں آنے کی باتیں نہیں مگر شرک کہ اُس میں بت پرستی اور عقیدۂ تثلیث سب شامل ہیں ایسی باتیں ہیں کہ عقل ان کو قبول نہیں کرتی نہ یہ کہ سمجھتی نہیں۔ اِس ضعفِ توحید کو دور کرنے کے لیے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اسلام اور

یہودیت اور نصرانیت میں اور بھی چند در چند اختلافات ہیں مگر وہ اختلاف فروعی ہیں۔ مثلاً عبادتوں کے
طریقے اور اوقات یا بعض جانوروں کی حلت و حرمت یا مثلاً جہتِ قبلہ یا اسی طرح کے اور بعض مسائل بڑا
اختلاف جو اسلام اور اہلِ کتاب کے عقائد میں ہے وہ توحید ہے۔ قرآن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ توحید اصلِ دین ہے اور اسلام اس بارے میں کسی طرح کی توجیہ و تاویل کو بھی جائز نہیں رکھتا۔ ہم نے
جو کچھ اس کتاب کے دیباچے اور عنوان توحید کے ذیل میں لکھا ہے۔ وہ ممانعتِ شرک کے لیے بھی بس کرتا
ہے۔ خداشناسی کا سیدھا رستہ جو اسلام نے تعلیم کیا ہے یہ ہے کہ کارخانۂ عالم پر نظر کرکے ادنےٰ
تامل سے ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ اس کارخانے کا بنانے والا اور سنبھالنے والا کوئی ہے اور وہ کوئی ان
چیزوں میں سے نہیں ہے جن کو ہم دیکھتے اور دیکھ سکتے ہیں۔ ہم اپنے تئیں عقل و دانش کے اعتبار سے
اشرف المخلوقات پاتے ہیں لیکن ہم خود اپنی جگہ درماندہ ہیں۔ مجبور ہو کر ہم کو ایسی ہستی کا قائل ہونا پڑتا
ہے جو ہماری اور مخلوقات کی جنس میں سے نہیں ہے۔ بس خدا کے ہونے کی ہمارے پاس ایک ہی
دلیل ہے ہمارے دل کی گواہی۔ ہم نے اپنے دل کی گواہی کو جب جب آزمایا صحیح ثابت ہوئی مثلاً ہم صبح کے
وقت مشرق کی طرف روشنی ہوتی دیکھتے ہیں اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ آفتاب نکلنے والا ہے اور اس
گواہی کے صحیح ثابت کرنے کے لیے واقع میں بھی آفتاب نکلتا ہے۔ یا مثلاً ہم کو دور سے دھواں اٹھتا ہوا
دکھائی دیتا ہے۔ اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ دھواں کسی آگ سے پیدا ہوا ہے۔ ہم موقع پر جا کر دیکھتے ہیں تو
واقع میں آگ پاتے ہیں۔ ہم نے لوگوں کو مرتے دیکھا ہے۔ اور ایک شخصِ خاص کی نسبت ہم حکم لگاتے ہیں
کہ یہ بھی مرے گا اور وہ واقع میں اویر سویر مرتا ہے۔ اسی طرح جب ہم ایک بنا ہوا مکان یا ایک چلتی گھڑی دیکھتے
ہیں تو ہمارا ذہن فوراً اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ اس مکان کا بنانے والا کوئی معمار اور گھڑی کا بنانے والا کوئی
گھڑی ساز ضرور ہے اور تحقیق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ واقع میں مکان کا تعمیر کرنے والا معمار اور گھڑی کا بنانے
والا گھڑی ساز ہے بھی۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے دل کی گواہی یا ہماری عقل کا حکم کسی جگہ غلطی نہ کرے اور
کرے تو خدا کے بارے میں اس سے ثابت ہوا کہ مخلوقاتِ عالم کو دیکھ کر جو ہم نے سمجھا ہے کہ ان کا بنانے
والا مرئیات اور مشاہدات میں سے نہیں ہے بلکہ ایک ہستی ہے جس کو ہم بچشمِ سر نہیں دیکھ سکتے۔ اور اسی کو
ہم لوگ خدا کہتے ہیں ٹھیک ہی جس طرح ہم نے خدا کی ذات کو پہچانا اسی طرح اس کی صفات کو پہچانا۔ اور جس دلیل سے
ہم نے خدا کو مانا اسی دلیل سے ہم نے اس کو ایک بھی مانا۔ ایک ہونا خدا کے لیے شرطِ ضروری ہے اگر اس کی
ذات یا صفات میں کوئی اور شریک ہو تو ایسا خدا خدا ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ شرکت اگر ہوگی تو خود
خدا میں کسی طرح کا ضعف ہوگا۔ جس کی تلافی شرک سے کی جاتی ہے اور ضعف کا نام آیا اور خدائی گئی گزری ہوئی
جس کے سر میں عقل ہے یعنی جس نے انسانیت کا جامہ پہنا ہے وہ خدا کا منکر تو ہو نہیں سکتا۔ خدا کے خیال کو دل
میں جگہ نہ دینا انکار ہی نہیں ہے۔ بلکہ غفلت ہے اور اس سے کوئی فرد بشر خالی نہیں الا ماشاء اللہ یہاں تک

کہ خود جناب رسالت مآب فرماتے ہیں لِیْ مَعَ اللہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ شرک ایک اعتبار سے انکار ہی ہے۔ مگر دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو وہ بھی داخل انکار ہے۔ شرک ایسی بدبلا ہے کہ اس سے محفوظ رہنا بہت دشوار ہے اس لیے کہ شرک کی دو قسمیں ہیں شرکِ جلی اور شرکِ خفی۔ بتوں کو پوجنا فرشتوں اور پیغمبروں اور بزرگانِ دین یا سوائے خدا کے کسی چیز میں خدا کی صفتوں میں سے کسی صفت کا ہونا تسلیم کرنا شرک جلی ہے۔ اور شرکِ خفی کے بہت سے اقسام ہیں از انجملہ لوگوں کے نام ایسے رکھنا جن سے بوئے شرک پیدا ہوتی ہو۔

اصل میں شرک کی تین قسمیں ہیں۔ **شرک فی الذات۔ شرک فی الصفات۔ شرک فی الاسماء**

شرک فی الذات تو یہ ہے کہ کئی خدا ماننے جائیں اور منکرِ خدا بھی مشرک فی الذات کے ذیل میں ہے۔ شرک فی الصفات یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی دوسرے کو اُن صفات سے متصف مانا جائے جو خدا کے ساتھ خاص ہیں۔

شرک فی الاسماء کو ہم نے شرک کی ثالث قسم قرار دیا ہے مگر از بسکہ اسماء صفاتی ہیں۔ شرک فی الاسماء حقیقت میں شرک فی الصفات ہے۔ شرک فی الاسماء کو قسم مستقل قرار دینا ایک آیت کی وجہ سے ہوا ہے۔ جو معہ ترجمہ وفوائد ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اور اللہ کے (سب ہی) نام اچھے ہیں تو اُس کے نام لے کر اُس کو (جس نام سے چاہو) پکارو اور جو لوگ اُس کے ناموں میں کفر کرتے ہیں اُن کو (اُن ہی کے حال پر) چھوڑ دو کوئی دن جاتا ہے کہ وہ اپنے کیے کا بدلہ پائیں گے ف

ف ناموں میں کفر کرنے کے بہت پیرائے ہیں از انجملہ جو بدنصیبی سے مسلمانوں میں بھی بہ کثرت شائع ہے یہ کہ خدا کے سوا کسی اور کو اُن صفتوں سے پکارا جائے جو خدا کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے مشکل کشا۔ دستگیر اَن داتا۔ شہنشاہ وغیرہ ۱۲

رجاء

رجاء

یٰبَنِیَّ اذْھَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ (یعقوب نے اپنے بیٹوں سے یہ بھی کہا کہ) لڑکو!

لہ عنوان رجا میں ذیل کی چند آیتیں بھی داخل ہوسکتی ہیں

(۱) ان الذین لا یرجون لقآءنا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بھا والذین ھم عن اٰیتنا غٰفلون اولٰئک ماوٰھم النار بما کانوا یکسبون (یونس ۲۶) (۲) اولٰئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ ان عذاب ربک کان محذورا (بنی اسرائیل ۵۶)

(۳) امن ھو قانت اٰناء الیل ساجدا وقائما یحذر الاٰخرۃ ویرجوا رحمۃ ربہ الخ (الزمر ۱)

سہ یعنی میرے لیے خدا کے ساتھ ایک وقت خاص ہے جس میں نہ تو مقرب فرشتے کو گنجائش ہوتی ہے نہ نبی مرسل کو ۱۲

وَاَخِیْہِ وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ ○ (یوسف ع ۱۰ پارہ ۱۳)

اور اُس کے بھائی کی ٹوہ لگاؤ اور خدا کی رحمت سے نااُمید نہ ہو کیونکہ خدا کی رحمت سے وُہی لوگ نااُمید ہوا کرتے ہیں جو کافر ہیں۔

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ وَاَنَّ عَذَابِیْ ھُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ○ (حجر ع ۴)

(اے پیغمبر) ہمارے بندوں کو آگاہ کردو کہ (ایک طرف ہم) بخشنے والے مہربان ہیں اور (دوسری طرف) ہمارا عذاب (بھی بڑا) مُوذی عذاب ہے۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ (الزمر)

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اے ہمارے بندو جنھوں نے (گناہ کرکے) اپنے اُوپر زیادتیاں کی ہیں اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ رہو کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے (اور) وہ بے شک (بڑا) بخشنے والا مہربان ہے۔

خشیت و رہبت و تقویٰ

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِیَآءً وَّذِکْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ ○ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَیْبِ وَھُمْ مِّنَ السَّاعَۃِ مُشْفِقُوْنَ ○ (انبیاء ع ۴ پارہ ۱۷)

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (حق و باطل میں) فرق کرنے والی (کتاب یعنی توراۃ) دی اور (راہِ راست دکھانے کے لیے) روشنی اور (سمجھانے کے لیے ایک) نصیحت نامہ مگر اُن ہی پرہیزگاروں کے لیے جو بے دیکھے اپنے پروردگار کا خوف مانتے اور وہ (روزِ) قیامت سے بھی ڈرتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـہَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ ○ (النحل ع ۷ پارہ ۱۴)

اور لوگو! خدا نے حکم دیا ہے کہ دو دو معبود نہ ٹھیراؤ بس وُہی (خدا) ایک معبود ہے تو صرف ہمارا ہی خوف رکھو۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ

اور (اے پیغمبر اُس بات کو یاد کرو کہ) جب تم اُس شخص کو سمجھاتے تھے (یعنی زید بن حارثہ کو) جس پر اللہ نے (اپنا) احسان کیا (کہ اُس کو اسلام کی توفیق دی) اور تم بھی اُس پر احسان کرتے

اَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخۡفِىۡ فِىۡ نَفۡسِكَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِيۡهِ وَتَخۡشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰٮهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰكَهَا لِكَىۡ لَا يَكُوۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ حَرَجٌ فِىۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِيَآئِهِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ مَفۡعُوۡلًا ۝ مَا كَانَ عَلَى النَّبِىِّ مِنۡ حَرَجٍ فِيۡمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقۡدُوۡرَا ۝ اۨلَّذِيۡنَ يُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا يَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا ۝ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ

رہے **ف۱** کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر (اور اُس کو چھوڑ نہیں) اور تم اُس (بات) کو اپنے دل میں چھپاتے تھے **ف۲** جس کو (آخر کار) اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم (اِس معاملے میں) لوگوں سے ڈرتے تھے اور خدا اِس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو پھر جب زید اُس (عورت) سے بے تعلقی کر چکا (یعنی طلاق دیدی۔ اور عدت کی مُدت پُوری ہو گئی) تو ہم نے تمہارے ساتھ اُس (عورت) کا نکاح کر دیا تاکہ (عام مُسلمانوں کے لے پالک جب اپنی بی بیوں سے بے تعلق ہو جائیں تو مُسلمانوں کے لیے اُن (عورتوں سے نکاح کر لینے) میں (کسی طرح کی) تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے اللہ نے پیغمبر کے لیے جو بات ٹھیرا دی ہو اُس (کے کرنے) میں پیغمبر کے لیے کچھ مضایقہ (کی بات) نہیں جو (پیغمبر) پہلے ہو چکے ہیں اُن میں (بھی یہی) عادتِ آلٰہی (رہی) ہے (کہ اُن پر خدا نے نکاح کے بارے میں تنگی نہیں کی) اور خدا کے (جتنے) کام (ہیں) ایک امر تقدیری (ہیں جو روزِ ازل سے) ٹھیرے ہوئے ہیں وہ اگلے پیغمبر (اِس صفت کے تھے کہ) خدا کے پیغام (لوگوں کو) پُہنچاتے اور خوفِ خدا رکھتے تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے (تو اے پیغمبر تم کیوں ڈرو) اور حسابِ (اعمال) کے لیے اللہ بس ہے (وہ سب سمجھ لے گا۔ لوگو!) محمد۔ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (تو زید کے کیوں ہوں) وہ تو اللہ کے رسول ہیں۔ اور (خطوں کی مُہر کی طرح سب) پیغمبروں کے آخر میں ہیں

ف۱ یعنی پالا پوسا پھر غلامی سے آزاد کیا اور اپنی پھوپی زاد بہن زینب اُس سے بیاہ دی ۱۲ **ف۲** یعنی زید چھوڑ دے گا تو میں زینب سے نکاح پڑھا لوں گا ۱۲

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ (احزاب ع ۵ پارہ ۲۲)

اور اللہ تمام چیزوں کے حال سے واقف ہے ف۱

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝ (النازعات ع ۲ پارہ ۳۰)

اور جو اپنے پروردگار کے روبرو رہنے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا تو اس کا ٹھکانا بہشت۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ (آل عمران ع ۱۱ پارہ ۴)

مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور اسلام ہی پر مرنا ف۲

ف۱ یہ واقعہ پیغمبر صاحب کی زندگی کے بڑے واقعات میں سے ہے۔ بات یہ ہے کہ زینب بنت جحش پیغمبر صاحب صلعم کی پھوپی زاد بہن تھیں ان کی والدہ کا نام امیمہ اور وہ بیٹی تھیں عبد المطلب کی جو پیغمبر صاحب صلعم کے جد امجد تھے۔ یہ تو زینب کا حال ہوا دوسری طرف زید بن حارثہ تھے نہ شریف زادے مگر بچپن میں ان کو لوگ پکڑ کر لے گئے تھے اور اس وقت دستور تھا اور اب تک بھی ہے کہ بچوں کو زبردستی پکڑ لے جاتے اور غلام بنا لیتے ابھی جوان نہیں ہوئے تھے کہ زید غلامی کی حالت میں مکے آ کر فروخت ہوئے پیغمبر صاحب نے ان کو خرید لیا اور آزاد کر کے اپنے پاس رکھا اس پر طرہ یہ کہ بڑھتے بڑھتے پیغمبر صاحب نے ان کو اپنا متبنیٰ کر لیا اس وقت تک متبنیٰ کے بارے میں کوئی حکم خدا کی طرف سے صادر نہیں ہوا تھا اور متبنیٰ بیٹوں کے ساتھ ہر طرح پر صلبی بیٹوں کی سی مدارات کی جاتی تھی اور اب تک بھی ہندوستان کے مسلمانوں کا قریب قریب یہی حال ہے زید پیغمبر صاحب کو بھی یہاں تک عزیز تھے کہ آپ نے زینب کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا اور زینب اس وقت بھی اس نکاح سے ناخوش ہی تھیں کیونکہ زید اگرچہ پیغمبر صاحب کے متبنیٰ کہلاتے تھے مگر تھے تو غلام آزاد اور اس کے علاوہ شاید صورت کے اعتبار سے بھی زینب کی جوڑ نہ تھے۔ بہر کیف میاں بی بی میں موافقت نہ آئی یہاں تک کہ زید زینب کے چھوڑنے پر آمادہ ہوئے۔ پیغمبر صاحب نے ان کو بہتیرا سمجھایا لیکن جب طبیعتوں میں ناموافقت ہوتی ہے تو میاں بی بی کے تعلق میں لطف باقی نہیں رہتا آخر زید نے زینب کو طلاق دے ہی دی اب پیغمبر صاحب کو کئی مشکلیں پیش آئیں سب سے پہلے زینب کی دلجوئی کہ ان کو پیغمبر صاحب نے زید سے بیاہ دیا تھا اور وہ نکاح ان کو ناگوار تھا اب اس پر طلاق کا دیا جانا یہ دوسری ناگواری اور یہی کے مقارن خدا کو منظور ہوا کہ متبنیٰ کی رسم بھی موقوف کی جائے نہ یہ کہ لوگ لے پالک نہ بنائیں بلکہ لے پالک کو صلبی بیٹے کی طرح نہ سمجھیں اور نہ صلبی بیٹے کے سے اُن کے حقوق تسلیم کیے جائیں اور جب ایک شخص دنیا میں کوئی اصلاح کرنی چاہتا ہے تو سب سے عمدہ تدبیر اس اصلاح کے جاری کرنے کی یہ ہے کہ خود اس پر عمل کر کے اپنا نمونہ دوسروں کو دکھائے اب یہ موقع تھا کہ پیغمبر صاحب زینب سے خود نکاح کر لیں مگر معلوم تھا کہ متبنیٰ کی بی بی سے نکاح کرنا صلبی بیٹے کی بی بی سے نکاح کرنے کے برابر سمجھا جاتا ہے اگر پیغمبر صاحب زینب سے نکاح نہ کرتے تو زینب کی دلجوئی نہیں ہو سکتی تھی اور نہ متبنیٰ کی رسم کی اصلاح ہو سکتی تھی لوگ یہ حجت کرتے کہ خود پیغمبر صاحب کو ایسا موقع ملا اور جو دوسروں سے کرانا چاہتے تھے آپ نے کیا اور نکاح کرنے میں یہ قباحت تھی کہ رسم مروجہ کے مطابق نہایت مکروہ الزام پیغمبر صاحب کے ذمے عائد ہوتا تھا (بقیہ فائدہ ف۱ صفحہ ۵۳ آئندہ)

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ۝ (النساء ع ۱۹ پ ۵)

اور (مسلمانو!) جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی اُن سے اور تم سے ہم نے بتاکید یہی کہہ رکھا ہے کہ اللہ کی (نارضامندی) سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کروگے تو وہ تمہاری کچھ پروا نہیں رکھتا کیونکہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ بے نیاز (بہمہ صفت) موصوف ہے

خشیۃ و رہبۃ اور تقوے کا مضمون اگر غور سے دیکھا جائے تو قرآن مجید کی ہر ہر آیت سے ٹپک رہا ہے لیکن جن مقامات میں یہ الفاظ بالتصریح مذکور ہیں اُن کا ذیل میں ذکر ہوتا ہے۔

(۱) ان الذین ھم من خشیۃ ربھم مشفقون (المومنون ع ۴)
(۲) فلا تخشوا الناس واخشون (المائدہ ع ۷)
(۳) ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا وادعوہ خوفا وطمعا (اعراف ع ۷)
(۴) انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم (انفال ع ۱)
(۵) ویخشون ربھم ویخافون سوء الحساب (رعد ع ۳)
(۶) اتخشونھم فاللہ احق ان تخشوہ (التوبہ ع ۲)
(۷) تتجافی جنوبھم عن المضاجع (السجدہ ع ۲)
(۸) من خشی الرحمن بالغیب (ق ع ۳)
(۹) ولمن خاف مقام ربہ جنتان (رحمن ع ۳)
(۱۰) ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ (النور ع ۷)
(۱۱) یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ (المائدہ ع ۶)
(۱۲) یا یھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون (آل عمران ع ۲۰)
(۱۳) فاتقوا اللہ واطیعون (آل عمران ع ۵)
(۱۴) یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (توبہ ع ۱۴)
(۱۵) منیبین الیہ واتقوہ (الروم ع ۴)
(۱۶) یا یھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ (حج ع ۱)
(۱۷) یا یھا النبی اتق اللہ ولا تطع الکفرین (احزاب ع ۱)
(۱۸) یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ وامنوا برسولہ (حدید ع ۴)
(۱۹) یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر (حشر ع ۳)
(۲۰) فاتقوا اللہ ما استطعتم (تغابن ع ۲)
(۲۱) ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا (طلاق ع ۱)

اطاعت

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی

(بقیہ فائدہ صفحہ ۵۲) بے شک پیغمبر صاحب بتقاضائے بشری اس وقت بہت ہی متردد ہوئے ہوں گے مگر آخر کار اصلاح کا پہلو غالب رہا اور آپ نے خود زینب سے نکاح کر لیا اور کرنا چاہیے تھا اور اصلاح کے واسطے پیغمبر صاحب نے خود اپنا نمونہ دکھایا تاکہ جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے متبنّے کے بارے میں ذرا نہ ہچکچائے اور متبنّے کو صلبی بیٹا نہ سمجھے ۱۲ **ف ۲** یعنی مرتے دم تک اسی دین اسلام پر ثابت قدم رہنا ۱۲ *

تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ

(اٰل عمران ع ۴ پارہ ۳) +

۲ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ○ (النساء ع ۸ پارہ ۵) +

۳ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ○ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ○

(الانفال ع ۲ پارہ ۹)

۴ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَا یَلِتْکُمْ مِّنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْئًا اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (الحجرات ع ۲ پارہ ۲۶) +

(یہ لوگ) نہ مانیں تو (سمجھے رہیں کہ) اللہ نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا +

+ +

۲ مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں (ان کا بھی) پھر اگر کسی امر میں تم (اور حاکمِ وقت) آپس میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اس امر میں اللہ اور رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو (کہ) یہ (تمہارے حق میں) بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی (یہی طریقہ) بہت اچھا ہے

۳ مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اس (کے حکم) سے سرتابی نہ کرو اور (ہمارا ارشاد) تو تم سن ہی رہے ہو اور ان لوگوں جیسے نہ بنو جنھوں نے (منہ سے تو) کہہ دیا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ سنتے (سناتے) خاک نہیں۔

۴ اور اگر تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو تو اللہ تمہارے عملوں کے اجر میں سے کسی طرح کی کانٹ چھانٹ نہیں کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اطاعت کے عنوان میں ذیل کی آیتیں بھی داخل ہیں۔

(۱) ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین الخ (نساء ع ۹)

(۲) ویطیعون اللہ ورسولہ اولٰئک سیرحمہم اللہ الخ (توبہ ع ۹) (۳) یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ ورسولہ (نور ع ۷)

(۴) ومن یطع اللہ ورسولہ الخ (فتح ع ۲) (۵) واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (التغابن ع ۲)

ایفاءِ عہد

[1] وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ (الانعام ع ۱۹ پارہ ۸)

[1] اور (مسلمانو! گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا پڑے) جب بات کہو تو گو (فریق مقدمہ اپنا) قرابت مند ہی (کیوں نہ) ہو انصاف (کا پاس) کرو اور اللہ کے (ساتھ جو) عہد (کر چکے ہو اُس) کو پورا کرو یہ ہیں وہ باتیں جن کا تم کو خدا نے حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

[2] أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ ○

(الرعد ع ۳ پارہ ۱۳)

[2] (اے پیغمبر) بھلا جو شخص اس بات کو سمجھتا ہے کہ (قرآن میں) جو (دین) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر اُترا ہے برحق ہے (کیا یہ شخص) اُس شخص کی طرح (بے نصیب ہو سکتا) ہے جو (مطلق) اندھا ہے (اور اُس کو ایسی صریح بات بھی نہیں سوجھ پڑتی۔ قرآن سے تو) بس وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو سمجھ دار ہیں (یہ) وہ لوگ (ہیں) کہ اللہ کے (ساتھ جو انھوں نے بندے ہونے کا) عہد (کر لیا ہے اُس) کو پورا کرتے ہیں اور اپنے اقرار کو نہیں توڑتے۔

[3] وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ○ (النحل ع ۱۳ پارہ ۱۴)

[3] اور جب تم لوگ آپس میں قول و قرار کر لو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو ف اور قسموں کو پکا کیے پیچھے نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھیرا چکے ہو کچھ شک نہیں کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُس سے بخوبی واقف ہے

ایفاءِ عہد کے عنوان میں ذیل کی آیتیں بھی ملاحظہ ہوں۔ (۱) ولا تشتروا بعهد الله ثمنا قليلا الخ (النحل ۱۳) (۲) من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه (احزاب ۳)

ف لوگوں میں باہمی قول و قرار اکثر قسما قسمی سے ہوا کرتا ہے اس لیے فرمایا کہ قول و قرار کرو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ قول و قرار کو پورا کرو ۱۲

انابت و رجوع

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَرَزَقَنِىْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۗ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۗ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۗ وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ ۗ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ○

(ہود ع ۸ پارہ ۱۲)

(شعیب نے اپنی بت پرست قوم کے جواب میں کہا بھائیو! بھلا دیکھو تو سہی اگر میں اپنے پروردگار کے کھلے رستے پر ہوں اور وہ مجکو اپنے (فضل) سے عمدہ (یعنی حق حلال) روزی دیتا ہے (تو کیا اس طریقے کو چھوڑ کر تمھاری طرح حرام کی کمائی کھانے لگوں) اور میں ہرگز نہیں چاہتا کہ جس (کام کے کرنے) سے تم کو منع کرتا ہوں تمھارے برعکس آپ اس کو کرنے لگوں میں تو اپنے حتے المقدور (لوگوں میں معاملے کی) اصلاح چاہتا ہوں اور بس اور (اس ارادے میں) میرا کامیاب ہونا تو بس خدا ہی (کی تائید) سے ہو سکتا ہے میں تو اُسی پر بھروسا رکھتا اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ (الزمر ع ۶ پارہ ۲۴)

اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہو جاؤ اور اُس کی فرماں برداری کرو (مگر) اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آنازل ہو اور اُس وقت تم کو (کسی طرف سے) مدد بھی نہ پہنچ سکے۔

اس عنوان کے متعلق قرآن مجید میں اور بھی آیتیں ہیں منجملہ اُن کے چند یہ ہیں۔

(۱) قل ان اللّٰہ یضل من یشاء و یھدی الیہ من اناب (رعد ۲۶)

(۲) اللّٰہ یجتبی الیہ من یشاء و یھدی الیہ من ینیب (الروم ۲۶)

(۳) منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین (الروم ۲۶)

(۴) فاستغفر ربہ وخر راکعا واناب (ص ۲۶)

(۵) والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوھا وانابوا الی اللّٰہ لھم البشری فبشر عبادی الذین یستمعون القول

(۶) ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللّٰہ (زمر ۲۶)

(۷) واتبع سبیل من اناب الی ثم الی مرجعکم (لقمان ۲۶)

تسلیم و رضا

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۗ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ

اور (یہود) کہتے ہیں کہ یہود کے سوا اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے سوا جنت میں کوئی نہیں جانے پائے گا یہ اُن کے (اپنے) خیالی پلاؤ ہیں

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (بقرہ ع ۱۳ پارہ ۱)

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو بلکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا ف اور وہ نیکوکار بھی ہے تو اس کے لیے اس کا اجر اس کے پروردگار کے ہاں (موجود) ہے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا) غم (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ○ (آل عمران ع ۹ پارہ ۳)

کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں حالانکہ جو (فرشتے آسمانوں میں ہیں) اور (جو لوگ) زمین میں ہیں چار و ناچار اسی کے حکم بردار ہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

اس عنوان کے متعلق ذیل کی آیتیں بھی ہیں۔

(۱) فان حاجوک فقل اسلمت وجھی للہ ومن اتبعن الخ (آل عمران ع ۲)

(۲) ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه للہ وھو محسن واتبع الخ (النساء ع ۲۱)

(۳) ومن یسلم وجهه الی اللہ وھو محسن فقد استمسک بالعروۃ الوثقی الخ (لقمان ع ۳)

(۴) قل انی نھیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ لما جاءنی البینت من ربی وامرت ان اسلم لرب العلمین (المومن ع ۷)

ف اسلم وجهه کے لفظی معنی تو ہیں اپنا منہ جھکا دیا لیکن محاورہ اردو میں منہ جھکانے سے اصلی مراد حاصل نہیں ہوتی اس لیے ہم نے محاورے کا ترجمہ اختیار کیا ہے ۱۲

توکل

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ○ (رعد ع ۴ پارہ ۱۳)

(اے پیغمبر جس طرح ہم نے اور پیغمبر بھیجے تھے) اسی طرح ہم نے تم کو بھی (اس زمانے کے لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے جن سے پہلے اور لوگ بھی ہو گزرے ہیں (اور تمہارے بھیجنے سے غرض یہ ہے) کہ جو (قرآن) تم پر وحی کے ذریعے سے ہم نے اتارا ہے وہ ان کو پڑھ کر سنا دو اور یہ لوگ (نہ صرف تمہاری پیغمبری کے منکر ہیں بلکہ سرے سے خدائے) رحمٰن (ہی) کے منکر ہیں (تم ان سے) کہو کہ وہی میرا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی

وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ فَاعْبُدْہُ وَتَوَکَّلْ عَلَیْہِ ؕ وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (ہود ع ۱۰ پارہ ۱۲) +	اور آسمانوں اور زمین میں جو غیب کی باتیں ہیں اُن کا علم اللہ ہی کو ہی اور ہر ایک کام (کا دار و مدار) آخرِ کار اُسی پر جا کر ٹھیرتا ہی تو (ای پیغمبر) اُسی کی عبادت کرو اور اُسی پر بھروسا رکھّو اور جو کچھ تم کر رہے ہو (ای پیغمبر) تُمھارا پروردگار اُس سے غافل نہیں۔
وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا (الطلاق ع ۱ پارہ ۲۸) +	اور جو شخص اللہ پر بھروسا رکھّے گا تو خدا اُس (کی مشکلات کے حل کرنے) کو کافی ہی بے شک جو خدا کو منظور ہوتا ہی وہ اُس کو پُورا کر کے رہتا ہی (اور) اللہ نے تو ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھیرا ہی رکھّا ہی ف۱

لہ توکّل کے بارے میں قرآن کے مختلف مقامات میں بہت کچھ مذکور ہوا ہی منجملہ اُن کے چند آیتیں یہ ہیں +

(۱) انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم الخ (انفال ع ۱)
(۲) وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت الخ (ہود ع ۸)
(۳) قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم الخ (ابراھیم ع ۲)
(۴) وتوکل علی الحی الذی لا یموت وسبح بحمدہ الخ (فرقان ع ۵)
(۵) وتوکل علی العزیز الرحیم (شعراء ع ۱۱)
(۶) فتوکل علی اللہ الخ (نمل ع ۶)
(۷) الذین صبروا وعلی ربھم یتوکلون (عنکبوت ع ۶)
(۸) وتوکل علی اللہ الخ (احزاب ع ۶)
(۹) ذٰلکم اللہ ربی علیہ توکلت الخ (الشوری ع ۲)
(۱۰) فما اوتیتم من شیء فمتاع الحیوٰة الدنیا الخ (الشوری ع ۴)
(۱۱) وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون الخ (التغابن ع ۲)
(۱۲) قل ھو الرحمٰن اٰمنا بہ وعلیہ توکلنا (الملک ع ۲)
(۱۳) فاذا عزمت فتوکل علی اللہ (اٰل عمران ع ۱۷)

استقامت[۲]

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ	(ای پیغمبر تم اِن لوگوں سے) کہو کہ میں (بھی) تم ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر وحی

لہ استقامت کے باب میں یہ آیتیں بھی شامل ہیں۔

(۱) فاستقم کما امرت ومن تاب معک الخ (ہود ع ۱۰)
(۲) فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی الخ (الروم ع ۴)
(۳) فاقم وجھک للدین القیم من قبل ان یاتی الخ (الروم ع ۵)
(۴) وان اقم وجھک للدین حنیفا الخ (یونس ع ۱۱)
(۵) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الخ (احقاف ع ۲)

لہ بعض عنوان صرف اشتراک کی وجہ سے دانستہ مکرر قائم کیے گئے ہیں مثلاً استقامت اور توکّل کہ یہ دونوں اعمالِ قلبی اور اعمالِ لسانی میں مشترک ہیں کیونکہ استقامت عام ہی استقامتِ قولی اور استقامتِ قلبی کو ۱۲

ف۱ از افکار عبرت کا اور اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں ۱۲

أَنَّمَآ إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوٓا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كٰفِرُونَ ۝ (حم السجدہ ع ۱ پارہ ۲۴)

کہ تمھارا معبود بس (وہی) ایک معبود ہے پس سیدھے اُسی کی طرف (مونہ کیے) چلے جاؤ اور اُس سے (اپنے گناہوں کی) معافی مانگو اور شرک کرنے والوں پر افسوس جو زکوۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ ۖ وَقُلْ آمَنتُ بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ مِن كِتٰبٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَآ أَعْمٰلُنَا وَلَكُمْ أَعْمٰلُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ اللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝ (شوریٰ ع ۲ پارہ ۲۵)

تو (اے پیغمبر) تم تو (لوگوں کو) اسی (اصل دین) کی طرف بُلاتے رہو اور (خود بھی) جیسا تم سے فرمایا گیا ہے (اُس پر) قائم رہو اور ان (یہود و نصاریٰ) کی خواہشوں پر نہ چلو اور (ان سے صاف) کہہ دو کہ کتاب (کی قسم میں) سے جو کچھ خدا نے اُتارا ہے میرا تو سب پر ایمان ہے اور مجھکو (خُدا کے ہاں سے) حکم ملا ہے کہ تمھارے درمیان (تمھارے اختلافات کا فیصلہ انصاف) کے ساتھ) کروں (وہی) اللہ (تو) ہمارا پروردگار ہے اور (وہی) تمھارا پروردگار (ہی) ہمارا کیا ہم کو اور تمھارا کیا تم کو ہم میں او تم میں کچھ جھگڑا نہیں اللہ ہی (قیامت کے دن) ہم کو اور تم کو ایک جگہ جمع کرے گا اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

من المترجم ہم نے اس کتاب کے دو حصے قرار دیئے ہیں پہلا حصہ حقوق اللہ اور دوسرا حصہ حقوق العباد۔ پھر حقوق اللہ میں چار باب باندھے ہیں۔ اعمالِ قلبی ایک۔ اعمالِ لسانی دو۔ اعمالِ بدنی تین۔ اعمالِ مالی چار۔ پھر پہلے باب میں گیارہ فصلیں ہیں۔ ایک ایمان باللہ۔ دوسرے توحید۔ تیسرے ممانعتِ شرک۔ چوتھے رجا۔ پانچویں خشیتہ اللہ۔ چھٹے اطاعت۔ ساتویں ایفائے عہد۔ آٹھویں انابت و رجوع۔ نویں تسلیم و رضا۔ دسویں توکل گیارہویں استقامت۔ ان گیارہ فصلوں میں سے پہلی تین کی بابت تو جو کچھ ہم کو لکھنا تھا لکھ چکے باقی ماندہ آٹھ فصلوں کو ہم ایک جگہ کیے دیتے ہیں کیونکہ ہم کو ان فصلوں میں کچھ زیادہ لکھنا نہیں ہے۔ ہر فصل کے متعلق چند آیتیں اُس فصل کے عنوان کے ذیل میں قرآن سے نقل کردی گئی ہیں۔ اور وہ بس کرتی ہیں جب آدمی نے خدا کو خدا کر کے مانا تو وہ اُس کی نافرمانی سے ڈرے گا بھی اور اسی کا نام ہے خشیتہ اللہ اور وہ اُس کے احکام اوامر و نواہی پر عمل آوری بھی ہوگا۔ جو چھٹی فصل اطاعت ہے اور وہ بندۂ خداشناس ایفاء عہد بھی کرے گا۔ اِس عنوان کے متعلق ہم کو اتنا کہنا ہے کہ ایفائے عہد کے ذیل میں جو آیتیں نقل کی گئی ہیں اُن میں سے کسی میں تو مطلق عہد ہے اور کسی میں عہد اللہ۔ سو جہاں مطلق عہد ہے وہاں بھی مفسّروں نے اِسے عہد اللہ ہی سمجھا ہے۔ اور عہد اللہ سے مُراد ہے عہدِ فطرت جو قرآن کی ان دو

آیتوں سے لیا گیا ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِىْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۗ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ اور فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۗ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ۔ مطلب یہ ہے کہ خدا نے انسان کے دل کو اسی طرح کا بنایا ہے کہ از خود اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہی اور اکیلا ایک ہے اس کے لیے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہو اور نہ کسی کے سمجھانے کی حاجت۔ انسان کا دل آپ سے آپ گواہی دیتا ہے اور یہ خیال خود بخود دل سے پیدا ہوتا ہے اَلغرض اگر انسان ذرا متوجہ ہو تو اُس کو چار و ناچار خدا کا اقرار کرنا پڑے مگر غفلت آدمی کو سوچنے سمجھنے نہیں دیتی۔ اور بعض مفسّرین نے لوگوں کے معاہدات باہمی کو بھی عہد اللہ میں شامل کر لیا ہے۔ چنانچہ آیہ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا کے حاشیہ میں ہم نے اس کو اچھی طرح لکھ دیا ہے غرض اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے جو بندوں پر ہیں ایک حق عہد بھی ہے خواہ عہدِ فطرت ہو یا لوگوں کے باہمی معاہدات۔ اگر لوگوں کے باہمی معاہدات کو خدا نے اپنا عہد فرمادیا ہے تو اس سے حقوق العباد کا مہتم بالشّان ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ لوگ حقوق العباد کے ادا کرنے میں بڑی غفلت اور بے پروائی اور کوتاہی کرتے ہیں۔ اور حقوق العباد کے معاملے کو ایک سہل اور سرسری معاملہ سمجھ لیا ہے حالانکہ ہر ایک حق دار اپنے حق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اگر بندہ حقوق اللہ کے ادا کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی کرے تو خدا کی ذات غفور رحیم ہے اُمّید ہے کہ قیامت میں حقوق اللہ کا سختی کے ساتھ مطالبہ نہ ہو یا حسنات سیئات کا کفارہ ٹھیریں اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ لیکن اگر کسی نے کسی بندے کا حق تلف کیا ہے تو وہی حق دار بندہ معاف کرے تو ہو سکتا ہے لوگ اس نکتے کو نہیں سمجھتے اور ابنائے جنس کو اتلافِ حقوق سے ایذائیں دیتے رہتے ہیں۔

پھر جب آدمی نے خدا کو خدا کر کے مانا تو ضرور ہے کہ وہ جب کبھی مشکل آپڑے خدا ہی کی طرف رجوع کرے اور باوجود سعی و طلب اگر خدا نے اُس کو بدحالی میں رکھا ہے اُس کے فیصلے پر خوش دلی اور رضامندی کے ساتھ انگیز کرے۔ جیسا کہ حضرت ایّوب علیہ السلام نے کیا تھا۔ حضرت ایوب کی رضا و تسلیم کا واقعہ قرآن مجید کے کئی موقعوں پر مذکور ہوا

---

۵۱ (اور اے پیغمبر ان لوگوں کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پیٹھوں سے اُن کی نسل کو باہر نکالا اور اُن کے مقابلے میں خود اُن ہی کو گواہ بنایا (اس طرح پر کہ اُن سے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں سب بولے ہاں ہم (اس بات کے) گواہ ہیں (اور یہ اس غرض سے کیا کہ ایسا نہ ہو) کہیں قیامت کے دن تم کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر ہی رہے (یعنی کسی نے ہم کو جتایا بتایا نہیں) یا کہنے لگو کہ شرک ابتدا میں تو ہمارے بڑوں ہی نے کیا اور ہم اُن ہی کی اولاد تھے (کہ) اُن کے بعد (دنیا میں آئے جیسا بڑوں کو دیکھا ہم بھی ویسا ہی کرنے لگے) تو (اے خدا) کیا تو ہم کو اُن لوگوں کے جرم کی پاداش میں ہلاک کیے دیتا ہے جنہوں نے (پہلے) غلطی کی ۱۲ ۵۲ (یہ) خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے خدا کی (بنائی ہوئی) بناوٹ میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا ۱۲ ۵۳ بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں ۱۲

ہے منجملہ ایک سورۂ انبیا کی اِس آیت میں وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ "یعنی اور (اے پیغمبر) ایوب (کی وہ حالت یاد کرو) جب اُنھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجکو (یہ) بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو میرے حال پر رحم فرما" ایوب علیہ السلام بڑے خوش حال پیغمبر تھے سب ہی طرح کی برکتیں مال اور اولاد اور تندرستی وغیرہ خدا نے اُن کو دے رکھی تھیں اور وہ حالتِ خوش حالی میں خدا کے شکر گزار بندے تھے۔ پھر خدا نے اُن کو مصیبت سے آزمانا چاہا مال اور اولاد سب فنا ہوگئے اپنے تئیں کوڑھ کا مرض لگ گیا اور مشہور یہ ہے کہ بدن میں کیڑے بھی پڑ گئے تھے۔ مگر اس حال میں بھی وہ خدا کا شکر کرتے رہے اور امتحان میں پورے اُترے تو خدا نے اپنے فضل سے اُن کی پھر وہی خوش حالی کی حالت کر دی بلکہ اُس سے بہتر۔

یہ مرتبہ خاصانِ خدا کا ہے کہ مصیبت میں بھی دل میں خدا کی طرف سے کسی طرح کی شکایت کا خیال نہ آئے تاہم کوشش کرنی چاہیے۔ کہ "ہر چہ از دوست مے رسد نیکو است"۔ خدانخواستہ خدا نے ہم کو دشمنی کرنے کے لیے پیدا نہیں کیا اگر کوئی امرِ نا ملائم پیش آجاتا ہے تو وہ ہمارے ہی کردارِ بد کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ[1] کسی گھر میں کوئی موت ہو جاتی ہے۔ تو خاص کر عورتیں رونے پیٹنے میں ایسی باتیں بکنے لگتی ہیں کہ ہائے میں لُٹ گئی یا خدا نے مجکو برباد کر دیا۔ اِس قسم کے کلمات کفر تک پونہچتے ہیں۔ اگرچہ ایسی باتوں سے تقدیرِ الٰہی ٹل نہیں جاتی۔ مگر آدمی اِس طرح کی بے صبری ظاہر کرکے اپنے دین کا بھی نقصان کر لیتا ہے پھر جب آدمی نے خدا کو خدا کرکے مانا تو وہ ہمہ وقت خدا کی رحمت کا بھی اُمیدوار رہے گا۔ اور ہر ایک مطلب کے حاصل کرنے میں خدا کی توفیق خدا کی امداد پر بھروسہ کرے گا۔

توکل کی اصل تو یہ ہے کہ آدمی کو غیب کا تو علم نہیں۔ تو اُس کو چاہیے کہ اپنے مدّعا کے حاصل کرنے میں سعی وطلب کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھے اور سعی و طلب بھی کرے تو اِس یقین کے ساتھ کہ خدا اِس کی ضرور مدد کرے گا۔ یہ تو اصلی حقیقت توکل کی ہے مگر لوگوں نے اِس کو کاہلی کا حیلہ بنا رکھا ہے۔ اور بہت لوگ اِس غلطی میں مبتلا ہیں اُنھوں نے توکل کے یہ معنے سمجھے ہیں کہ دست و پا شکستہ ہو کر خود کچھ نہ کریں مثلاً ہم ایک رزق کو لیتے ہیں کہ بے شک خدا نے فرمایا[2] وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا رزقِ عباد کے ذمہ داری کے معنے یہ ہیں کہ خدا نے زمین میں سب طرح کا غلّہ اور میوہ اور پھل پیدا کرنے کی صلاحیت دی ہے۔ اور آدمی کو اِس کا سلیقہ دیا کہ زمین کو جوتے اُس میں بیج ڈالے بیج کے پھوٹنے کے بعد روئیدگی کی خبر رکھے۔ کھاد اور آبپاشی سے اُس کو قوت پونہچاتا رہے۔ پھر فصل کی حفاظت رکھے اِس کے بعد خدا پر اعتماد کرے کہ وہی اپنے فضل سے اِس کی کوشش کو کامیاب کرتا ہے اور کرے گا

[1] (اے بندے حقیقتِ حال تو یہ ہے کہ) تجکو کوئی فائدہ پہنچے تو (سمجھ کہ) اللہ کی طرف سے ہے اور تجکو کوئی نقصان پونہچے تو (سمجھ کہ) تیرے نفس کی طرف سے ہے ۱۲

[2] اور جتنے (جان دار) زمین میں چلتے پھرتے ہیں (اُن) سب کی روزی اللہ ہی کے ذمّے ہے ۱۲

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ۔ اصلی متوکّل وہی کاشتکار ہے جو اپنے بس کے تمام عمل جوتنا بونا وغیرہ کرکے خدا کے فضل پر نظر رکھتا ہے۔ لیکن جو شخص ان عملوں کی زحمت نہ اُٹھائے وہ ہرگز متوکّل نہیں۔ اور نہ اُس نے توکّل کے معنے کو سمجھا ہے بلکہ وہ غافل اور کاہل ہے اور خدا سے بے جا توقّعات لگائے بیٹھا ہے۔ دینی پیشواؤں میں چاہے وہ گروہ علما ہوں یا گروہِ مشائخ۔ بہت سے مدعیِ توکّل ہوتے ہیں اور انھوں نے عوام کالانعام کو بڑے مغالطے میں ڈال رکھا ہے اور قومی دولت کو ان کی وجہ سے بڑا نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور جو لوگ ثواب سمجھ کر ان کی خدمتیں کرتے ہیں وہ ثواب کے عوض خدا کے حضور میں عجب نہیں کہ اسراف کی جوابدہی میں پکڑے جائیں۔ بہرکیف لوگوں کو توکل کے بارے میں اپنے خیالات ٹھیک کرنے چاہییں۔

فضولِ بزرگانہ میں اب باقی رہ گئی استقامت اس کے معنے ہیں قیام و ثبات چاہے اعمال میں ہو اور چاہے عقائد میں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یعنی بس (سچے) مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے پھر (کسی طرح کا) شک (و شبہہ) نہیں کیا اور اللہ کے رستے میں اپنے جان و مال سے کوشش کی (حقیقت میں یہی سچے مسلمان) ہیں۔"

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا۔ یعنی خدا کو سب عملوں سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی اور مداومت کی جائے اور واقع میں گنڈے دار نمازیں ایسی ہیں جیسے مدرسے میں لڑکوں کی گنڈے دار حاضری اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ ایسے لڑکے ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔ اعمال تو اعمال عقائد کا یہ حال ہے کہ ایک آوازِ مخالف عقائد کی تمام عمارت کو ایک دم سے مسمار کر دیتی ہے۔ اور آج کل مخالف آوازوں کا بڑا غُل مچا ہوا ہے اور اسلام شروع سے اعتراضوں کا ہدف ہو رہا ہے بے توفیقِ الٰہی استقامت حاصل نہیں ہو سکتی رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ اے ہمارے پروردگار ہم کو راہِ راست پر لائے پیچھے ہمارے دلوں کو ڈانواڈول نہ کر اور اپنی سرکار سے ہم کو رحمت (کا خلعت) عطا فرما کچھ شک نہیں کہ تُو بڑا دینے والا ہے۔

✢ ✢ ✢

ف ۱ جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اُس کی کھیتی میں اُس کے لیے برکت دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم بقدر مناسب اُس کو دنیا دیں گے (مگر) پھر آخرت میں اُس کا کچھ حصّہ نہیں ۱۲



خدا کی عظمت

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا ○ (بنی اسرائیل ع ۱۲ پارہ ۱۵)

اور (اے پیغمبر) کہو ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے جو نہ تو اولاد رکھتا ہے اور نہ (دونوں جہان کی) سلطنت میں اُس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس سبب سے کہ کمزور ہے کوئی اُس کا مددگار ہے اور (وقتاً فوقتاً) اُس کی بڑائیاں کرتے رہا کرو

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○

(اے پیغمبر تم) جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو اُٹھو اور لوگوں کو (عذابِ خدا سے) ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو (خوب اچھی طرح) پاک (وصاف) رکھو اور نجاست سے الگ رہو ف

اس عنوان کے سلسلے میں ذیل کی آیتیں بھی شامل ہو سکتی ہیں۔

(۱) فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم (التوبۃ ۱۶)

(۲) ذلک بان اللہ ھو الحق وان مایدعون من دونہ الباطل وان اللہ ھو العلی الکبیر (الحج ۸)

(۳) فتعلی اللہ الملک الحق لا الہ الا ھو رب العرش الکریم (المؤمنون ۶)

(۴) اللہ لا الہ الا ھو رب العرش العظیم (نمل ۲)

(۵) ولا تدع مع اللہ الٰھا اٰخر لا الہ الا ھو الخ (قصص ۹)

ف ظاہر طہارت کی تاکید ہے اور بعض مفسر کہتے ہیں کہ گندگی سے شرک اور بت پرستی اور اخلاقِ ذمیمہ مراد ہیں تو انھوں نے ثیابک کے معنے کیے ہیں اپنے جامے کو اور اس سے مراد لی ہے دل یا اپنا آپا ۱۲

آٰمَّا يُشْرِكُوْنَ ؁ (النمل ع ۵ پارہ ۱۹) ✢	یا وہ چیزیں جن کو یہ لوگ شریکِ خدائی ٹھیراتے ہیں
وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ؁ عے (النمل ع ۷ پارہ ۲۰) ✢	اور (اے پیغمبر) کہو کہ خدا کا شکر ہے وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا اور (اُس وقت) تم اِن کو پہچان لوگے اور جیسے جیسے (بُرے بھلے) کام تم لوگ کر رہے ہو (اے پیغمبر) تمھارا پروردگار اُن سے غافل نہیں (جو جیسا کرے گا اُس کو ویسا بدلہ دے گا)۔

عـہ حمد و ثنا کے متعلق ذیل کی آیتیں بھی داخلِ عنوانِ مذکورہ بالا ہو سکتی ہیں۔

(۱) الحمد للہ الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمٰت والنور (انعام ع ۱)

(۲) الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل واسحٰق ان ربی لسمیع الدعاء (ابراھیم ع ۶)

(۳) الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا (کھف ع ۱)

(۴) ولقد اٰتینا داؤد وسلیمان علماً وقالا الحمد للہ الذی فضلنا الخ (نمل ع ۲)

(۵) قل الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون (لقمان ع ۳)

(۶) الحمد للہ الذی لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض الخ (سبا ع ۱)

(۷) الحمد للہ فاطر السمٰوٰت والارض الخ (فاطر ع ۱) (۸) وقالوا الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن (فاطر ع ۴)

(۹) وقالوا الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ الخ (زمر ع ۸) (۱۰) واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین (یونس ع ۱)

(۱۱) وقالوا الحمد للہ الذی ھدٰنا لھٰذا الخ (اعراف ع ۵) (۱۲) فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العٰلمین (انعام ع ۵)

(۱۳) وسلٰم علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین (صافّات ع ۵) (۱۴) فللہ الحمد رب السمٰوٰت ورب الارض رب العٰلمین (جاثیہ ع ۴)

عـہ اوپر کی آیتوں میں مشرکوں کی کج بحثی اور علامات و واقعاتِ قیامت کا ذکر ہے مگر صرف مضمون متعلقہ عنوان پر اکتفا کیا گیا ۱۲*

تسبیح و تقدیس

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ؁ (طٰہٰ ع ۸ پارہ ۱۶)	تو (اے پیغمبر) جیسی جیسی باتیں (یہ کافر) کہتے ہیں اُن پر صبر کرو اور آفتاب نکلنے سے پہلے اور (نیز) اُس کے ڈوبنے سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد (و ثنا) کے ساتھ (اُس کی تسبیح و تقدیس) کیا کرو اور (نیز) رات کے وقتوں میں اور (دوپہر) دن کے لگ بھگ (یعنی ظہر کے وقت بھی) (تسبیح و تقدیس) کیا کرو تاکہ تم (اِس عبادت کا صلہ پا کر) خوش ہو جاؤ ف

لے تسبیح و تقدیس کے معنے یہ ہیں کہ خدا تمام عیوب سے بری اور نقصانات سے پاک ہے ۱۲ ف تسبیح سے مراد مطلق ذکرِ الٰہی ہے یا پانچوں نمازیں ۱۲

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ (الروم ع ٢ پاره ٢١) +

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ (قٓ ع ٣ پاره ٢٦) +

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝ وَالَّذِيْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝ (الاعلیٰ ع ١- پاره ٣٠)

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر ع ١- پاره ٣٠)

پس جس وقت تم لوگوں کو شام ہو اور جس وقت تم کو صبح ہو اللہ کی تسبیح (و تقدیس) کرو- اور آسمان و زمین میں وہی اللہ تعریف کے لائق ہے اور (نیز) تیسرے پہر اور جب تم لوگوں کو دوپہر ہو (اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو)

تو (اے پیغمبر) جیسی جیسی باتیں (یہ منکر) کہتے ہیں اُن پر صبر کرو اور آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور (اُس کے) غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد (و ثنا) کے ساتھ اُس کی تسبیح (و تقدیس) کیا کرو اور رات میں (بھی تھوڑی دیر) اُس کی تسبیح (و تقدیس) کرو اور نمازوں کے بعد (بھی)-

(اے پیغمبر) اپنے پروردگار (عالی شان) کے نام کی تسبیح (و تقدیس) کیا کرو جس نے (تمام مخلوقات کو) بنایا اور (بہت) درست بنایا اور جس نے (ہر ایک چیز کی غرض و غایت کا) اندازہ کیا اور (اُس کو اسی) رستے لگا دیا اور جس نے (ہرا خوش نما) چارہ (زمین سے) نکالا پھر اُس کو (آخر کار) کالا کالا (بدنما) کوڑا کر دیا

تو (اے پیغمبر) اپنے پروردگار کی حمد (و ثنا) کے ساتھ اُس کی تسبیح (و تقدیس) میں مشغول ہو جاؤ اور اُس سے گناہوں کی معافی مانگو- بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے-

تسبیح و تقدیس کے سلسلے میں یہ آیتیں بھی شامل ہیں-

(١) فسبح بحمد ربك وكن من الساجدين (الحجر ع ٦)

(٢) لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بكرة واصيلا (الفتح ع ١)

(٣) واصبر لحكم ربك فانك باعيننا وسبح بحمد ربك حين تقوم ومن الليل فسبحه وادبار النجوم (الطور ع ٢)

(٤) وان من شیء الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم انه كان حليما غفورا (بنی اسرائیل ع ٥)

(٥) يسبحون الليل والنهار لا يفترون (انبیاء ع ٢)

(٦) وسخرنا مع داود الجبال يسبحن والطير (انبیاء ع ٦)

(٧) وتوكل على الحی الذی لا يموت وسبح بحمده (الفرقان ع ٥)

(باقی برصفحہ آئندہ)

(٨) ان هٰذا لهو حق الیقین فسبح باسم ربك العظیم (واقعه ع ٣)

(٩) نحن جعلنٰها تذکرة ومتاعا للمقوین فسبح باسم ربك العظیم (واقعه ع ٢)

(١٠) سبح لله ما فی السمٰوٰت والارض الخ (حدید ع ١)

(١١) سبح لله ما فی السمٰوٰت وما فی الارض (حشر ع ١)

(١٢) یسبح له ما فی السمٰوٰت والارض (حشر ع ٣)

(١٣) سبح لله ما فی السمٰوٰت وما فی الارض الخ (الصف ع ١)

(١٤) یسبح لله ما فی السمٰوٰت وما فی الارض الملك القدوس الخ (جمعه ع ١)

(١٥) یسبح لله ما فی السمٰوٰت وما فی الارض له الملك وله الحمد الخ (تغابن ع ١)

(١٦) قال اوسطهم الم اقل لکم لولا تسبحون الخ (ن ع ١)

(١٧) ومن اللیل فاسجد له وسبحه لیلا طویلا (دهر ع ٢)

ذکر اللہ

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ ۝ (بقرہ ع ١٨ پارہ ٢)

۱ تو (لوگو!) تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر (خیر) ہوتا رہے اور ہمارا شکر کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو **ف**

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ (بقرہ ع ٢٥ - پارہ ٢)

۲ پھر جب اپنے حج کے ارکان تمام کر چکو تو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کے ذکر میں لگ جاتے تھے (اس کو چھوڑ کر) اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خدا کی یاد میں مشغول ہو جاؤ پھر لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو دعا ئیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار جو کچھ ہم کو (دینا ہے) دنیا میں دے (چنانچہ ان کو دنیا مل بھی جاتی ہے) اور آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا

۳ آسمانوں اور زمین کی بناوٹ اور رات اور دن کے ردّ و بدل میں عقلمندوں (کے سمجھنے) کے لیے (قدرت خدا کی بہتیری) نشانیاں (موجود) ہیں کہ یہ لوگ کھڑے اور بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں (اور بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار

ف ایک بڑی لمبی حدیث میں آیا ہے کہ فرشتے روئے زمین سے واپس جا کر بارگاہِ ربوبیت میں حاضر ہوتے ہیں تو ان سے بندوں کا حال پوچھا جاتا ہے تو وہ مجالس خیر کا تذکرہ عرض کرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر اظہار رحمت ہوتا ہے شاید اس آیت میں اسی تذکرے کی طرف اشارہ ہو یا ہم لوگوں کے محاورے کے مطابق فرمادیا ہے کہ تم ہماری یاد رکھو ہم تمہاری یاد رکھیں یعنی ہم کو بھی تمہارا خیال ہے ۱۲

مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

(آل عمران - ع ۲۰ پارہ ۴)

تُو نے اس (کارخانۂ عالم) کو بے فائدہ (تو) نہیں بنایا تیری ذات (ایسے فعل عبث کے کرنے سے) پاک ہے (اور یہ کارخانہ خبر دے رہا ہے کہ آخرت میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا ہونی ہے) تو اے ہمارے پروردگار ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو۔

۴ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (اعراف ع ۲۴ پارہ ۹)

۴ اور (اے پیغمبر) اپنے جی (ہی جی) میں گڑگڑا کر اور ڈر (ڈر) کر اور (بہت) زور کی آواز سے نہیں (بلکہ دھیمی آواز سے) صبح و شام اپنے پروردگار کی یاد کرتے رہو اور (اس کی یاد سے) غافل نہ ہو۔

۵ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ (العنکبوت ع ۵ پارہ ۲۱)

۵ (اے پیغمبر یہ) کتاب جو تمھاری طرف وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھتے رہو کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی (کے کاموں) اور ناشایستہ حرکتوں سے روکتی (رہتی) ہے اور یاد خدا البتہ بڑی (چیز) ہے اور جو کچھ (بھی) تم لوگ کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔

۶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

(احزاب - ع ۶ پارہ ۲۲)

مسلمانو اکثرت سے اللہ کو یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح (و تقدیس) کرتے رہو۔

عنوان ذکر اللہ میں ذیل کی آیتیں بھی شامل ہیں۔

(۱) واذکروا اللہ فی ایام معدودات (بقرہ ع ۲۵)
(۲) فاذا امنتم فاذکروا اللہ کما علمکم (بقرہ ع ۳۱)
(۳) واذکر ربک کثیرا وسبح بالعشی والابکار (آل عمران ع ۴)
(۴) واذکر ربک اذا نسیت وقل عسٰی الخ (کھف ع ۴)
(۵) وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا الخ (الشعراء ع ۱۱)
(۶) واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون (الجمعہ ع ۲)
(۷) یایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ الخ (انفال ع ۶)
(۸) واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا (المزمل ع ۱)
(۹) واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا (الدھر ع ۲)

ذکرِ نعمت

(۱) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (اٰل عمران ع ۱۱ پارہ ۴)

(۱) اور سب (مل کر) مضبوطی سے اللہ کے (دین) کی رسّی پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کی اور تم اُس کے فضل سے بھائی (بھائی) ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے (یعنی دوزخ) کے کنارے (آلگے) تھے پھر اُس نے تم کو اُس سے بچالیا اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ ف

(۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (المائدہ ع ۲ پارہ ۶)

(۲) مُسلمانو! اللہ نے جو تم پر احسان کیے ہیں (اُن کو) یاد کرو کہ جب کچھ لوگوں نے تم پر دست درازی کرنے کا قصد کیا تو خدا نے تم سے اُن کے ہاتھوں کو روک دیا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور مُسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں ف۲

(۳) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ط هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

(۳) لوگو! اللہ کے احسان جو تم پر ہیں اُن کو یاد کرو بھلا اللہ کے سوا کوئی (اور بھی) پیدا کرنے والا ہے جو آسمان و زمین سے تم کو روزی دے (تو) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں

ف پیغمبر صاحب کی بعثت سے پہلے عرب کے لوگوں میں بڑی خانہ جنگیاں رہا کرتی تھیں چنانچہ مدینے کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں سینکڑوں برس سے لڑائی قائم تھی اسلام نے ایک نیا جتھا کھڑا کیا اور اسلام کی برکت سے لوگ اپنی اصلی عداوتیں بھول گئے ہم نے آیات کا ترجمہ احکام کیا ہے اور (قدرت کی) نشانیاں بھی ہوسکتا ہے ۱۲ ف۲ یہود نے دو مُسلمانوں کو مشرک سمجھ کر مار ڈالا تھا۔ پیغمبر صاحب خون بہا طلب کرنے گئے یہود نے اقرار کیا اور آپ کو ایک دیوار کے تلے بٹھا کر کہا کہ ہم اس کا انتظام کرتے ہیں اور آپس میں مشورہ کیا کہ ایسے میں چکی کا پاٹ گرا کر کچلا کردیں پیغمبر صاحب کو وحی کے ذریعے سے اُن کے منصوبے معلوم ہوئے اور آپ ساتھیوں سمیت پہلے سے ٹل گئے اِن آیتوں میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے ۱۲

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ (فاطر-ع ۱ پارہ ۲۲)	پھر تم (لوگ) کدھر بہکے چلے جا رہے ہو۔

ذکرِ نعمت کے متعلق چند آیتیں یہ بھی ہیں۔

(۱) واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ومیثاقہ الخ (المائدہ ع۲)	(۴) واذکروا اذ جعلکم خلفاء الخ (اعراف ع۹)
(۲) واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون الخ (انفال ع۳)	(۵) یایھا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم الخ (الاحزاب ع۲)
(۳) واذکروا اذ کنتم قلیلا فکثرکم الخ (اعراف ع۱۱)	(۶) واما بنعمۃ ربک فحدث (الضحیٰ ع۱)

شُکر

[۱] فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (بقرہ ع ۱۸ پارہ ۲)

[۱] تو (لوگو!) تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر (خیر) ہوتا رہے اور ہمارا شکر کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔

[۲] يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۲۱ پارہ ۲)

[۲] مسلمانو! ہم نے جو تم کو رزق طیب دے رکھا ہے (اس کو بے تامل) کھاؤ اور اگر تم اللہ ہی کی بندگی کا دم بھرتے ہو تو اُس کا شکر (بھی) کرو۔

[۳] مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝ (نساء ع ۲۰ پارہ ۵)

[۳] اگر تم لوگ (خدا کی) شکر گزاری کرو اور (اس پر) ایمان رکھو تو خدا کو تمہیں عذاب دے کر کیا کرنا ہے بلکہ خدا (تو شکر گزاروں کا) قدردان اور (اُن کے حال سے) واقف ہے۔

[۴] وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ ۝ (ابراہیم ع ۲ پارہ ۱۳)

[۴] (موسیٰ نے اپنی قوم کو وعظ کرتے وقت یہ بھی کہا) اور (وہ وقت بھی یاد ہے) جب تمہارے پروردگار نے جتا دیا تھا کہ اگر (ہمارا) شکر کرو گے تو ہم تم کو اور زیادہ (نعمتیں) دیں گے اور اگر تم نے ناشکری کی تو (تم کو معلوم رہے کہ) ہماری مار (بھی بڑی) سخت (ہے)۔

[۵] وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ

[۵] اور ہم نے لقمان کو دانائی عنایت فرمائی (اور ارشاد کیا) کہ اللہ کا شکر کرتے رہو اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی (بھلے کے) لیے شکر کرتا ہے

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝ لقمان ع۲ پارہ ۲۱	اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز اور (ہر حال میں) سزاوارِ حمد و ثنا ہے۔

شکر کے متعلق ذیل کی آیتیں بھی ہیں۔

(۱) وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من باسکم فھل انتم شاکرون (انبیاء ع۶)

(۲) اعملوا آل داؤد شکرا وقلیل من عبادی الشکور (سباع ۲)

(۳) قال یموسٰی انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی وبکلامی فخذ ما اتیتک وکن من الشاکرین (اعراف ع۱۷)

(۴) وقال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ وعلی والدیّ وان اعمل صالحا ترضہ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین۔ (نمل ع۲)

(۵) ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک (لقمان ع۲)

(۶) ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ الخ (احقاف ع۲)

دُعاء

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۲۳ پارہ ۲)	اور (اے پیغمبر) جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو ان کو سمجھا دو کہ) ہم (ان کے) پاس ہیں جب کبھی کوئی ہم سے دعا کرے تو ہم (ہر ایک) دعا کرنے والے کی دعا کو سنتے اور مناسب ہوتا ہے تو قبول (بھی) کر لیتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ ہمارا حکم (بھی) مانیں اور ہم پر ایمان لائیں تاکہ وہ سیدھے رستے لگ لیں ف
اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝	(لوگو) اپنے پروردگار سے گڑگڑا کر اور چپکے (چپکے) دعا کرتے رہو (کیونکہ) وہ (حدِ عبودیت سے) باہر قدم رکھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ف۲

ف عرب کے لوگ سیدھے سادے اور ان پڑھ تو تھے ہی اور خدا کے بارے میں ان کو نئے نئے خیالات تعلیم کیے جا رہے تھے بعض کو یہ واہمہ گزرا کہ خدا کی بڑی اونچی شان ہے تو چلا چلا کر اس سے دعائیں مانگیں اس آیت میں ان کے واہمے کو دور کر دیا ۱۲

ف۲ یعنی بندہ ہمہ وقت خدا کے فضل و کرم کا محتاج ہے اور اگر اپنی احتیاج کو خدا کے آگے ظاہر کرنے میں مضایقہ کرتا ہے تو اس سے ایک طرح کا استغنا پایا جاتا ہے جو منافی عبودیت ہے اور ایک درجہ رضا و تسلیم کا ہے وہ علیحدہ ہے ۱۲

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (اعراف ع ۷، پارہ ۸)	اور (انتظام) ملک کے درست ہوئے پیچھے اس میں فساد نہ پھیلاؤ اور (عذاب کے) ڈر سے اور (فضل کی) امید پر خدا سے دعائیں مانگتے رہو (کیونکہ) خدا کی رحمت خلوص رکھنے والوں سے (بہت ہی) قریب ہے۔
وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (اعراف ع ۲۲ پارہ ۹)	اور اللہ کے (سب ہی) نام اچھے ہیں تو (لوگو!) اس کے نام لے کر اس کو (جس نام سے چاہو) پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کفر کرتے ہیں ان کو (ان ہی کے حال پر) چھوڑ دو کوئی دن جاتا ہے کہ وہ اپنے کیے کا بدلہ (پالیں گے) ف۱

اس عنوان کے متعلق اور بھی بہت آیتیں ہیں جنھیں ہم اپنے رسالہ ادعیۃ القرآن میں جمع کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ ہو۔

ف۱ ناموں میں کفر کرنے کے بہت پیرائے ہیں از انجملہ جو بدنصیبی سے مسلمانوں میں بھی بکثرت شائع ہے یہ کہ خدا کے سوا کسی اور کو ان صفتوں سے پکارا جائے جو خدا کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے مشکل کشا، دستگیر، ان داتا، شہنشاہ وغیرہ اور شاید غریب پرور بھی ۱۲ منہ

توبہ و استغفار

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا ○ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○ (النساء ع ۱۶ پارہ ۵)	(اے پیغمبر) ہم نے (جو) کتاب برحق تم پر نازل کی ہے تو (اس لیے) کہ جیسا تم کو خدا نے بتا دیا ہے اس کے مطابق لوگوں کے باہمی جھگڑے چکا دیا کرو اور دغا بازوں کے طرف دار نہ بنو اور اللہ سے بھول چوک کی معافی چاہو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

عنوانِ توبہ و استغفار میں یہ آیتیں بھی شامل ہیں۔

(۱) وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیه ان ربی قریب مجیب (ھود ع ۸)

(۲) وتوبوا الی الله جمیعا ایها المؤمنون لعلکم تفلحون (نور ع ۴)

(۳) فاستغفروه ثم توبوا الیه (ھود ع ۵)

(۴) قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم اله واحد فاستقیموا الیه واستغفروه (حم السجدہ ع ۱)

(۵) فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا (نوح ع ۱)

(۶) واستغفره انه کان توابا (نصر ع ۱)

لہ اسماء حسنیٰ اور ان کی کیفیت عنوان ممانعت شرک کے آغاز میں گزر چکی وہاں ملاحظہ ہو ۱۲

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (نساء ع ۱۶ پارہ ۵)

اور جو شخص کوئی بُرا کام کرے (یا جھوٹی قسم وغیرہ سے آپ) اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے (اپنا گناہ) بخشوائے تو پائے گا کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف

الۤرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝

(ہود ع ۱ پارہ ۱۱)

الۤر (یہ قرآن ایسی) کتاب ہے کہ حکمت والے باخبر (خدا کی طرف) سے اس کے مضامین (دلائل و براہین سے بخوبی ثابت و) مستحکم کر دیے گئے ہیں (اور) پھر (وہ مضامین) خوب تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں (اور اُن کا خلاصہ یہ ہے) کہ (لوگو!) خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو میں اُسی کی طرف سے تم کو (اُس کے عذاب سے) ڈراتا اور (اُس کی خوشنودی کی) خوش خبری سُناتا ہوں اور (نیز) یہ کہ اپنے پروردگار سے (پچھلے گناہوں کی) معافی مانگو پھر (آگے کو) اُس کی جناب میں توبہ کرو (ایسا کرو گے) تو وہ تم کو ایک وقت مقرر تک (دُنیا میں) اچھی طرح رسائے بسائے رکھے گا اور جس نے (قدر واجب سے) زیادہ کیا ہے اُس کو اُس کا زیادہ (ثواب) دے گا اور اگر (اُس کے ارشاد سے) مُونہ موڑو گے تو مجکو تمہاری نسبت بڑے (سخت) دن (یعنی قیامت کے عذاب کا (بڑا ہی) اندیشہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

مُسلمانو! اللہ کی جناب میں خالص (دل سے) توبہ کرو عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار (آخرت میں) تمہارے گناہ تم سے دور کر دے اور تم کو بہشت کے ایسے باغوں میں (رہنے جا) داخل کرے جن کے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہونگی

ف اس آیت اور اس کے ماقبل و مابعد کی چند آیتوں کی شان نزول ایک قصہ ہے کہ پیغمبر صاحب کے وقت میں ایک انصاری کی زرہ آٹے میں رکھی ہوئی چوری گئی اور آٹے کا کھوج پہلے ایک مُسلمان طُعمہ بن اُبیرق کے اور پھر ایک یہودی کے گھر تک لگا اور زرہ یہودی کے گھر سے برآمد ہوئی یہودی نے کہا طعمہ رکھوا گیا ہو طعمہ نے کیا انکار طعمہ کی قوم کے لوگ اُس کی صفائی کرنے کو تیار ہوئے پیغمبر صاحب کو وحی کے ذریعے سے یہودی کی برائت اور طعمہ کی خطا ظاہر ہو گئی وہ وحی یہی دونوں رکوع ہیں اس درجہ دوست دشمن میں انصاف اس رجے حق کی طرف اری

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (تحریم ع ۲ پارہ ۲۸)	(یہ وہ دن ہوگا جب کہ اللہ پیغمبر کو اور اُن لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا اُن کے ایمان کی روشنی اُن کے آگے آگے اور اُن کے دہنی طرف (اُن کے ساتھ ساتھ) چل رہی ہوگی اور یہ دُعائیں کرتے جاتے ہوں گے کہ ای ہمارے پروردگار ہماری (اس) روشنی کو ہمارے لیے اخیر تک قائم رکھ **ف** بے شک تُو ہر چیز پر قادر ہے

استعاذہ

۱ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (اعراف ع ۲۴ پارہ ۹) +	۱ اور (ای پیغمبر) اگر شیطان کے گدگدانے سے (انتقام وغیرہ کی) گدگدی تمہارے دل میں پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگ لیا کرو (کیونکہ) وہ (سب کی) سُنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔
۲ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝ (المؤمنون ع ۶ پارہ ۱۸)	۲ اور (ای پیغمبر تم یہ بھی) دُعا کرو کہ ای میرے پروردگار میں شیطانی وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور ای میرے پروردگار میں اس سے (بھی) تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کہ شیاطین میرے پاس آئیں اور بھڑکائیں **ف۲**
۳ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ	۳ جن لوگوں کے پاس خدا کی طرف سے کوئی سند تو آئی نہیں اور (ناحق ناروا) خدا کی آیتوں میں جھگڑنے نکالتے ہیں اُن کے دل میں تو بس

ف سورہ حدید میں یہ بیان گزر چکا ہو کہ مسلمانوں کے آگے آگے اور اُن کے دہنی طرف اُن کا نورِ ایمان چل رہا ہوگا اور منافق اُس سے فائدہ اُٹھانا چاہیں گے تو اُن میں اور مسلمانوں کے نور میں ایک آڑ کر دی جائے گی اور منافق اندھیرے میں رہ جائیں گے منافقوں کا یہ حال دیکھ کر مسلمان دعا کریں گے کہ الٰہی یہ نور ہمارے ساتھ آخر تک رہے ۱۲ **ف۱** اُوپر کی آیت میں پیغمبر صاحب کو عفو و درگزر کا حکم ہوا ہی کہ اگر جاہل لوگ گستاخی اور سوءِ ادبی سے پیش آئیں تو تم عفو و درگزر کرو اور بدلہ لینے کی کوشش نہ کرو یہاں انتقام وغیرہ کی قید اسی واسطے لگائی گئی ۱۲ + **ف۲** ان آیتوں میں پیغمبر صاحب کو کفار کے ساتھ نرمی سے بات کرنے کی تعلیم ہے اگرچہ کفار پیغمبر صاحب کو جادوگر اور شاعر اور جھوٹا سبھی کچھ کہتے تھے مگر پیغمبر صاحب کو یہی حکم تھا کہ تم گالی کے بدلے گالی نہ دو ورنہ شیطان اغوا کر کے زیادہ بگاڑ ڈلوا دے گا ۱۲ +

اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (المؤمن - ع ٦ پارہ ٢٤)

بڑائی کی ایک ایسی بے جا ہوس سمائی ہے کہ وہ (اپنی) اس مراد کو کبھی پہنچنے والے نہیں تو (اے پیغمبر) ان لوگوں کی شرارتوں سے خدا کی پناہ مانگتے رہو بے شک وہ (سب کی) سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔

عنوانِ استعاذہ میں ذیل کی آیتیں بھی داخل ہیں۔

(١) فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم (النحل ع ١٣)

(٢) واما ينزغنك من الشيطان نزغ فاستعذ بالله انه هو السميع العليم (حم السجدة ع ٥)

(٣) قل اعوذ برب الفلق۔ (الفلق ع ١)

(٤) قل اعوذ برب الناس۔ (الناس ع ١)

استعانت

١ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (فاتحہ - ع ١ پارہ ١)

١ (اے خدا) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

٢ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (اعراف - ع ١٥ پارہ ٩)

٢ (فرعون کی دھمکی سن کر) موسیٰ نے اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کیے رہو ملک تو سب اللہ ہی کا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور انجام (بخیر) پرہیزگاروں (ہی) کا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَاِذَا سَاَلْتَ فَسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ

ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک دن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا تھا فرمایا لڑکے (خدا کے حق کی حفاظت کر وہ دینی و دنیاوی آفات سے تیری حفاظت کرے گا خدا کے حق کی حفاظت کر تو اُسے اپنے سامنے موجود پائے گا اور جب تجھے کچھ مانگنا ہو تو خدا ہی سے مانگ اور مدد کی ضرورت پڑے تو خدا ہی سے مدد چاہ اور معلوم کر کہ اگر سب لوگ

لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰٓی اَنْ یَّنْفَعُوْكَ بِشَیْءٍ لَّمْ یَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَ لَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰٓی اَنْ یَّضُرُّوْكَ بِشَیْءٍ لَّمْ یَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ (ترمذی)	جمع ہو کر تجھے کسی چیز سے نفع پُہنچانا چاہیں تو نفع نہیں پُہنچا سکیں گے مگر اُس چیز سے جو خدا تیرے ہیے مفید لکھ چُکا۔ اور اگر سب جمع ہو کر تجھے کسی چیز سے نقصان پُہنچانا چاہیں تو نہیں پُہنچا سکیں گے مگر اُس چیز سے جو خدا تیرے حق میں مضر لکھ چکا قلم کو جو لکھنا تھا لکھ چکا اور کاغذ خشک ہو گئے

خشوع وخضوع

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (البقرہ ع ۵ پارہ ۱)	اور (لوگو! مصیبت کی برداشت کے لیے) صبر اور نماز کا سہارا پکڑو اور البتہ نماز شاق ہے مگر اُن پر (نہیں) جو خاکسار ہیں (اور) جو یہ خیال (پیشِ نظر) رکھتے ہیں کہ وہ (آخر کار) اپنے پروردگار سے ملنے والے اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ف

عنوان مذکورہ میں ذیل کی آیتیں بھی پڑھو

(۱) قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خٰشعون (المؤمنون ع ۱)

(۲) ویخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعا (بنی اسرائیل ع ۱۲)

(۳) ولیعلم الذین اوتوا العلم انہ الحق من ربك فیؤمنوا بہ فتخبت لہ قلوبھم (حج ع ۷)

ل خشوع وخضوع میں فرق یہ ہے کہ آواز میں اظہارِ سکنت کرنے کو خشوع کہتے ہیں قال تعالیٰ وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا ھمسا اور جوارح سے سکنت وعاجزی ظاہر کرنے کا نام خضوع ہے ان نشأ ننزل علیھم من السماء اٰیۃ فظلت اعناقھم لھا خاضعین ۱۲ ف صبر ایک ایسی خصلت ہے کہ جو اُس کو اختیار کر لیتا ہے دنیا کی تکلیفیں اُس پر آسان ہو جاتی ہیں اور یہی حال نماز کا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (سُن رکھو کہ یادِ الٰہی سے دل تسلّی پاتے ہیں) اور جنابِ رسالت مآب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی عادت تھی کہ جب آپ کو کسی طرح کی تشویش لاحق حال ہوتی تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے مگر جن لوگوں کو خدا کا اور عاقبت کا خیال نہیں اُن کو نماز کی پابندی بھی بجائے خود ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے ۱۲

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

(آل عمران - ع ۲۰ پارہ ۴)

اور اہلِ کتاب میں سے بے شک کچھ لوگ ایسے (بھی) ہیں جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کتاب تم (مسلمانوں) پر اُتری ہے اور جو اُن پر اُتری ہے اُن (سب) پر (بھی) ایمان رکھتے ہیں (اور ہر وقت) اللہ کے آگے جُھکے رہتے ہیں (اور) اللہ کی آیتوں کے عوض میں (دُنیاوی فائدوں کے) تھوڑے دام نہیں لیتے یہ وہ لوگ ہیں جن کے اجر اُن کے پروردگار کے ہاں (تیار موجود) ہیں (اُن کو اجر کے حاصل کرنے میں زحمتِ انتظار نہیں اُٹھانی پڑے گی کیونکہ) اللہ جلدی حساب کرنے والا ہے۔

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝

(انبیاء ع ۶ پارہ ۱۷)

اور (اے پیغمبر) زکریّا کو (یاد کرو) جب اُنھوں نے (اولاد کی طرف سے مایوس ہوکر) اپنے پروردگار کو پکارا کہ اے میرے پروردگار مجھکو اکیلا (یعنی بے اولاد) نہ چھوڑ اور (یُوں تو) تُو سب وارثوں سے (بہتر وارث) ہے تو ہم نے اُن کی (فریاد) سُن لی اور اُن کو یحیٰی (فرزند) عنایت کیا اور اُن کی بی بی کو اُن کے لیے بھلا چنگا کر دیا ف یہ لوگ (جن کا اُوپر مذکور ہوا یعنی نوح ابراہیم لوط اسحٰق یعقوب داؤد سلیمان ایوب اسمٰعیل ادریس ذوالکفل ذوالنون۔ یونس۔ زکریّا یحیٰی) نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہم کو (ہمارے فضل کی) توقع اور (ہمارے عذاب کے) خوف سے پکارتے رہتے اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے۔

فَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ۭ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰي مَآ اَصَابَهُمْ وَ

سو (لوگو!) تم سب کا خُدا (وہی) خدائے واحد ہے تو اُسی کے فرماں بردار بنو اور (اے پیغمبر) عاجزی کرنے والے بندوں کو (جنّت کی) خوش خبری سنا دو (جو) ایسے (نیک ہیں) کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے اُن کے دل لرز اُٹھتے ہیں اور جو مصیبت اُن پر آپڑے اُس پر

ف یعنی اُن میں جو بانجھ ہونے کا روگ تھا اُس کو اپنی قدرت سے دُور کر دیا ۱۲

الْمُقِيمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ (الحج - ع ۵ پارہ ۱۷)*	نمازیں پڑھتے اور جو ہم نے اُن کو دے رکھا ہے اُس میں سے (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں

تضرع و عجز

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۚ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (اعراف ع ۷ پارہ ۸)	۱ (لوگو!) اپنے پروردگار سے گڑگڑا (گڑگڑا) کر اور چپکے (چپکے) دعا کرتے رہو کیونکہ وہ (حدِ عبودیت سے) باہر قدم رکھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ف اور (انتظام ملک کے) درست ہوئے پیچھے اُس میں فساد نہ پھیلاؤ اور (عذاب کے) ڈر سے - اور (فضل کی) اُمید پر خدا سے دُعائیں مانگتے رہو (کیونکہ) خدا کی رحمت خلوص رکھنے والوں سے (بہت ہی) قریب ہے
وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ○ (اعراف ع ۲۴ پ ۹)	۲ اور (اے پیغمبر اپنے جی (ہی جی) میں گڑگڑا (گڑگڑا) کر اور ڈر (ڈر) کر اور (بہت) زور کی آواز سے نہیں (بلکہ دھیمی آواز سے) صبح و شام اپنے پروردگار کی یاد کرتے رہو اور (اُس کی یاد سے) غافل نہ ہو جو (فرشتے) تمہارے پروردگار کے مقرب ہیں (وہ تک بھی) اُس کی عبادت سے سرتابی نہیں کرتے اور اُسی کی تسبیح (و تقدیس) اور اُسی کے آگے سجدے کرتے ہیں۔
قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا	۳ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ تم قرآن کو مانو یا نہ مانو جن لوگوں کو قرآن سے پہلے (آسمانی کتابوں کا) علم دیا گیا ہے (اُن کا تو یہ حال ہے کہ) جب اُن کے رُوبرو پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے

السجدۃ

ف یعنی بندہ ہمہ وقت خدا کے فضل و کرم کا محتاج ہے اور اگر اپنی احتیاج کو خدا کے آگے ظاہر کرنے میں مضایقہ کرتا ہے تو اس سے ایک طرح کا استغنا پایا جاتا ہے جو منافی عبودیت ہے اور ایک درجہ رضا و تسلیم کا ہے وہ علیحدہ ہے ۱۲

وَيَقُولُونَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ○ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ○ (بنی اسرائیل - ع ۱۲ بارہ ۱۵)	اور کہنے لگتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک (ذات) ہے بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا ف اور ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (سجدے میں) روتے (جاتے ہیں) اور قرآن کی وجہ سے اُن کی عاجزی (اور) زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

سجدہ

اعمالِ لسانی

من المترجم اس باب کی پہلی پانچ فصلیں یعنی خدا کی عظمۃ حمد و ثنا۔ تسبیح و تقدیس۔ ذکر اللہ۔ ذکر نعمت۔ ایک دوسری سے اس قدر ملتی جلتی ہیں کہ اُن میں صرف لفظی فرق ہے ورنہ مفہوم سب کا ایک ہے سب سے پہلے خدا کی عظمۃ کا خیال ہوتا ہے جو پہلی فصل ہے اسکے بعد باقی کی چار فصلوں کے مضامین عمل میں آتے ہیں اور وہ سب قریب قریب ایک ہی قسم کے ہیں۔ تسبیح و تقدیس بھی ایک خاص طرح کی حمد و ثنا ہی ہے کیونکہ تسبیح و تقدیس کے معنے یہ ہیں کہ خدا تمام عیوب سے بری اور نقصانات سے پاک ہے۔ پھر ذکر اللہ سے بھی خدا کی حمد و ثنا ہی مقصود ہے کیونکہ بندہ جب خدا کا ذکر کرے گا تو حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس ہی کے ساتھ کرے گا بلکہ مجرد اللہ کا نام لینا بھی داخلِ حمد و ثنا ہے۔ اگرچہ اللہ کو اسم ذات مان لیا گیا ہے۔ مگر اس کے معنی بھی معبود کے ہیں۔ اور معبود ہونا سب سے بڑی تعریف ہے۔ پھر جہاں بندہ خدا کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کرتا ہے اِسی کے ضمن میں وہ اُس کی نعمتیں بھی بیان کرتا ہے اور اِس بیان سے اظہارِ احسان مندی مقصود ہوتا ہے۔

ہم نے حقوق اللہ کی چار قسمیں کی ہیں۔ اعمالِ قلبی۔ اعمالِ لسانی۔ اعمالِ بدنی اعمالِ مالی۔ اِس تقسیم سے ایسا خیال کیا جا سکتا ہے کہ ایک طرح کے عمل کو دوسرے طرح کے عمل میں دخل نہیں لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ پہلے دل میں تحریک پیدا ہوتی ہے پھر اُس کا اثر اعضا اور جوارح اور مال پر ظاہر ہوتا ہے تو اس اعتبار سے قلب ہر ایک عمل میں شریک ہے اعمالِ قلب میں ہم نے اُن ہی عملوں کو لیا جو خیال سے متعلق ہیں اور جب وہ خیال اپنا اثر ظاہر کرنے لگا تو وہ عمل اعمالِ ثلاثۂ باقی ماندہ میں سے کسی قسم میں داخل ہو جائے گا۔ اعمالِ لسانی کے باب کی چھٹی فصل شکر ہے اور یہ نتیجہ ہے پہلی پانچ فصلوں کا یعنی جب آدمی خدا کو یاد کرے گا اور خدا کا یاد کرنا ہوتا ہے اُس کی عظمت کے تصوّر اور حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کے ذریعے سے اُس کی نعمتوں اور احسانوں کا اقرار کرے گا تو ضرور ہے کہ وہ خدا کا شکر بھی کرے۔ شکر کے معنے ہیں اظہارِ احسان مندی جو اکثر زبان کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ یہ بھی انسانی فطرت ہے،

ف یعنی قرآن کی پیشین گوئی اگلی آسمانی کتابوں میں موجود تھی اور اہل کتاب قرآن اور پیغمبر آخر الزماں کے منتظر تھے تو جو اُن میں حق شناس تھے قرآن کو سُن کر سمجھ گئے کہ اُسی وعدے کا ایفا ہے اور ایمان لے آئے ۱۲

کہ آدمی اپنے محسن کا احسان مانے۔ دنیا میں کوئی کسی پر احسان کرتا ہے تو اکثر وہ خدمت وغیرہ سے احسان کا معاوضہ کر دیتا ہے مگر خدا بندوں کی خدمت سے بے نیاز ہے اُس کے احسانات کا معاوضہ اقرارِ نعمت کے سوائے اور کیا ہو سکتا ہے اور چونکہ اُس کی نعمتیں بے شمار ہیں نتیجہ یہ ہے کہ بندے بقدرِ واجب اُس کا شکر نہیں کر سکتے

گر کسے شکرِ حق فزوں گوید شکرِ توفیقِ شکر چوں گوید

شکر گزاری اور اظہارِ احسان مندی خود شکر گزار کے حق میں موجب مزید نعمت ہوتی ہے دنیا میں تو اس کا نتیجہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی کے احسان کا شکر کیا جائے تو محسن کو مزید احسان کی طرف ترغیب ہوتی ہے اور کفرانِ نعمت کی صورت میں محسن کے دل میں ایک مخالفت سی پیدا ہو جاتی ہے تا بحدیکہ وہ دی ہوئی نعمت کو بھی چھین لینا چاہتا ہے اور لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ[1] سے ثابت ہے کہ بندوں کے ساتھ خدا کا معاملہ بھی اسی طرح پر ہے۔

انسان اگر فطرتاً شکر گزار پیدا کیا گیا ہے تو یہ فطرت سلیم کا مذکور ہے ورنہ عام طبیعتیں تو اس قسم کی واقع ہوئی ہیں کہ خدا کی نعمتوں کو بھول کر بھی یاد نہیں کرتیں قدرِ نعمت بعد زوال ایک مشہور مقولہ ہے اور بالکل مطابقِ واقع ہے۔ بیمار کو تندرستی کی مفلس کو تونگری کی۔ بھوکے کو سیری کی۔ مسافر کو وطن کی اُس وقت قدر معلوم ہوتی ہے۔ جب اُس کی حالت بہتر سے بدتر ہو جائے۔

شکر گزاری کی صفت کو ترقی دینے کی آسان تدبیر یہ ہے کہ آدمی ہمہ وقت اپنے سے بدتر پر نظر کرتا رہے اور اُس کو اپنے سے بدتر اُسی طرح کے آدمی ہمہ وقت اور ہمہ جا مل سکیں گے بلکہ اگر آدمی اپنی حالت کا مقابلہ دوسری مخلوقات سے کیا کرے تو بھی شکر گزاری کا خیال اُس کے دل میں ضرور پیدا ہو گا مسلمانوں میں ٹھنڈا[2] پانی پینے کے بعد الحمد للہ کہنا یا کھانے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ یا نیا کپڑا[3] پہن کر یا چھینک کے بعد کہ وہ دلیل تندرستی ہے الحمد للہ کہنا بڑی عمدہ تعلیم ہے اور مسلمان کو چاہیئے کہ اس کے التزام کا اہتمام رکھے۔......

باب کی ساتویں فصل دعا ہے اور آٹھویں فصل توبہ و استغفار اور نویں استعاذہ اور دسویں استعانت یہ بھی دعائیں اصل ہیں توبہ کے معنی ہیں رجوع یعنی بندے سے کوئی قصور ہو گیا۔ اور اُس کو ندامت ہوئی اور وہ اپنی اِس حرکت بیجا

---

[1] (لوگو) اگر (ہمارا) شکر کرو گے تو ہم اور زیادہ نعمتیں دیں گے اور اگر تم نے ناشکری کی تو تم کو معلوم ہے کہ ہماری مار (بھی بڑی) سخت مار ہے ۱۲ [2] حدیث ابو سعید میں آیا ہے قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اکل او شرب قال الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین (اور اس کا ترجمہ دعاؤں کے سلسلے میں دیکھو ۱۲) [3] عن ابی سعید الخدری قال کان النبی صلی اللہ علیہ اذا استجد ثوبا قال اللھم لک الحمد انت کسوتنی ھذا ویسمیہ باسمہ اسألک خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذبک من شرہ وشر ما صنع لہ یعنے حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نیا کپڑا پہنتے تو فرماتے خداوندا تیرے ہی لیے حمد و ثنا ہے تو نے ہی مجھے یہ کپڑا پہنایا اور کپڑے کا نام لے کر فرماتے میں تجھ سے اس کپڑے کی بھلائی اور جس لیے یہ بنایا گیا ہے اُس کی بھلائی کا طالب ہوں اور اس کی برائی اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اُس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ +

سے باز آیا یہی توبہ ہے۔ استغفار طلبِ معافی ہے۔ استعاذہ خدا سے پناہ مانگنا ہے۔ وساوسِ شیطانی سے دشمنوں کی ایذا سے اور ہر طرح کے شر سے۔ اِستعانت خدا سے مدد مانگنا ہے۔ ہر ایک نیک ارادے کے عمل میں لانے پر۔ رہی مُطلق دعا اس میں کل دنیاوی اور اُخروی مطالب چھوٹے ہوں یا بڑے داخل ہیں۔ ہم نے دُعا کے متعلق ایک رسالہ مستقل جمع کیا ہے اُس کا نام ہے ادعیۃ القرآن اِس رسالے کے جمع کرنے کی ضرورت یُوں واقع ہوئی کہ لوگوں نے بہت سے وظیفے بنا رکھے ہیں اور تلاوتِ قرآن کی جگہ اُن ہی کو پڑھ لیا کرتے ہیں ہم کو مسلمانوں کی یہ ادا ناپسند ہوئی اور ہم نے چاہا کہ قرآن کی دُعائیں جمع کردی جائیں تو چونکہ جزوِ قرآن بھی قرآن ہے قرآن کی دعائیں دعا اور تلاوتِ قرآن دونوں کام دیں گی۔ قرآنی دُعائیں بعض تو خدا کی تعلیم کی ہوئی ہیں اور بعض پیغمبروں کی ہیں اور چونکہ پیغمبر بھی دوسری طرح کے آدمیوں کی طرح آدمی تھے اُن میں اور دوسرے آدمیوں میں اگر فرق تھا تو صرف اِسی قدر کہ اُن پر وحی نازل ہوتی تھی ورنہ بشر ہونے کی حیثیت سے اُن کو وہی حاجتیں اور ضرورتیں پیش آتی تھیں جو دوسرے لوگوں کو آتی رہتی ہیں اُن کو بیماریاں ہوتی تھیں اور وہ تندرستی کی آرزو کرتے تھے بعض لاولد تھے اور اُن کو نہ ہماری طرح اولاد کی تمنّا تھی کہ ہمارے متروکات کے مالک ہوں گے بلکہ دینِ الٰہی کی خدمت اور حفاظت کے لیے وہ اپنا مُعین و مددگار چاہتے تھے طرح طرح کی ایذائیں پاتے تھے اور چاہتے تھے کہ اُن کو کسی طرح اِن ایذاؤں سے نجات ہو بعض سے بتقاضائے بشریّت کچھ لغزشیں سرزد ہوئیں جو اُن کی شان کے شایاں نہ تھیں اور وہ خدا سے اِن لغزشوں کی معافی مانگتے تھے۔ غرض پیغمبروں کو بھی اِسی طرح کی حاجتیں پیش آتی تھیں جو عموماً ہم لوگوں کو پیش آتی رہتی ہیں۔ اور وہ اپنی حاجت روائی کے لیے خدا سے دعائیں مانگتے تھے۔ اور خدا نے اُن کی دعائیں قبول بھی کیں اور اُن کی حاجت روائی ہوگئی۔ تو ہم نے یہ سمجھا کہ ان حاجتوں میں سے کوئی سی حاجت مسلمانوں کو پیش آئے تو وہ اپنا ہم حاجت کوئی پیغمبر قرآن سے تلاش کرے اور جن لفظوں میں اُس پیغمبر نے دعا کی ہو اُن ہی لفظوں میں دعا کرے ہمارا خیال یہ ہے کہ دعا بھی ایک فقیر کی سی صدا ہے اور بعض صدائیں خاص کر دلکش ہوتی ہیں اور جس سے وہ حاجت مانگی جاتی ہے اُس کو خاص طور پر متوجہ کرنے کے لیے اثر خاص رکھتی ہے۔ اِسی خیال پر ہم نے یہ بات متفرع کی کہ الفاظِ دعا کو قبولیتِ دُعا میں مدخلِ عظیم ہے۔ اَب رہا نفس دعا اس کے بارے میں ہمارے ابنائے زمانہ خاص کر جو لوگ انگریزی خواں ہیں بہت سے شکوک کرتے ہیں اُن کا خیال یہ ہے کہ دنیا میں اسباب کا سلسلہ قائم ہے کوئی نتیجہ بدون سبب کے ظاہر نہیں ہوسکتا۔ اور نہ اسباب کے سلسلے میں کسی طرح ردّ و بدل ہوسکتا ہے۔ یعنی دعا کرنا فعلِ عبث ہے پھر یہ بحث تقدیر میں جا پڑتی ہے کہ خدا نے اچھا بُرا جو کچھ بھی کسی کی تقدیر میں لکھ دیا ہے ہو کر رہتا ہے۔ اِس طرح پر بھی دعا کا کرنا فعلِ عبث ہوا۔ تیسری بات یہ ہے کہ دعائیں بہتیری قبول نہیں بھی ہوتیں۔ اِن باتوں کا ماحصل یہ نکلا کہ دُعا ایک فعلِ عبث ہے اور سلسلۂ اسباب میں دعا کو کچھ دخل نہیں۔ تمام شکوک کا جواب ہم نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ آدمی کی فطرت اسی طرح کی واقع ہوئی ہے کہ جب کبھی اُس کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے اور کوئی تدبیر رفعِ ضرورت کی

اُس کو نہیں سُوجھتی تو وہ ایسی ہستی کی طرف رُجوع کرتا ہے۔ جس کو وہ اپنے ذہن میں سمجھا ہوا ہے۔ کہ اس کی ضرورت کے دفع کرنے پر قادر ہے یہ بات دوسری ہے کہ جس کو وہ رفعِ ضرورت پر قادر سمجھا ہے۔ واقع میں بھی رفعِ ضرورت پر قادر ہے یا نہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں یُوں سمجھو کہ وہ حاجتمند خدائے برحق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یا باطل کی طرف مگر بہرکیف وہ اپنے سے برتر کی طرف تو رجوع کرتا ہے۔

فطرتِ انسانی تو یہ ہے اور یہ فطرت تمام بنی آدم میں ہے شہری ہوں یا دیہاتی۔ عالم ہوں یا جاہل۔ بچے ہوں یا جوان یا بوڑھے۔ مرد ہوں یا عورت۔ خواندہ ہوں یا ناخواندہ۔ مشرق کے رہنے والے ہوں یا مغرب کے سب میں یکساں پائی جاتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خدا نے یہ فطرت بنی آدم کو دھوکا دینے کے لیے اُن میں ودیعت رکھی ہے یا جیسا تمام بنی آدم خیال کرتے ہیں واقع میں بھی ایسا ہی ہے۔ بے شک دُعائیں کثر مقبول اور بیشتر نامقبول ہوتی ہیں باایں ہمہ کسی زمانے کے لوگ دعا سے بے دل نہیں ہوئے۔ نہیں ملتا اور وہ مانگے جاتے ہیں شنوائی نہیں ہوتی اور کہے جاتے ہیں فطرت کا ثبوت اِس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔ پھر ہم انسان کی دوسری باتوں پر نظر کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ جو کچھ اِس کے حواسِ ظاہر اور باطن حکم دیتے ہیں وہ مطابقِ واقع ہوتا ہے شلاً جس چیز کو ہماری آنکھ سبز دیکھتی ہے وہ واقع میں بھی سبز ہوتی ہے۔ جس چیز کو ہمارا ذائقہ تلخ بتاتا ہے وہ واقع میں بھی تلخ ہوتی ہے۔ قوتِ شامہ خوشبو اور بدبو میں تمیز کرتی ہے۔ سامعہ زیر و بم میں۔ لامسہ سخت و نرم میں سرد و گرم میں۔ یہ تو حواسِ ظاہر ہوئے اب رہے حواسِ باطن تو مثلاً ہم دھوئیں سے آگ کے ہونے کا یقین کرتے ہیں اور جا کر دیکھتے ہیں تو واقع میں آگ پاتے ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ سب باتوں میں تو ہمارے حواس اور ہماری عقل کا حکم ٹھیک ہو اور صرف دُعا کے بارے میں غلط اور حکم بھی ایسا اجماعی کہ کوئی فردِ بشر اُس سے منحرف نہیں۔ اب رہا اسباب کا سلسلہ کہ وہ تغیر پذیر نہیں تو اس میں بحث یہ ہے کہ اسباب کے متعلق انسان کا علم ناقص و ناتمام ہے۔ ہم ایک موٹی سی بات لیتے ہیں کہ تمام مادی چیزیں جو اُوپر سے پھینکی جائیں زمین پر گرتی ہیں ٹھس اور وزنی چیزیں جلد اور پولی ہلکی بدیر۔ مثلاً ہم ایک روپے کے ٹھیک برابر ایک کاغذ کا ٹکڑا لیں اور دونوں کو اُوپر چڑھ کر گرا دیں تو روپیہ جلدی گرے گا۔ کاغذ کا روپیہ بھی گرے گا تو ضرور مگر اصلی روپیہ سے دیر کر۔ اس رُوداد سے صاف مستنبط ہوتا ہے کہ وزنی چیز کے زمین پر دیر سے گرنے کا اصلی سبب زمین کی کشش ہے۔ یہ بالکل سچ ہے مگر ہم سے ایک شرطِ ضروری فروگذاشت ہوتی ہے اگر ہم کسی طرح پر ایک شیشے میں سے ہوا نکال ڈالیں اور اُس میں چاندی کا روپیہ اور کاغذ کا روپیہ برابر فاصلے سے گرائیں تو دونوں برابر گریں گے ایک پل کا بھی آگا پیچھا نہ ہوگا اِسی طرح ہر ایک نتیجے کے لیے ایک سبب مفرد نہیں بلکہ اسباب کا مجموعہ مؤثر ہوتا ہے۔ اُن میں سے بعض اسباب کو ہم نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک مطلب ہم کو نظر باسبابِ ظاہر ناممکن الحصول معلوم ہوتا ہے مگر اُس کے حصول میں کسی سببِ مخفی کو دخل ہو جو ہم پر منکشف نہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کوئی سا کام بھی ہو چھوٹا یا بڑا اور اُس کے سر انجام پانے کے کچھ بھی اسباب ہوں اُس کے حصول کا پہلا سبب ہے آدمی کا ارادہ

مثلاً ایک مکان بنانا ہے بے شک اُس کی تعمیر کے اسباب میں سے معمار ہے۔ بڑھئی ہے اور مال مصالحہ ہے جو تعمیر میں لگایا جاتا ہے۔ مگر کسی کا ذہن بھی اِس طرف منتقل ہوتا ہے کہ سبب اول مالکِ مکان کا ارادہ ہے اِسی طرح جب آدمی کے ارادے کو اتنا بڑا دخل ہے تو خدا کے اِرادے کو کیوں نہ ہو۔ ایک دہریہ ملحد لامذہب ایسے شکوک پیدا کرے تو کرسکتا ہے مگر جو شخص خدا کا قائل ہے اُس کو ایسے شکوک کرنے کا کوئی حق نہیں اور ہمارا خیال تو یہ ہے کہ جس نے آدمی کی جُون میں جنم لیا ہے یعنی انسانیت کا جامہ پہنا ہے۔ وہ خدا کا منکر ہو ہی نہیں سکتا اور جو مُونہ سے انکار کرتا ہے یہ اُس کے نفس کا مکر ہے جیسا کہ فرعون پر گزرا تھا کہ وہ ساری عمر اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی[1] کہتا رہا مگر جب دریا میں ڈوبنے لگا تو خدا کا اور اُس کے معبود ہونے کا اقرار کیا وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ[2] خدا کا انکار اور خدا کی کسی صفت کا انکار دونوں ایک درجے میں ہیں۔ خدا کی صفتوں میں سے ایک صفت قدرت ہے کہ وہ مسبب الاسباب ہے یعنی سبب میں سبب ہونے کی صلاحیت اُس نے پیدا کی ہے وہ خود کسی سبب کا محتاج نہیں آخر اُس نے دنیا کا اتنا بڑا کارخانہ بے ساز و سامان بے تقدّم سبب پیدا کر ہی دیا۔

اب رہا دعا کا مقبول و نامقبول ہونا تو بے شک خدا کا فرمودہ ہے اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ[3]۔ اول تو قبول کرنے کے وہ معنے نہیں جو لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں بلکہ یہ آیت اُن لوگوں کے ردّ میں نازل ہوئی معلوم ہوتی ہے جو خدا کی طرف سے بوجہ مِن الوجوہ مایوس تھے اور ایسا اتفاق ایک بڑے خدا شناس کو پیش آچکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت بُوڑھے ہوگئے تھے توالد و تناسُل کی عمر سے متجاوز اور اُن کی بی بی بوڑھی ہونے کے علاوہ بانجھ بھی تھیں اور اِس پر حضرت ابراہیم کو اولاد کی تمنا تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قصہ قرآن کی اِن آیتوں میں مذکور ہے وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ قَالُوْا لَا

---

[1] میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں ۱۲ [2] اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اُتار دیا پھر فرعون اور اُس کے لشکریوں نے سرکشی اور شرارت کی راہ سے اُن کا پیچھا کیا یہاں تک کہ جب فرعون (کے سر) پر ڈوبا (و پانی) آپونہچا تو لگا کہنے کہ اب مجکو یقین آیا کہ جس (خدا) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اُس کے سوا کوئی (اور) معبود نہیں اور (اب) میں بھی اُسی کے فرماں برداروں میں ہوں (تو خدا نے اُس کو ملامت کی اور فرمایا کہ) کیا اب (ایسے وقت میں ایمان) اور (تیرا حال تو یہ تھا کہ) اِس سے پہلے برابر نافرمانی کرتا رہا اور تُو مفسدوں میں (کا ایک ہی مفسد) تھا تو آج (تیری روح کو تو نہیں مگر) تیرے بدن کو ہم (پانی میں تہ نشین ہونے سے) بچائینگے (وہ بھی اِس غرض سے) کہ جو لوگ تیرے بعد آنے والے ہیں تُو اُن کے لیے (نشانِ) عبرت ہو اور البتہ بہت سے لوگ ہماری (قدرت کی) نشانیوں سے غافل ہیں ۱۲

[3] (لوگو!) ہم سے دعائیں مانگتے رہو ہم تمھاری (دعا) قبول کریں گے ۱۲ (بقیہ برصفحہ آئندہ)

لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ تو مطلب یہ ہے کہ بتقاضاے بشریت پیغمبروں تک کو بعض وقت یاس و نا اُمیدی ہوتی ہے ایسی حالت کی اصلاح کے لیے آیہ ادعونی استجب لکم کا نازل ہونا قرین قیاس ہے۔ دوسرے یہ کہ شاید اُن لوگوں کا رد منظور ہو جو حاجت پڑے پر خدا کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم سے دعا کرو کہ ہم دعائیں قبول کرتے ہیں یعنی قبول کرنے کی قدرت رکھتے ہیں تو یہ آیت ہم مطلب ان آیتوں کی ٹھیرے گی وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ۝ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۔ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ پھر اگر آیہ ادعونی استجب لکم کو وعدہ قبولِ دعا بھی سمجھا جائے تو پیرایہ قبول دعا کی صراحت نہیں۔ آدمی کو علم غیب کی خبر تو ہے نہیں تو وہ ضرورت پڑے پر کبھی مضطر ہو کر ایسی بات کے لیے دعا کرتا ہے کہ انجام کار اُس کے حق میں مضر ہوگی۔ اور اگر اُس کو پہلے سے خبر ہوتی تو وہ ہرگز دعا نہ کرتا جیسا کہ ایک واقعہ حضرت خضر کو پیش آیا تھا کہ موسے علیہ السلام بحکم خدا اُن کی شاگردی کرنے گئے۔ خضر علیہ السلام نے شرط کر لی تھی کہ تم میری کسی بات میں از خود دخل نہ دینا اور جو کچھ بھی میں کروں اُس پر اعتراض نہ کرنا اور نہ اُس کی وجہ پوچھنا چنانچہ خضر علیہ السلام نے غریب ملاحوں کی کشتی کو اُس کا تختہ اکھاڑ کر بے کار کر دیا پھر ایک لڑکے کو مار ڈالا پھر ایک گانوں میں گئے لوگوں سے طالب ضیافت ہوئے

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۸۳) ۵۴ اور اُن کو ابراہیم کے مہمانوں کا حال سُناؤ جب ابراہیم کے پاس آئے تو (پہلے) سلام کیا ابراہیم نے (جواب سلام کے بعد) کہا کہ ہم کو تو تم سے ڈر لگ رہا ہے وہ بولے آپ (مطلق) خوف نہ کیجیے ہم آپ کو ایک لائق فرزند (کے پیدا ہونے) کی خوش خبری سُناتے ہیں (ابراہیم نے) کہا کیا تم مجھے (بیٹے کے ہونے کی) خوش خبری دیتے ہو حالانکہ مجھکو بڑھاپے نے آدبایا ہے تو اب کاہے کی خوش خبری سُناتے ہو وہ لگے کہنے کہ ہم آپ کو سچی خوش خبری سُناتے ہیں تو آپ نا اُمید نہ ہوں (ابراہیم نے) کہا کہ گمراہوں کے سوا ایسا کون ہے جو اپنے پروردگار کی رحمت سے نا اُمید ہو ۱۲ (ترجمہ آیات صفحہ ہذا) ۱ؔ اور (لوگو) جب سمندر میں تم کو (کسی طرح کی) تکلیف پونہچتی ہے تو جن (معبودوں) کو تم پکارا کرتے تھے (سب) بھولے بسرے ہو جاتے ہیں مگر وہی (ایک خدا یاد رہتا ہے) پھر جب (خدا) تم کو (سمندر سے) خشکی کی طرف نکال لاتا ہے تو (اُسی سے) تم پھر بیٹھتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکر ہے ۱۲ ۵۲ اور جو لوگ اُس کے سوا (دوسرے معبودوں کو) پکارتے ہیں وہ اُن کی کچھ نہیں سُنتے مگر (ویسا ہی بے کار سُننا) جیسے ایک شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے تاکہ پانی (آپ سے آپ) اُس کے مونھ میں اُڑ کر آجائے حالانکہ وہ (کسی طرح) اُس کے (مونھ تک اُڑ کر) آنے والا نہیں اور کافروں کی دعا تو یوں ہی (بھٹکی بھٹکی) پھرا کرتی ہے (کوئی اُس کا سُننے والا نہیں) ۱۲ ۵۳ اور خدا کے سوا جن (معبودوں) کو (یہ لوگ حاجت روا سمجھ کر) پکارتے ہیں (اُن کا حال یہ ہے کہ) وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود بنائے جاتے ہیں (یعنی لوگ اُن کو بناتے ہیں) مُردے ہیں جن میں جان نہیں اور اتنی بھی خبر نہیں کہ کب (قیامت ہوگی اور مُردے) اُٹھا کھڑے کیے جائیں گے ۱۲ ✤

اُنھوں نے سُوکھا ڑ ڈالا - ایک دیوار دیکھی کہ وہ گرنے کو ہو رہی تھی اُس کو بے مُزد درست کر دیا - خضر کی یہ تمام حرکتیں موسےٰ علیہ السلام نے دیکھیں اول بار کشتی کے بے کار کر دینے کی وجہ پُوچھی خضر نے ڈانٹ بتائی پھر موسےٰ علیہ السلام نے لڑکے کے بے وجہ مار ڈالنے کا سبب دریافت کیا تو خضر نے ناخوش ہو کر کہا کہ تم بڑے چُلبلے آدمی ہو تم سے ضبط نہیں ہو سکتا اگر پھر تم نے میری کسی بات میں دخل دیا تو میں تم کو اپنے ساتھ نہیں رکھوں گا چنانچہ جب موسےٰ علیہ السلام نے دیوار کا حال دریافت کیا تو خضر نے سب باتوں کی توجیہ تو موسےٰ علیہ السلام کو سمجھا دی مگر اُن کو اپنے پاس سے جُدا بھی کر دیا - ہم کو اِس حکایت سے اُس لڑکے کی طرف متوجہ کرنا ہے جسے خضر نے مار ڈالا تھا - خضر نے جو اُس کے مار ڈالنے کی وجہ بیان کی وہ یہ تھی کہ اُس کے والدین دیندار ہیں اور مجکو خدا کے بتانے سے معلوم ہوا کہ یہ نابکار بڑا ہو کر والدین کو ایذا دے گا اِس لیے مَیں نے بحکمِ خدا اُس کو مار ڈالا تو ممکن ہے کہ کوئی آدمی لاولد بیٹے کے ہونے کی دعا کرے اور وہ بیٹا ایسا نالائق نکلے کہ ماں باپ کا دل دُکھائے - اِسی طرح ممکن ہے کہ کوئی مفلس تونگری کی دعا کرے اور جب خدا اُس کو مال و دولت دے تو وہ تونگری اُس کے حق میں وبالِ جان ہو جائے غرض آدمی علمِ غیب نہ ہونے کی وجہ سے مفاد کی جگہ مضرت کی بھی خواہش کرنے لگتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے [1] وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا - تو ایسی صورتوں میں خدا تعالیٰ بتقاضاے رحمتِ کاملہ دعاے بد کو قبول نہیں فرماتا لیکن اِس کو نامقبولیت نہیں سمجھنا چاہیئے - یا ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی مصلحت سے دعا قبول نہیں ہوتی تو خدا تعالیٰ دین یا دنیا میں بندے کو اُس کا عوض کر دیتا ہے - اور کم سے کم عوض یہ تو ضرور ہوتا ہے کہ دُعا سے دل کو تسکین ہو جاتی ہے [2] اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ -

دعا قبول ہوئی تو بندہ شکر کرتا ہے اور قبول نہ ہوئی تو بھی اُس کو ایسی تکلیف نہیں ہوتی جو ایک بے دین آدمی کو ہوتی ہو اِسی طرح کی غلط فہمی لوگوں کو تقدیر کے بارے میں بھی ہے - اِس میں شک نہیں کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے خدا کو پہلے سے معلوم ہے - لیکن اِس سے آدمی کی مجبوری نہیں ثابت ہوتی - مثلاً ایک باپ اپنے ایک اکلوتے بیٹے کے پڑھانے لکھانے اور اصلاحِ حال میں بہتیری کوشش کرتا ہے مگر وہ اُس کے مزاج اور عادت - اور صحبت سے یہ بھی جانتا ہے کہ یہ نالائق اور ناسعادتمند ثابت ہوگا تو جاننا اور چیز ہے مگر باپ کو یہ نہیں کہیں گے کہ اُس نے بیٹے کو نالائق اور ناسعادتمند کیا اسی طرح خدا نے آدمی کو با اختیار پیدا کیا ہے اُس کو نیکی اور بدی کے دونوں رستے دکھا دیئے ہیں اور اُس کو پُوری آزادی دی ہے کہ نیکی کو اختیار کرے یا بدی کو مگر خدا جو عالم الغیب ہے وہ پہلے سے جان چکا ہے کہ یہ شخص اپنے کرنے سے نیک ہوگا یا بد - لوگ اپنے ارادے سے بُرے بھلے بنتے ہیں خدا اُن کے ارادے کو جانتا ہے مگر خدا نے اُن کے اِرادوں پر سے اپنا اختیار اُٹھا لیا ہے - یا ایک طبیب مہربان ایک بیمارِ مزمن کی تندرستی کے لیے تدبیریں کرتا ہے مگر بیمار کی طبیعت بد پرہیز واقع ہوئی ہے اور طبیب کو معلوم ہے

---

[1] اور آدمی جس طرح (اپنے حق میں) بہتری کی دعا مانگتا ہے اسی طرح (دلگیر ہو کر کبھی) بُرائی کی بھی دعا مانگنے لگتا ہے اور انسان بڑا جلد باز ہے ۱۲ [2] (اور) سُن رکھو کہ خدا کی یاد سے دلوں کو تسلی ہوتی ہے ۱۲

کہ یہ شخص ضرور بدپرہیزی کرے گا اور ضرور ہلاک بھی ہوگا تو اگر وہ شخص واقع میں بدپرہیزی کرے اور ہلاک ہو جائے طبیب کو اُس کے ہلاک ہونے کا الزام نہیں دیا جائے گا۔ ہم تقدیر کو جس کے معنے جبر کے ہیں آدمی کے اُن افعال میں تسلیم کرتے ہیں جو اُس کے اختیار سے خارج ہیں مثلاً ایک شخص ایک وقتِ خاص میں اور ایک خاص ملک میں اور ایک خاص خاندان میں پیدا ہوا تو یہ اُس کے اختیار سے خارج ہے اور اسی کو ہم تقدیر سمجھتے ہیں اور جو اُمور آدمی کے اختیار میں ہیں اُن کو تقدیرِ آلٰہی سے کچھ تعلق نہیں۔

اِسی بحث سے ملتی ہوئی ایک بات یہ بھی ہے کہ قرآن میں پچھلی اُمتوں کے بہت سے حالات بیان کیے گئے ہیں جن پر اُن کی نافرمانیوں کی وجہ سے وقتاً فوقتاً عذابِ آلٰہی نازل ہوتے رہے مثلاً قوم عاد جن کے پیغمبر ہود علیہ السلام تھے یہ لوگ بڑے تُوانا اور قدآور تھے اور اپنی توانائی اور قدآوری پر مغرور ہو کر خدا سے باغی ہوگئے تھے ہود علیہ السلام نے اِن کو بہت کچھ سمجھایا اِنھوں نے ہود کے سمجھانے کی مُطلق پروانہ کی اس نافرمانی اور سرکشی کی سزا میں خدا نے ایسے زور کی آندھی چلائی کہ جو جہاں تھا دَب کر رہ گیا اور قوم کی قوم ہلاک کردی گئی۔ یہی حال حضرتِ صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا ہوا کہ وہ بھی طرح طرح کی بدکرداریاں کرتے تھے صالح علیہ السلام نے پیغمبری کا دعوے کر کے اُن کو سمجھایا اُنھوں نے معجزہ طلب کیا پہاڑ سے ایک اُونٹنی ظاہر ہوئی اور صالح علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ بس یہی معجزہ ہے دیکھو اس کو ہاتھ نہ لگانا کمبختوں نے براہِ شوخی و شرارت اُونٹنی کو ذبح کر ڈالا ایک کڑک کی آواز ہوئی کہ سارے کے سارے مر کر رہ گئے۔ فرعون خدائی کا دعوے کرتا تھا اور بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم روا رکھتا تھا آخر کو ڈبو دیا گیا۔ قارون کبر و نخوت اور بخل کی سزا میں دھسا دیا گیا۔ بنی اسرائیل کی بہت سی شرارتیں قرآن میں مذکور ہیں ادھر شرارت کی اور اُدھر عذاب آیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو یہ بلا مار گئی تھی کہ وہ ماپ تول میں کمی کر کے لوگوں پر ظلم کرتے تھے ایک ابرِ سیاہ آیا اور آگ برسا کر سب کو ہلاک کر گیا۔ لوط علیہ السلام کی قوم کا تختہ اُلٹ دیا گیا۔ یہ حالات قرآن میں اِس غرض سے مذکور ہوئے ہیں کہ لوگ خدا کی نافرمانی اور سرکشی اور گناہ اور فساد سے باز آئیں اور عذابِ آلٰہی سے ڈرتے رہیں۔ مَیں اِس خصوص میں صرف ایک مثال لکھتا ہوں جو خود مجھکو پیش آئی تھی کہ جن دنوں مَیں نظام عالی مقام کی سرکار میں نوکر تھا میرے تحت میں بہت سے تحصیلدار تھے اُن میں سے ایک تحصیلدار بہت ہی مردم آزار تھا اور وہ داماد تھا میرے ایک دوست کا ضابطے کی تاکید کے علاوہ مَیں اپنے اُن دوست کے ذریعے سے اِس تحصیلدار پر سختی کرتا رہتا تھا اور اس کے خسر صاحب ہمیشہ اس کی حمایت اور پردہ داری کیا کرتے تھے۔ مَیں بطورِ خود اُن کو سمجھاتا کہ اپنے داماد کو ڈراؤ دھمکاؤ۔ اور مثال کے طور پر مَیں اُن سے کہتا کہ دیکھو فرعون کا کیا انجام ہوا تو وہ جواب دیتے کہ کیا انجام ہوا ؟ ڈوب گیا۔ اب بھی بہتیرے جہاز ڈوبا کرتے ہیں۔ یہ سُن کر مجھے اُس تحصیلدار کی طرف سے سخت مایوسی ہوئی اور مَیں اپنے دل میں اُس کے لیے خائف تھا کہ اتفاق سے تحصیلدار کی بی بی بیمار پڑی اور وہ خاندان کو لے کر حیدرآباد گئی گھر میں تیل کا پیپا رکھا تھا اتفاق سے اُس میں ہاتھ سے چھوٹ کر جلتی ہوئی بتی جا پڑی۔ گھر کا گھر اُڑ گیا۔ غرض گناہ اور عذاب

ہیں جو خدا نے علت و معلول کا تعلق رکھا ہے بہت لوگ اِس میں اشتباہات کرتے ہیں۔ سبب یہ کہ اُنھوں نے اپنے نزدیک علت و معلول کے علاقے کی کوئی وجہ نہ پائی اور لگے شُبہ کرنے حالانکہ آدمی کوئی سی دو چیزوں میں بھی علاقۂ علیّت و معلولیّت کی وجہ نہیں سمجھ سکتا مثلاً یہ تو ہم جانتے ہیں کہ مقناطیسی سُوئی کا ایک سرا ضرور شمال کی طرف رہتا ہے جیساکہ قبلہ نماؤں میں دیکھتے ہو مگر اس کی وجہ کے جاننے سے ہمارا فہم قاصر ہے اور یہی حال علیّت اور معلولیّت کے تمام علاقوں کا ہے ہر وزنی چیز زمین پر تو گرتی ہے مگر کیوں گرتی ہے؟ نہ ہم اس کی وجہ جانتے ہیں اور نہ بیان کر سکتے ہیں۔ ظاہرا یہ اشتباہات جو لوگوں کو پیدا ہوتے ہیں۔ اِن کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنی معلومات کو جامع اور اپنی عقل کو رسا خیال کرتے ہیں۔ ہر کس را عقلِ خود بکمال اور وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا[1] کی طرف اُن کا ذہن منتقل نہیں ہوتا۔ اور ایک بات یہ بھی ہے کہ بسا اوقات کسی مصلحت سے دنیا میں گناہ کا نتیجہ واقع نہیں بھی ہوتا اور آخرت پر ملتوی رکھا جاتا ہے وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِیْ مَتِيْنٌ[2] لیکن گناہ اور عذاب میں جو علاقہ ہے تاخیر عذاب سے اُس علاقے میں کچھ ضعف لازم نہیں آتا۔ دنیا میں ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک بدکرداری کا نتیجہ بدکئی کئی پشتوں کے بعد ظاہر ہوا ہے مگر ہوا ہے ضرور جیساکہ لوگ کہتے ہیں کہ چیچک قبر تک میں نکل کر رہتی ہے۔ غرض گناہ کرکے آدمی کو سزا کی طرف سے مطمئن ہونا نہ چاہیے۔ اِس زہر کا تریاق اگر ہے تو توبہ و استغفار ہے۔

اَب ہم کو جو کچھ دعا کے متعلق لکھنا تھا لکھ چکے صرف ایک بات اور رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ ہم نے اپنے رسالۂ ادعیۃ القرآن میں صرف وُہی دعائیں جمع کی ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں اور وہ بہت تھوڑی دعائیں ہیں جو وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام کو ضرورت کے وقت جنابِ الٰہی میں پیش کرنی پڑی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اِس جگہ وہ تمام دُعائیں جمع کر دیں جو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر عام و خاص موقع کے لیے منقول ہیں اور جن کی مسلمانوں کو نماز و روزے وغیرہ عبادات اور کھاتے پیتے سوتے جاگتے یہاں تک کہ نشست و برخاست کرتے وقت ضرورت پڑتی ہے۔

نماز کی دُعائیں

نماز شروع کرتے وقت جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے بعد اور قراءت سے پہلے یہ دعا پڑھا کرتے تھے[3] اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِیْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِیْ مِنْ خَطَايَایَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِیْ مِنْ خَطَايَایَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ (اخرجه الخمسة الا الترمذی)

[1] اور تم لوگوں کو (اسرار الٰہی میں سے) بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے ۱۲ [2] اور ہم اُن کو (دنیا میں) مہلت دیتے ہیں ہمارا داؤ بے شک بڑا پکا (داؤ) ہے ۱۲ [3] خداوندا تو مجھ میں اور میرے گناہوں میں وتنی ہی دُوری ڈال دے جتنی مشرق اور مغرب میں دُوری ڈالی ہے خداوندا مجھے گناہوں سے ویسا ہی پاک صاف کر دے جیسا سفید کپڑا میل کچیل سے پاک صاف کیا جاتا ہے خداوندا مجھے گناہوں سے پانی اور برف اور اولے کے ساتھ دھو دے ۱۲

اور کبھی پڑھتے[1] اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ وَاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَقِنِیْ سَیِّئَ الْاَعْمَالِ وَسَیِّئَ الْاَخْلَاقِ لَا یَقِیْ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ

رکوع و سجود کی دعائیں

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سجدے میں اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے[2] اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّہٗ دِقَّہٗ وَجِلَّہٗ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ سِرَّہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ کبھی سجدے میں یہ دعا پڑھتے[3] اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَاَعُوْذُ بِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ حالت رکوع میں اکثر تو یہ دعا پڑھتے سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اور کبھی یوں بھی فرماتے[4] اَللّٰھُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ اَنْتَ رَبِّیْ خَشَعَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَلَحْمِیْ وَدَمِیْ وَعِظَامِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

قومے کی دعا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکوع سے کھڑے ہو کر فرماتے[5] سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ۔

جلسے کی دعا۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے بیچ میں بیٹھ کر یہ دعا پڑھتے[6] اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔

تشہد کے بعد کی دعا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشہد کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے[7] اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ

---

[1] بے شک میری نماز اور میری تمام عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہی جو سارے جہان کا پروردگار ہے کوئی اُس کا شریک نہیں اور مجکو ایسا ہی حکم دیا گیا ہی اور میں اُس کے فرماں بردار بندوں میں پہلا فرماں بردار ہوں۔ خداوندا مجھے بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کی راہ دکھا تیرے سوا کوئی بہترین اعمال و اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا اور مجھے بدترین اعمال اور بدترین اخلاق سے بچالے تیرے سوا کوئی بدترین اعمال و اخلاق سے بچا نہیں سکتا ۱۲ [2] خداوندا میرے سارے گناہ چھوٹے اور بڑے اول اور آخر پوشیدہ اور ظاہر سب بخشدے ۱۲ [3] خداوندا میں تیری رضامندی کے وسیلے سے تیری ناراضامندی سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری عافیت دینے کے ذریعے سے تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور تیرے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں میں تیری تعریف کو شمار میں نہیں لا سکتا تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تُو نے اپنے نفس پر ثنا کی ہے ۱۲ [4] خداوندا میں نے تیرے سیے رکوع کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرے آگے گردنِ تسلیم خم کردی اور تجھی پر بھروسا کیا تُو ہی میرا پروردگار ہے میرے کان میری آنکھیں میرا گوشت پوست میرا خون میری ہڈیاں سب پروردگارِ عالم کے آگے جھکے ہوئے ہیں ۱۲ [5] اللہ نے اُس کی بات سُنی جس نے اُس کی تعریف کی خداوندا اے ہمارے پروردگار تیرے لیے تعریف ہی ایسی تعریف جو آسمانوں اور زمین کو بھرے اور اس کے بعد جسے تو بھرنا چاہے سب کو بھرے ۱۲ [6] خداوندا مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور میرا نقصان دُور کر اور مجھے ٹھیک رستہ دکھا اور میری روزی کا سامان مہیا کر ۱۲ [7] خداوندا میں تجھ سے عذابِ دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں

الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ (رواہ ابوداؤد)

سلام پھیرنے کی بعد کی دُعا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ[1] کہتے پھر یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ[2] أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (اخرجہ الخمسۃ) کعب بن عجرہ کی روایت میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیر کر تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ[3] اور اسی قدر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ[4] اور چونتیس دفعہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ[5] کہتے اور فرماتے کہ یہ کلمے معقبات ہیں جو شخص انھیں ہر نماز کے پیچھے کہے گا وہ کبھی ناکام نہیں رہنے کا۔ عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ مجھے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے پیچھے معوذتین یعنی قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھنے کا حکم فرمایا۔

رات کو اُٹھنے کی بعد کی دُعا

حضرت ابن عباس رض کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کے لیے اُٹھتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ[6] رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَ

---

۱ میں خدا سے بخشش مانگتا ہوں ۱۲ ۲ خداوندا تو ہی سلامتی عطا کرنے والا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے ای بزرگی و انعام کے مالک تُو بزرگ ہے اور تیری شان بہت اُونچی ہے ۱۲ ۳ خدا پاک ہے ۱۲ ۴ خدا کو سب تعریف ہے ۱۲ ۵ اللہ بہت بڑا ہے ۱۲ ۶ خداوندا ای ہمارے پروردگار تیرے ہی لیے تعریف ہے تُو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا برپا رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لیے تعریف ہے تُو آسمانوں اور زمین کا اور جتنی چیزیں ان میں ہیں سب کا روشن کرنے والا ہے اور تیرے ہی لیے تعریف ہے تُو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک ہے اور تیرے ہی لیے تعریف ہے تُو سچا ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تجھ سے ملنا برحق ہے اور تیری بات سچی ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے۔ سارے نبی سچے ہیں اور محمدؐ برحق نبی ہیں اور قیامت حق ہے خداوندا میں نے تیرے آگے گردن جھکا دی ہے اور تجھ پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر بھروسا کیا ہے اور تیری ہی طرف رجوع ہوا ہوں اور میں تیری ہی مدد سے دشمنوں سے جھگڑا کرتا ہوں اور تیری ہی طرف فیصلہ لاتا ہوں تو تُو میرے وہ گناہ بخش دے جو میں نے پہلے کیے اور جو پیچھے اور جو میں نے پوشیدہ کیے اور جو ظاہر اور وہ گناہ بخش دے جن کو تُو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تُو اپنے نیک بندوں کو آگے بڑھانے اور بدوں کو پیچھے ہٹانے والا ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ۱۲

مَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ (اخرجہ السنۃ)

صبح وشام کی دُعائیں

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام یہ دعا پڑھا کرتے تھے رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا [۵۱] اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص یہ دعا پڑھے گا خدا اُس کو ضرور راضی کرے گا۔ عبد اللہ بن غنام بیاضی کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا جو شخص صبح ہوتے یہ دعا پڑھے گا اَللّٰھُمَّ مَآ اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ [۵۲] تو اُس نے تمام دن کا شکر ادا کر دیا اور شام کو پڑھے گا تو اُس رات کا شکر ادا کرے گا۔

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت فرمایا کرتے تھے اَمْسَیْنَا [۵۳] وَاَمْسَی الْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ رَبِّ اَسْاَلُکَ خَیْرَ مَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَخَیْرَ مَا بَعْدَھَا وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَشَرِّ مَا بَعْدَھَا رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَسُوْٓءِ الْکِبَرِ رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابٍ فِی النَّارِ وَعَذَابٍ فِی الْقَبْرِ اور صبح کے وقت بھی یہی دعا فرماتے مگر اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْکُ کی جگہ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ کہتے تھے۔

نیند اور بیداری کی دُعائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب خوابگاہ میں تشریف لاتے اور سونے کو ہوتے تو مُعَوِّذات [۵۴] اور قل ھو اللہ احد پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونکتے اور اُنہیں اپنے چہرے اور جسدِ مبارک پر ملتے تین دفعہ اسی طرح کرتے جب آپ کو مرضِ وفات پیش آیا تو مجھے حکم دیا کہ میں اسی طرح کروں۔ حضرت

---

[۵۱] ہم خدا سے ازروئے پروردگار ہونے کے اور اسلام سے ازروئے دین ہونے کے اور محمدؐ سے ازروئے پیغمبر ہونے کے راضی ہوئے ۱۲ [۵۲] خداوندا جس نعمت نے میرے یا تیری مخلوق میں سے کسی ایک شخص کے ساتھ بھی صبح کی وہ تیری ہی طرف سے ہے درحالیکہ تُو اکیلا اور یگانہ ہے تیرا کوئی شریک نہیں تیرے ہی لیے حمد اور تیرے ہی واسطے شکر ہے ۱۲

[۵۳] ہم نے اور سارے مُلک نے خدا کے لیے شام کی سب تعریف خدا کے لیے ہے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات وصفات میں اکیلا ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے مُلک اور اسی کے واسطے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے میرے پروردگار جو کچھ اس رات میں ہے اور جو اس کے بعد ہوگا میں تجھ سے اُس کی بہتری اور بھلائی مانگتا ہوں اور اِس رات کی بُرائی اور اِس کے بعد کی رات کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ ای میرے پروردگار میں کسل اور بُرے نخوت وتکبر سے پناہ مانگتا ہوں اے میرے پروردگار میں عذابِ دوزخ اور عذابِ قبر سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲

[۵۴] معوذات سے وہ دعائیں مراد ہیں جن کے ذریعے سے خدا سے پناہ مانگی جاتی ہے ۱۲

حذیفہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بچھونے پر آکر یہ دعا پڑھتے تھے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيٰى وَاَمُوْتُ[1] اور نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ[2] حضرت براء کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھسے ارشاد کیا کہ جب تو بچھونے پر آکر لیٹے تو یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِىْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ[3] براء کا بیان ہے کہ بعد کو حضرت نے فرمایا کہ براء! اگر تو اس رات میں مرے گا تو اسلامی فطرت پر مرے گا اور اگر صبح کو زندہ اٹھے گا تو بھلائی کو پہنچے گا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب کو بیدار ہوتے تو فرماتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِىْ وَاَسْاَلُكَ رَحْمَتَكَ اللّٰهُمَّ زِدْنِىْ عِلْمًا وَّلَا تُزِغْ قَلْبِىْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِىْ وَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ[4]۔

گھر میں آمدورفت کرتے وقت ذیل کی دعائیں پڑھنی مسنون ہیں

حضرت ام المومنین بی بی ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتے وقت فرمایا کرتے تھے بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَّزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا[5]۔ ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں آئے تو ذیل کی دعا پڑھ کر گھر والوں کو سلام علیک کرے اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا[6]۔

عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو سفر میں رات ہو جاتی تو آپ فرماتے يَا اَرْضُ رَبِّىْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ[7]

[3] خداوندا میں نے اپنی جان تجھے سونپ دی اور اپنا مونہہ تیرے آگے جھکا دیا اور اپنا کام تیرے سپرد کر دیا اور اپنی پشت کو تیری طرف لگا دیا تیری طرف رغبت کر کے اور تجھ سے خوف کر کے۔ تیرے سوا کوئی جائے پناہ اور جائے امن نہیں ہے تو نے جو کتاب نازل فرمائی ہے میں اس پر اور جس نبی کو بھیجا ہے اس پر ایمان لایا ۱۲ [4] تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے خداوندا اور تیری تعریف کے ساتھ میں اپنے گناہوں کی تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری رحمت مانگتا ہوں الٰہی! مجھے علم زیادہ دے اور میرے دل کو اس کے بعد کج مت کر کہ تو مجھے اپنا رستہ دکھا چکا ہے اور مجھے اپنے پاس سے رحمت عنایت کر بے شک تو بہت عنایت کرنے والا ہے ۱۲ [5] خدا کے نام سے شروع ہے میں نے خدا پر بھروسا کیا خداوندا ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہمارے قدم ڈگمگا جائیں یا ہم بے راہ ہو جائیں یا ہم خود ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے ہم نادان بنیں یا کوئی ہم سے نادانی کرے ۱۲ [6] خداوندا میں تجھ سے اندر آنے اور باہر جانے کی بہتری طلب کرتا ہوں اللہ کے نام سے ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام سے نکلے اور خدا پر جو ہمارا پروردگار ہے ہم نے بھروسہ کیا ۱۲ [7] اے زمین میرا تیرا پروردگار خدا ہے میں خدا سے تیری برائی اور جو تجھ میں پیدا کیا گیا ہے اس کی برائی اور جو تجھ پر چلتے ہیں ان کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں میں شیر چیتوں اور سانپ بچھو اور جن و شیاطین سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں ۱۲

[1] خداوندا میں تیرے ہی نام پر جیتا اور مرتا ہوں ۱۲
[2] خدا کے لیے سب تعریف ہے جس نے ہم کو مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف انجام کار ہم کو اٹھنا ہے ۱۲

وَاَسْوَدٍ وَّمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ-

خولہ بنت حکیم سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کسی منزل میں فروکش ہو کر ذیل کی دعا پڑھے گا تو وہاں سے کوچ کرنے تک کوئی چیز اُسے ضرر نہ دے گی - اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ[1]

رنج وغم اور بے قراری کے وقت کی دُعائیں

سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ذی النّون[ع] کی دُعا پڑھے گا جو اُنھوں نے مچھلی کے پیٹ میں پڑھی تھی تو اُس کی ہر مشکل آسان اور ہر دُعا مقبول ہوگی وہ دُعا یہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ[2] - ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کرب وبے قراری کے وقت فرمایا کرتے تھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ[3] (صحیحین)

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ایک دن کا ذکر ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے وہاں ایک انصاری بیٹھا تھا جس کا نام تھا ابو امامہ - پیغمبر صاحب نے فرمایا ابو امامہ! تو بے وقت مسجد میں کیوں بیٹھا ہے عرض کیا یا رسول اللہ طرح طرح کے رنج وغم اور لوگوں کے قرض میرے پیچھے چمٹے ہوئے ہیں فرمایا میں تجھے ایسے چند کلمے بتائے دیتا ہوں کہ اُن کے پڑھنے سے خدا تیرا رنج دُور اور قرض ادا کر دے گا تو صبح وشام یوں کہا کر اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ[4] ابو امامہ کا بیان ہے کہ میں چند ہی روز ان کلمات کو پڑھنے پایا تھا کہ خدا نے میرا غم واندوہ بھی دور کر دیا اور قرض بھی ادا کر دیا-

مجلس میں بیٹھنے اور وہاں سے کھڑے ہونے کی دُعا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں کثرت سے قبیح وناشایستہ باتیں ہو رہی ہوں تو کھڑے ہونے سے پہلے ذیل کے کلمات پڑھ لے اس سے وہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس مجلس میں ہوئے تھے - سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ

---

[1] میں خدا کے پورے اور کامل کلمات کا واسطہ دے کر اُس کی مخلوق کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [2] تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ہی خطا کار ہوں ۱۲ [3] خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو نہایت بزرگ بُردبار ہے - خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا پروردگار ہے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرشِ بزرگ کا پروردگار ہے ۱۲ [4] خداوندا میں ہر طرح کے رنج وغم سے پناہ مانگتا ہوں اور عجز اور کسل اور بخل اور نامردی سے پناہ مانگتا ہوں اور قرض کے غلبے اور آدمیوں کے قہر سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [5] اے خدا تو پاک ہے اور ہم تیری تعریف کرتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں ۱۲

[ع] ذی النون سے مراد ہیں حضرت یونس علیہ السلام ۱۲

اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ

سفر کے وقت کی دُعائیں

امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھے صحیح سند کے ساتھ حدیث پونہچی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب سفر میں جانا چاہتے تو رکاب میں پاؤں مبارک رکھتے وقت یوں فرماتے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ ازْوِلَنَا الْاَرْضَ وَھَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنْ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہر اونچی زمین پر تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھتے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ

عبد اللہ الخطمی سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی کو رخصت کرتے تو فرماتے اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکُمْ وَاَمَانَتَکُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی حادثہ پیش آتا یا کوئی کام رنج میں ڈالتا تو آپ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ کثرت سے پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ لوگو! یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اکثر کہا کرو۔

حافظے کے قوی کرنے کی دُعائیں

شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں قوۃ حافظے کے لیے ذیل کی دعا نماز میں پڑھنے کی تعلیم فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَۃَ عَلَی الرُّشْدِ وَاَسْاَلُکَ

---

[۱] اللہ کے نام سے شروع خداوندا تو سفر میں میرا رفیق اور اہل وعیال میں جانشین ہے خداوندا تو زمین کو ہمارے واسطے طے کردے اور ہم پر سفر کو آسان کردے خداوندا میں سفر کی سختی اور رنج واپسی اور مال و اہل کی بدحالی دیکھنے سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [۲] خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اُسی کا ملک ہے اور اُسی کو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ہم خدا کی طرف رجوع کرنے والے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اپنے پروردگار کو سجدہ کرنے والے اُس کی تعریف کرنے والے ہیں خدا نے اپنا وعدہ سچا کردیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا تمام لشکروں کو بھگا دیا ۱۲ [۳] میں خدا کو تمہارا دین اور تمہاری امانتیں اور تمہارے عملوں کے نتیجے سونپتا ہوں ۱۲ [۴] اے زندہ اے قائم و دائم میں نے تیری رحمت کے ساتھ استغاثہ کیا ہے ۱۲ [۵] اے بزرگی وعزت والے ۱۲ [۶] خداوندا میں اُمور خیر میں ثابت قدمی اور صلاح وخیر پر استقامت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور شکر نعمت اور حسن عبادت کی توفیق چاہتا ہوں میں تجھ سے سچی زبان اور سلامتی والا دل مانگتا ہوں اور اُس چیز کی برائی سے جسے تو ہی جانتا ہے پناہ مانگتا اور اُس چیز کی بھلائی کا جسے تو ہی جانتا ہے سوال کرتا ہوں اور اُن گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں جنھیں تو ہی خوب جانتا ہے ۱۲

شُکْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْاَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَّقَلْبًا سَلِيْمًا وَّاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا تَعْلَمُ۔

کھانا کھانے اور نیا کپڑا پہننے کے وقت کی دعائیں

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نیا کپڑا پہن کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِيْ هٰذَا اَسْاَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ۔
ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جدید لباس پہن کر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا اُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ ۔ ازاں بعد کہا کہ میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص نیا لباس پہن کر یہ دعا پڑھے اور پرانے کپڑے خیرات کرے تو وہ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں خدا کی حفظ و حمایت میں رہے گا۔
ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے یا پانی نوش کرتے تو یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ۔

پاخانے میں آمدورفت کرتے وقت کی دعائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء میں جاتے وقت فرمایا کرتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے نکلتے وقت فرماتے تھے غُفْرَانَكَ۔

مسجد میں آمدورفت کرتے وقت کی دعائیں۔ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں جاتے وقت پہلے درود پڑھتے پھر فرماتے رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب مسجد سے باہر آتے تو فرماتے رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

چاند دیکھتے وقت ذیل کی دعا مسنون ہے طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھتے تھے اَللّٰھُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ

---

[۱] خداوندا تیرے لیے تعریف ہے تو نے ہی مجھے یہ کپڑا پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس غرض کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی بھلائی مانگتا اور اس کی برائی اور جس غرض کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [۲] خدا کو تعریف ہے جس نے مجھے وہ لباس پہنایا جس سے میں اپنا ستر ڈھانکتا اور زندگی میں آراستگی حاصل کرتا ہوں ۱۲ [۳] خدا کو تعریف ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا ۱۲ [۴] خداوندا میں تیرے ساتھ نر و مادہ جنات اور شیاطین سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [۵] خداوندا ہم تجھ سے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں ۱۲ [۶] خداوندا میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے ۱۲ [۷] الٰہی میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے ۱۲ [۸] خداوندا اس چاند کو ہم پر یمن و برکت اور ایمان و سلامتی اور اسلام کے ساتھ نکال میرا پروردگار اور تیرا پروردگار خدا ہے ۱۲

وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ - قتادہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صاحب جب نیا چاند دیکھتے تو اوّل تین دفعہ فرماتے ھِلَالُ خَیْرٍ وَّرُشْدٍ[1] پھر تین دفعہ فرماتے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَکَ[2] ان بعد کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ذَھَبَ بِشَھْرِ کَذَا وَجَآءَ بِشَھْرِ کَذَا[3]۔

کڑک اور بادل اور سخت ہوا کے وقت کی دعائیں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کڑک اور بجلی کی آواز سن کر فرماتے اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ[4] - حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پیغمبر صاحب آسمان کے کناروں سے ابر اٹھتا ہوا دیکھتے تو آپ جس کام میں مشغول ہوتے فوراً اسے چھوڑ دیتے اور نماز میں ہوتے تو اس میں بہت تخفیف کر دیتے پھر فرماتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا[5] - اگر مینھ پڑتا تو فرماتے اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا ھَنِیْئًا[6] - حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب شدت کے ساتھ ہوا چلتی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ[7]۔

شب قدر اور عرفے کے دن کی دعائیں عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین دعا عرفے کے روز کی دعا ہے اور جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا ہے سب میں افضل یہ کلمات ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[8] - حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا - یا رسول اللہ اگر میں شب قدر کو پا جاؤں تو کیا دعا مانگوں فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ[9]

چھینک لیتے وقت ذیل کی دعائیں پڑھنی مسنون ہیں عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں چھینک لی تو کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا کَمَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَبَعْدَ مَا یَرْضٰی مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ[10] پیغمبر صاحب نے نماز سے

---

[1] یہ خیر و بھلائی کا چاند ہے ۱۲ [2] میں اس خدا پر ایمان لایا جس نے تجھے پیدا کیا ۱۲ [3] سب تعریف خدا کو ہے جو فلاں مہینا لے گیا اور فلاں مہینا لایا ۱۲ [4] خداوندا ہمیں اپنے غضب سے قتل نہ کر اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر اور ہمیں اس سے پہلے عافیت عطا فرما ۱۲ [5] خداوندا میں اس کی برائی سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [6] الٰہی پے در پے اور خوشگوار برسانا برسا ۱۲ [7] خداوندا میں تجھ سے اس ہوا کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کی برائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی برائی اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [8] خدا کے سوا کوئی معبود نہیں درحالیکہ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کو تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۱۲

[9] خداوندا تو بڑا درگزر کرنے والا ہے (اور) درگزر کو دوست رکھتا ہے تو مجھ سے درگزر کر ۱۲

[10] سب تعریف خدا کے لیے ہے بہت تعریف پاک تعریف مبارک تعریف یہاں تک کہ ہمارا پروردگار راضی ہو جائے اور بعد اس کے ہمارے دنیاوی اور اخروی امور سے راضی ہو ۱۲

نماز سے فارغ ہوکر فرمایا کہ یہ کلمات کس نے کہے ہیں وہ شخص خاموش ہوگیا حضرت نے پھر فرمایا کہ یہ کلمے کس نے کہے ہیں اب بھی اُس نے کچھ جواب نہیں دیا پیغمبر صاحب نے تیسری مرتبہ فرمایا کہ یہ کلمے جس نے کہے ہیں اُسے فوراً بول اُٹھنا چاہیئے۔ کیونکہ اُس نے کوئی بُری بات نہیں کہی ہے وہ شخص بول اُٹھا کہ حضرت ایس نے کہے ہیں اور میں نے اُن سے بجز بھلائی کے اور کچھ ارادہ نہیں کیا فرمایا یہ کلمات سیدھے عرش تک پونہچ گئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی کو چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ[1] کہے اور سننے والا یَرْحَمُكَ اللّٰهُ[2] اور جب سننے والا یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے تو یہ اُس کے جواب میں کہے یَهْدِیْكُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَكُمْ[3]۔

مبتلائے مصیبت کو دیکھ کر ذیل کی دُعا پڑھنی مسنون ہی

حضرت عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مُبتلا کو دیکھکر کہے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا[4] تو وہ جب تک زندہ رہے گا اِس بَلا میں مُبتلا نہ ہوگا۔

ہم نے دعا کو اس وجہ سے حق اللہ سمجھا کہ آدمی کیا دنیا اور کیا دین ہر طرح پر سراپا احتیاج پیدا کیا گیا ہے بے نیازی خدا کی صفت ہے اور اُسی کو زیبا بھی ہے۔ آدمی پر گو وہ کسی رتبے کا ہو کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا کہ اُس کو کوئی حاجت نہ ہو جب آدمی کی یہ حالت ہے تو اُس کو چار و ناچار حاجت روائی کے لیے کسی دوسرے کی طرف رُجوع کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے وہ دوسرا سوائے خدا کے کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ جو مطلب اپنائے جنس کی مدد سے برآتے ہیں حقیقت میں اُن مطالب کا برلانے والا بھی خدا ہے کیونکہ اُس نے برآرندہ مطلب کو قدرت اور توفیق مطلب برآری کی دی ہے اب اگر آدمی خدا سے اپنی حاجت طلب نہیں کرتا۔ تو اُس کے دو محمل ہوسکتے ہیں یا یہ کہ خدا کے سوائے دوسرے سے حاجت روائی چاہتا ہے تو یہ کفر صریح ہے اور دوسرے لفظوں میں انکارِ خدائی۔ یا وہ خدا سے نا اُمید ہے اور یہ بھی کفر صریح نہیں تو کفر کی حد میں جا پونہچتا ہے۔ لَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ[5] اور قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ[6]

---

[1] ہر حال میں خدا کی تعریف ہی ۱۲ [2] خدا تجھ پر رحم کرے ۱۲ [3] خدا تمھیں ہدایت دے اور تمھارے دل سنوارے ۱۲ [4] خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اُس مصیبت و تکلیف سے عافیت دی جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت و بزرگی عنایت کی ۱۲ [5] اِس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اُس نصیحت کا ذکر ہے جو اُنھوں نے اپنے چھوٹے فرزند یوسف اور ابن یامین کی تلاش میں اور بیٹوں کو بھیجتے وقت کی تھی کہ بیٹا لُجاؤ او یوسف و ابن یامین کو ڈھونڈو اور رحمتِ خدا سے نا اُمید نہ ہو ۱۲ [6] یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے جو اُنھوں نے فرشتوں کے جواب میں کہا تھا جبکہ اُنھوں نے آپ کو تولّدِ فرزند کی خوش خبری دی اور آپکے تعجب کو دور کرنے کے لیے کہا فلا تکن من القانطین ۱۲ ❊ (یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا) کہ خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہو کیونکہ خدا کی رحمت سے وہی لوگ نا امید ہوا کرتے ہیں جو کافر ہیں ۱۲ (ابراہیم نے فرشتوں کے جواب میں کہا) کہ گمراہوں کے سوا ایسا کون ہے جو اپنے پروردگار سے نا امید ہو یعنی مَیں خدا کی طرف سے نا اُمید نہیں ہوں بلکہ اپنی عمر کے لحاظ سے مجکو تعجب معلوم ہوتا ہے ۱۲ ❊

اگر خدا کو خدا کر کے ماننا خدا کا حق ہے تو اُسی سے اپنی تمام حاجتیں طلب کرنا بھی بدرجۂ اولیٰ اُس کا حق ہے۔ ایک حالتِ خاص یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے سب کام خدا کے حوالے کر کے فکر سے فارغ ہو بیٹھتا ہے ؎

کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما
فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

تو یہ نہ مانگنا ہزار مانگنے کے برابر ہے۔ اور ایک نہ مانگنا کبر و نخوت کی وجہ سے ہوتا ہے اور وہ اشد الکفر ہے اور اسی کے حق میں فرمایا ہے [عله] اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ایمان باللہ میں ایک بات یہ بھی ہے کہ خدا کا علم اتم و اکمل ہے وہ سب بولیاں سمجھتا ہے اور عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاۤءَ كُلَّهَا [عله] کی رُو سے سمجھا گیا ہے بلکہ اُسی نے سب بولیاں سکھائی ہیں۔ بولی بیش بریں نیست کہ ذریعہ اظہارِ مطلب کا ہے اور خدا اپنے کمالِ علم کی وجہ سے اِس کا بھی محتاج نہیں وہ دلوں کی بولی جس کے لیے حرف و صوت نہیں سمجھتا ہے وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ [عله] دِ اصلی دعا دل کی دعا ہے اور اُس کی تکمیل زبان کے ذریعے سے ہوتی ہے کوئی سی زبان بھی ہو تاہم عربی عبارت میں دعا کرنا اولیٰ بالقبول ہے اور قبولیّت میں حروف و اصوات کو دخلِ عظیم ہے اور یہ ایک راز ہے جو ہر شخص پر منکشف نہیں۔

پیغمبر صاحب کی دُعائیں، جو ہم نے جمع کر دی ہیں اُن سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کسی وقت کسی حالت میں یادِ خدا سے غافل نہ تھے یہ درجہ سوا اُن کے مقدورِ بشر نہیں بااینہمہ ہم نے کمالِ بشریّت کا ایک انتہائی درجہ بتا دیا ہے تاکہ آدمی اُس کو پیشِ نظر رکھے اور جتنی انابت الی اللہ کر سکتا ہے اُس کے لیے کوشش کرے اور ہم نے آزما کر دیکھا ہے کہ انابت الی اللہ دنیا کے کاروبار میں کسی طرح حارج اور مزاحم نہیں وہ صرف ایک خیال ہے جو دنیاوی مشاغل کے ساتھ بآسانی جمع ہو سکتا ہے

افتراء علی اللہ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ [عله]	اور اُس سے بڑھ کر ظالم (اور) کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا دعوے کرے کہ میری طرف وحی آئی ہے
عنوانِ مذکور میں ذیل کی آیتیں بھی پڑھ لو۔ (۱) والانعام لا یذکرون اسم اللہ علیہا افتراء علیہ (انعام ۱۶) (۲) فمن اظلم ممن افترٰے علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہ [علہ] (یونس ۲۶) (۳) فمن اظلم ممن افتری علے اللہ کذبا او کذب	بآیاتہ اولٰئک [علہ] (الاعراف ۴۶) (۴) قال لہم موسٰی ویلکم لا تفتروا علے اللہ کذبا (طٰہٰ ۳۶) (۵) ومن اظلم ممن افتری علے اللہ کذبا (عنکبوت ۶۲) (۶) ومن اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب (صف ۱۶) (۷) فمن افتری علے اللہ الکذب (آل عمران ۱۰۶)

عله جو لوگ (ازراہ تکبر) ہماری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں عنقریب ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے ۱۲

عله اور خدا نے آدم کو سب چیزوں کے نام بتا دیئے ۱۲ عله اور وہ (یعنی خدا) لوگوں کے دل تک کی باتوں کو جانتا ہے ۱۲

وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ (الانعام ع ۱۱ پارہ ۷)	حالانکہ اُس کی طرف کچھ بھی وحی نہ آئی ہو اور (نیز اُس سے بڑھ کر بھی ظالم اور کون ہو گا) جو دعوے کرے کہ (قرآن) جس (کی نسبت تم کہتے ہو کہ اس) کو اللہ نے اُتارا ہے (دیکھو تو) ایسا ہی میں بھی اُتار دوں۔
وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (الانعام ع ۳ پارہ ۷)	اور جو شخص خدا پر جھوٹ بہتان باندھے یا اُس کی آیتوں کو جھٹلائے اُس سے بڑھ کر ظالم (اور) کون؟ (اور ظالموں) کو کسی طرح فلاح ہونی نہیں۔

آیاتِ الٰہی سے استہزاء نہ کرنا

بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۝ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ۝ (النساء ع ۲۰ پارہ ۵)	(اے پیغمبر) منافقوں کو خوش خبری سنا دو کہ اُن کو (آخرت میں) دردناک عذاب ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے (پھرتے) ہیں کیا کافروں کے ہاں (اپنی) عزت (بڑھانی) چاہتے ہیں؟ سو عزت تو ساری اللہ کی ہے حالانکہ تم (مسلمانوں) پر اللہ (اپنی) کتاب (یعنی قرآن) میں (حکم) نازل کر چکا ہے کہ جب تم (اپنے کانوں سے) سن لو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار کیا جا رہا ہے اور اُن کی ہنسی اُڑائی جاتی ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں ورنہ اِس صورت میں تم بھی اُن ہی جیسے (کافر) ہو جاؤ گے اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں (ایک جگہ) جمع کر کے رہے گا
وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ	اور (اے پیغمبر) جب ایسے لوگ (کہیں) تمہاری نظر پڑ جائیں جو ہماری آیتوں کا مشغلہ بنا رہے ہوں تو اُن (کے پاس) سے ٹل جاؤ یہاں تک کہ ہماری آیتوں کے سوا (دوسری) باتوں میں لگ جائیں اور اگر شیطان تم کو

الشَّيْطٰنِ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الانعام ع ۸ پارہ ۷)

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ○ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○

(التوبہ ع ۸ پارہ ۱۰)

(ہماری یہ نصیحت کسی وقت) بھلا دے تو یاد آئے پیچھے (ایسے) ظالم لوگوں کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھنا۔

منافق (اس بات سے بھی) ڈرتے ہیں کہ (مبادا) خدا کی طرف مسلمانوں پر (پیغمبر کے ذریعے سے) ایسی سورت نازل ہو کہ جو کچھ اُن کے دلوں میں ہے مسلمانوں کو جتا بتا دے (اے پیغمبر اِن لوگوں سے) کہو کہ (اچھا) ہنسو جس بات سے تم ڈر رہے ہو اُس کو تو خدا ظاہر ہی کر کے رہے گا ف اور (اے پیغمبر) اگر تم اِن لوگوں سے پوچھو (کہ یہ کیا حرکت تھی) تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ ہم تو یوں ہی باتیں (چیتیں) اور ہنسی مذاق کر رہے تھے (اے پیغمبر اِن سے) کہو تم کو ہنسی (بھی) کرنی تھی تو خدا ہی کے ساتھ اور اُسی کی آیتوں اور اُسی کے رسول کے ساتھ۔

ف منافقوں میں بعضے تو محض بدعقیدت تھے اور کسی وجہ سے خلافِ واقع اپنے تئیں مسلمان ظاہر کرتے تھے اور بعض شکی اور دُو دِلے تھے اِس آیت میں اسی قسم اخیر کے منافقوں کا تذکرہ ہے کہ وہ کسی کسی وقت ڈرنے بھی لگتے تھے مگر اللہ کے دین کے ساتھ تمسخر ترک نہیں کرتے تھے ۱۲+

من المترجم

اعمالِ لسانی کا باب کُل چودہ فصلوں میں منقسم ہے۔ بارہ مامورات مذکورہ بالا جن کے کرنے کا حکم ہے اور دو منہیات افتراء علی اللہ اور استہزاء جن کی مناہی ہے۔ افتراء اور استہزاء کا درجہ کفر اور شرک سے بھی بڑھا ہوا ہے اس لیے کہ افتراء اور استہزاء میں گستاخی اور بے باکی اور استخفاف ہے اور بندہ اِس سے بڑھ کر اور کیا نالائقی اور پاجی پن کرے گا کہ خدا پر جھوٹ بہتان باندھے دل سے بات بنائے اور اُس کو وحیِ آسمانی بتائے یا خدا کی کسی بات کی ہنسی اُڑائے۔ بہتیروں کو یہ سُن کر تعجب ہو گا کہ بندہ ایسا بھی کیا گیا گزرا ہو سکتا ہے کہ خدا کی جناب میں اِس قدر بے ادبی کرے۔ مگر یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ بندے ایسی بدذاتی نہ کرتے تو قرآن میں جابجا ایسی بے جا حرکتہ پر تنبیہ نہ کی جاتی۔ ایک رندِ لاابالی کو جو مسلمان ہو کر داڑھی منڈاتا تھا اس فعلِ قبیح کی سند میں یہ کہتے سُنا کہ قرآن میں جو كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ہے اس کی رُو سے کلّوں کے صاف رکھنے یعنی داڑھی مُنڈانے کی تاکید ہے۔ ایک نالائق فارسی کا شاعر کہتا ہے

لا تقربوا الصلوٰۃ زہیم بخاطر ست | وز امر یاد ماندہ کلوا و اشربوا مرا

یہی استہزار ہے اور اسی کے حق میں آیۂ وانیبوالی ربکم الخ نازل ہے۔ اُس زبان کو لقوہ مار جائے جو ایسی بکواس کرے اور ایسی بکواس کرنے والے پر بجلی گرے۔

کتابوں میں پڑھتے تھے کہ لوگوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے بھی کیے ہیں اور جی میں کہا کرتے تھے کہ آہی کیسے لوگ تھے جو ایسی بیہودہ جرأت کرتے تھے۔ سو خدا کی شان اپنے وقتوں میں ایسوں کو بھی دیکھ لیا۔ اِن کو دیکھ کر جو حیرت ہوئی سو ہوئی۔ اُس سے زیادہ حیرت اِس پر ہوئی کہ مذہب پر یہ بڑا نازک وقت گزر رہا ہے ایک طرف تو سچی بات میں لوگ طرح طرح کے شکوک پیدا کرتے ہیں اور قائل نہیں ہوتے دوسری طرف کتنے بندگانِ خدا ایسے بھی ہیں جو مدعیوں کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اور کرتے چلے جاتے ہیں۔ غرض حضرتِ انسان کی بھی عجیب کھوپری ہے یا بآں شوراشوری و یا باین بے نمکی +





صلوٰۃ

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۞ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۞ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۞ (بقرہ ع ۵)

اور[1] نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جو لوگ (ہمارے حضور میں بوقتِ ادائے نماز) جھکتے ہیں اُن کے ساتھ تم بھی جھکا کرو کیا تم (دوسرے) لوگوں سے نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم کتابِ (الٰہی بھی) پڑھتے رہتے ہو کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے اور (مصیبت کی برداشت کے لیے) صبر اور نماز کا سہارا پکڑو اور البتہ نماز شاق ہے مگر اُن پر (نہیں) جو خاکسار ہیں (اور) جو یہ خیال (پیشِ نظر) رکھتے ہیں کہ وہ (آخرکار) اپنے پروردگار سے ملنے والے اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں

اِس عنوان کے متعلق قرآن مجید میں بہت سی آیتیں ہیں منجملہ اُن کے اکثر آیتیں تو ایسی ہیں جن میں نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ساتھ ساتھ ہوا ہے اور بعض ایسی ہیں جن میں صرف نماز کا بیان ہے سب آیات کا جمع کرنا تو مشکل ہے نمونے کے طور پر چند آیتیں ذکر کیجاتی ہیں

(۱) ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون (بقرہ ع ۱)

(۲) وقولوا للناس حسنا واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ (بقرہ ع ۱۰)

(۳) واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ (بقرہ ع ۱۳)

(۴) لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب (بقرہ ع ۲۲)

(۵) الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ (النساء ع ۱۱)

(۶) لکن الراسخون فی العلم منھم والمؤمنون یؤمنون الخ (نساء ع ۲۲)

(۷) وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ (المائدہ ع ۳)

[1] اس کے مخاطب اگرچہ بنی اسرائیل ہیں جیسا کہ آیت کا سیاق و سباق اس پر دلالت کرتا ہے مگر چونکہ اصل میں بھی نماز کے فائدہ کے لئے اور ... علیہ السلام ... تم اس آیت کو اس عنوان کے شروع میں رکھا ہے صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے ساتھ بنی اسرائیل کو خطاب کرنا درحقیقت دعوتِ اسلام کا ایک پیرایہ تھا ۱۲

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ (بقرع ۳۱ پاره ۲)

(مسلمانو!) تمام نمازوں کا (عموماً) اور بیچ کی نماز کا (خصوصاً) تقید رکھو اور (نماز میں) اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہو ف۱

اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (ہود ع ۱۰ پاره ۱۲)

(اے پیغمبر) دن کے دونوں سرے (یعنی صبح اور شام) اور اوائل شب نماز پڑھا کرو کیونکہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں جو لوگ ذکر (الٰہی) کرنے والے ہیں اُن کے حق میں (ہمارا فرمانا) ایک طرح کی یاد دہانی ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۹ پاره ۱۵)

(اے پیغمبر) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء کی) نمازیں پڑھو اور نماز صبح (بھی) کیونکہ نماز صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہے ف۲

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ (روم ع ۲)

پس جس وقت تم لوگوں کو شام ہو اور جس وقت تم کو صبح ہو اللہ کی تسبیح (و تقدیس) کرو اور آسمانوں اور زمین میں وُہی اللہ تعریف کے لائق ہے اور (نیز) تیسرے پہر اور جب تم لوگوں کو دوپہر ہو اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو ف۳

ف۱ احادیث سے ثابت ہے کہ بیچ کی نماز سے عصر کی نماز مراد ہے اور چونکہ یہ وقت دنیا کے کاروبار میں مشغول رہنے کا ہے اس وجہ سے اس نماز کی بڑی تاکید اور بڑی فضیلت ہے اور نماز عصر کو بیچ کی نماز اس لیے فرمایا کہ صبح اور ظہر دو نمازیں دن کی اس سے پہلے ہیں اور مغرب و عشاء رات کی دو نمازیں اس کے بعد ۱۲ +

ف۲ مفسرین نے لفظ مشہود کے بہت سے معنے لکھے ہیں بعض کہتے ہیں انتظام دنیا کے لیے جو فرشتے آتے ہیں دن کے فرشتے الگ ہیں اور رات کے الگ ہیں اُس وقت اِن کی بدلی ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ صبح کی نماز میں نمازی کثرت سے جمع ہوتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ صبح کا وقت حضور قلب کا وقت ہے کہ نماز میں جی خوب لگتا ہے اور اس کے سوا اور بہت سے اقوال ہیں ان سب تفسیروں پر نظر کر کے ہم نے ایک لگتا ہوا سا ترجمہ اختیار کر لیا ہے اور قرآن الفجر کے معنے تو ظاہر ہیں صبح کا قرآن مگر اُس سے مراد نماز صبح ہے ۱۲ +

ف۳ تسبیح و تقدیس سے یا تو مطلق ذکر مراد ہے یا پانچوں نمازیں کیونکہ نماز میں بھی خدا کی تسبیح و تقدیس کی جاتی ہے اور پانچ وقتوں کی تخصیص بھی اسی معنے کی مؤید ہے کہ تمسون میں مغرب و عشاء داخل ہے اور تصبحون میں صبح اور عشیا میں عصر اور تظہرون میں ظہر ۱۲ +

من المترجم

آدمی کو خدا نے چیزوں کے جاننے پہچاننے کے لیے ہی پانچ حواس دیئے ہیں۔ دیکھنے کے لیے آنکھ سننے کے لیے کان۔ سونگھنے کے لیے ناک۔ چکھنے کے لیے زبان۔ چھونے کے لیے جلد بدن۔ سو آدمی حواس کے ذریعے سے چیزوں کے خواص معلوم کر سکتا ہے۔ چیزوں کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے آدمی کے پاس کوئی ذریعہ نہیں مثلاً پانی روزمرہ کے استعمال کی چیز ہے اور ہم اُس کو بخوبی جانتے پہچانتے ہیں لیکن پانی کے جاننے پہچاننے کے یہی معنی ہیں کہ ہم اُس کو سفید سفید نشیب کی طرف کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں کُلّی کرنے سے مزہ معلوم کر سکتے ہیں کہ میٹھا ہے یا کھاری۔ سونگھ کر بُو پہچان سکتے ہیں۔ خُدا کے بارے میں تو ہماری معلومات اتنی بھی نہیں مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ کیونکہ ہمارے حواس خدا کے جاننے پہچاننے میں کچھ کام نہیں دیتے صرف ایک عقل گواہی دیتی ہے کہ خدا کو متصف بجمیع الصّفات الکمالیہ ہونا چاہیئے اور وہ ہے۔ دنیا میں کوئی چیز بے بنائے نہیں بنتی تو کارخانہ عالم کا بھی کوئی بنانے والا ہے اور وہی خدا ہے۔ ہم بنی نوعِ بشر کے لیے یہ معرفت الٰہی کی انتہا ہے

اگر یک سر مُوئے برتر پرم　　فروغ تجلّی بسوزد پرم

خدا کے خیال کو اس قدر راسخ کرنا کہ بات بات سے اور ذرّے ذرّے سے خدا کی طرف ذہن منتقل ہونے لگے اسی معرفت عقلی کی مشاقی کی دلیل ہے اِس سے معرفت کی نوعیّت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ خیر جب انسان نے خدا کو جانا پہچانا جیسا کہ وہ جان پہچان سکتا ہے اور پھر اُس تعلق کا خیال کیا جو عالم کے ذرّے ذرّے کو اور خود آدمی کو خدا کے ساتھ ہے تو پھر آدمی کی طبیعت آپ سے آپ متقاضی ہوتی ہے کہ اُس کے آگے عجز و احسان مندی کا اظہار کرے اِسی کا نام ہے عبادت پھر عبادت کی قسمیں ہیں اوّل اعمالِ قلبی جن کا حاصل یہ ہے کہ آدمی خدا کے بارے میں اپنے خیال کو ٹھیک رکھے۔ دوسرے اعمال بدنی۔ تیسرے اعمالِ مالی۔ اعمالِ لسانی بھی اعمالِ بدنی میں داخل ہیں مگر چونکہ عبادت کا بڑا حصّہ ذکرِ الٰہی ہے اور وہ زبان کا کام ہے اس لیے اعمالِ لسانی کا علیحدہ باب قائم کیا گیا۔ اعمالِ بدنی کا حاصل یہ ہے کہ ہر ہر عضوِ بدن خدا کے سامنے عجز و مسکنت کا اظہار کرے اور یہ بات صرف نماز ہی میں پائی جاتی ہے اِسی لیے نماز کو افضل العبادات کہا جاتا ہے اور شریعت میں اِس کی بڑی تاکید ہے۔ اُس کے ارکان قیام اور رکوع اور سجود اور قعود تمام مودّبانہ حرکات ہیں۔ قرات بھی خدا کی حمد و ثنا ہے۔ شکرِ نعمت ہے۔ عرضِ حاجت ہے۔ اظہارِ عجز و درماندگی ہے۔ اوقات بھی ایسے حساب سے مقرر کیے ہیں کہ دن رات میں خدا کی یاد بار بار تازہ ہوتی رہے۔ چونکہ نماز موقوف ہے جسمانی طہارت اور شرعی نظافت پر اس لیے ہم پہلے طہارت اور طہارت کے ساتھ مقدّمات نماز کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں

❖

طہارت

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ○

(البقرۃ ع ۱۵ پارہ ۱)

۱ اور (اے پیغمبر بنی اسرائیل کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب ابراہیم کو اُن کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور اُنھوں نے اُن کو پورا کر دکھایا ف۱ تو (خدا نے رضامند ہو کر) فرمایا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام (یعنی پیشوا) بنانے والے ہیں (ابراہیم نے) عرض کیا اور میری اولاد میں سے فرمایا (ہاں مگر) ہمارے اس اقرار میں وہ داخل نہیں جو برسرِ ناحق ہوں گے۔

۲ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ (البقرۃ ع ۱۵ پارہ ۱)

۲ اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے فرمایا کہ ہمارے اس گھر (یعنی خانہ کعبہ) کو طواف کرنے والوں اور مجاوروں اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لیے پاک (وصاف) رکھو

۳ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○ (التوبہ ع ۱۳ پارہ ۱۱)

۳ اُس (مسجدِ قبا) میں ایسے لوگ ہیں جو خوب صاف ستھرے رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے ف۲

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِيَابَكَ

(اے پیغمبر تم) جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو اُٹھو اور (لوگوں کو عذابِ خدا سے) ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو

ف۱ مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں تھیں جو روحانی و جسمانی طہارت سے متعلق تھیں روحانی طہارت جیسے توحید و عقائدِ حقہ اور جسمانی جیسے۔ ختنہ۔ ناخن ترشوانا مونچھ اور بغل اور زیرِ ناف کے بال دور کرنا پانی سے استنجا کرنا وغیرہ ۱۲ ف۲ حضرت مکے سے ہجرت کر آئے تو مدینے سے باہر اُترے ایک محلہ تھا بنی عمرو بن عوف کا بعد چند روز کے شہر میں جگہ پکڑی اور مسجدِ نبوی کی تعمیر کی اُس محلے میں جہاں نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے مسجد بنا رکھی اور جماعت قائم رہی مسجدِ قبا کر مشہور ہے حضرت اکثر ہفتے کے روز وہاں جاتے اور نماز پڑھتے اُس محلے میں بعضے منافقوں نے چاہا کہ اور مسجد بنادیں پہلوں کی ضد پر اور اپنی جماعت جدا ٹھیرادیں اور ایک راہب ابو عامر کہ اسلام کی ضد سے نکل گیا تھا اُس کو نفاق سے بلا کر وہاں سردار اور امام کریں حضرت سے چاہا کہ اول ایک بار آپ وہاں نماز پڑھیں تو ہم جماعت قائم کریں حضرت کو ان کی دغا معلوم نہ تھی وعدہ کیا کہ جنگِ تبوک سے پھریں گے تو اول وہیں نماز پڑھ کر شہر میں داخل ہوں گے حق تعالیٰ نے پہلے خبردار کر دیا اور مسجدِ قبا کے لوگوں کی تعریف کی ۱۲ (موضح القرآن مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ)

(خوب اچھی طرح) پاک (وصاف) رکھو اور نجاست سے الگ رہو ف	فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ (المدثر ع ۱ پارہ ۲۹)

مِنَ المُترجم - طہارت کے معنے ہیں پاکیزگی - صفائی - ستھرائی - اور چونکہ آدمی جسم اور روح دو چیزوں سے مرکب ہے طہارت بھی دو طرح کی ہونی چاہیئے جسمانی - روحانی - بدن کا گندگی اور میل کچیل سے پاک رکھنا جسمانی طہارت ہے - روحانی طہارت یہ ہے کہ آدمی کا دل معتقداتِ فاسدہ اور خیالات بیہودہ اور اخلاقِ بد کی کدورت سے پاک ہو طہارت کسی قسم کی بھی ہو اصل میں وہ آدمی کے اپنے نفس کا حق ہے - جس طرح جسمانی طہارت جسم کے بچاؤ کے لیے ہے اسی طرح روحانی طہارت روح کی حفاظت کے لیے ہے اِس اصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ شریعت کے جتنے احکام ہیں سب آدمی کے مفاد کے لیے ہیں اور اس اعتبار سے ساری شریعت حق العباد ہے مگر اس اعتبار سے کہ خدا کی بتائی ہوئی ہے ساری شریعت حق اللہ بھی ہے - اگرچہ اس اصول کے مطابق حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کچھ فرق نہ ہونا چاہیئے - مگر چونکہ ایسا اعلےٰ درجے کا خیال ہر شخص کی سمجھ میں آنا مشکل ہے ہم نے سہولت فہم کے لیے اِس کتاب میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کو الگ الگ کر کے دکھایا ہے - روحانی طہارت کو ہم نے حقوق العباد میں رکھا اور جسمانی طہارت کو صرف اس وجہ سے کہ وہ شرطِ نماز ہے اور نماز کھلا ہوا حق اللہ ہے حقوق اللہ کے ذیل میں رہنے دیا اور جب حقوق العباد کے لکھنے کی نوبت آئے گی ان شاء اللہ وہاں بھی اس کا حوالہ دیا جائے گا - غرض اس باب میں طہارت سے ہم صرف جسمانی طہارت مراد لیتے ہیں اور اسی کے متعلق چند باتیں لکھتے ہیں -

شکل وصورت کے اعتبار سے آدمی تمام جاندار مخلوقات میں بڑا خوبصورت اور شان دار مخلوق ہے اور اسی لیے خدائے تعالیٰ نے اِس کے حق میں لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ فرمایا ہے مگر پاکیزگی و ستھرائی کے اعتبار سے دیکھا جاتا ہے تو وہ صرف ایک خوشنما لفافہ ہے اور ملفوف تمام تر فضیحت اور رسوائی اور گندگی ؏ بعد مرنے کے لفافہ کھل گیا *
وہ گندگی در گندگی سے پیدا ہوتا جیسا سب کو معلوم ہے اور گندگی ہی میں نشو ونما پاتا اور ساری عمر گندگی ہی میں لت پت رہتا ہے - خدا نے اپنی حکمتِ کاملہ سے چار مختلف الطبائع عناصر یعنی آب وخاک وباد و آتش کو ایک جگہ کر کے اِن میں جان ڈال دی ہے اور وہ ایک وقت خاص تک اِن کو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونے دیتی اِدھر جان نکلی اور اُدھر عناصر نے اپنی اپنی راہ لی کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰٓی اَصْلِہٖ - مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى - ؏۲

قطعہ

چند روزے بُوند باہم خوش	چار طبع مخالف و سرکش
جانِ شیریں بر آمد از قالب	چون یکے زین چہار شد غالب

ف ظاہر اطہارت کی تاکید ہے اور بعض مفسر کہتے ہیں کہ گندگی سے شرک اور بت پرستی اور اخلاقِ ذمیمہ مراد ہیں تو انھوں نے ثیاب کے معنے کیے ہیں اپنے جامے کو اور اس سے مراد لی ہے دل یا اپنا آپا ۱۲ ؏۱ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا ہے ۱۲ ؏۲ (لوگو!) اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور (مرے پیچھے) اسی میں تم کو لوٹا کر لائیں گے اور اسی سے (قیامت کے دن) تم کو نکال کھڑا کریں گے ۱۲ *

عناصر کی کشمکش کی وجہ سے عمارتِ بدن ہمہ وقت گرنے کو تیار رہتی ہے مگر حکمِ الٰہی کے انجنیر نے ایسا سوچ سمجھ کر اس کا جوڑ ٹھایا ہے کہ وقت سے پہلے نہیں گر سکتی اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ بااین ہمہ عناصر کسی وقت فساد و عناد سے نہیں چوکتے۔ مدارِ حیات ہے غذا۔ غذا سے جو خون اور بلغم اور صفرا اور سودا کی چار خلطیں پیدا ہوتی ہیں وُہی عناصر کا سا اختلاف ان میں بھی موجود۔ کچھ خدا ہی کی قدرت ہے کہ اِس ہردم کی خانہ جنگی میں آدمی اکثر ساٹھ ساٹھ ستر ستر اور شاذ و نادر سو سو برس تک زندہ رہتا ہے۔ الٰہی اُن لوگوں کے عناصر کس قسم کے رہے ہوں گے جو اِسی زمین پر سینکڑوں برس زندگی کر گئے۔ زندگی کی تو اور بات ہے یوں تمام اجزاءِ بدن میں کون فساد لگا رہتا ہے کہ پرانے اجزا فنا ہو کر ان کی جگہ نئے اجزا قائم ہوتے جاتے ہیں۔ طبّ والوں نے یہ بات تحقیق کی ہے کہ ہر سات برس کے بعد آدمی کا جسم سر سے لے کر ناخنِ پا تک بالکل نیا ہو جاتا ہے۔ یُوں طبیعت مادۂ فاسد کو جس کا دوسرا نام نجاست و گندگی ہے مختلف شکلوں میں مختلف رستوں سے دُور کرتی رہتی ہے اور اسی وجہ سے طبیب لوگ طبیعت کو مُدبّرِ بدن مانتے ہیں اور وہ مدبّرِ بدن ہی بھی۔ اگر طبیعت ان گندگیوں کو جو جسم میں پیدا ہوتی ہیں دُور نہ کرتی رہے تو یہ گندگیاں جمع ہو کر عمارتِ بدن کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں غرض پوری پاکیزگی اور ستھرائی تو آدمی کو کسی وقت میں بھی میسّر نہیں ہو سکتی۔ وہ ایسا گندہ ہے کہ گندگیاں اُس سے پیدا ہوتی ہیں اور جو چیز اُس کو چھو جاتی ہے اُس کو بھی گندہ کر دیتا ہے۔ صاف ستھری ہوا سانس کے ساتھ اس کے پیٹ میں جاتی ہے اور جب باہر آتی ہے تو اس میں ایک طرح کی سمیّت ہوتی ہے۔ تنگ مکانوں میں بہت سے آدمی جمع ہو کر رہیں تو اُن کے تنفّس سے ہوا خراب ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ شہر کے مقابلے میں دیہات کے لوگ بیمار بھی کم پڑتے ہیں اور توانا و تندرست بھی ہوتے ہیں۔ آدمی لطیف سے لطیف اور عمدہ سے عمدہ غذا کھاتا ہے اور وہ بول و براز بن کر جسم سے خارج ہوتی ہے۔ اِس پر ایک حکایت یاد آئی ایک بزرگ کو کسی ضرورت سے شہر کی ایک تنگ گلی میں سے گزرنے کا اتفاق ہوا خادموں اور مریدوں کی جماعت ساتھ تھی تنگی کے علاوہ گلی میں ایک مقام پر ڈلاؤ بھی پڑتا تھا وہ بزرگ ڈلاؤ پر پہنچ کر ٹھٹکے اور دیر تک کچھ کھڑے سوچا کیے ساتھ والوں کو اُن کا ایسی گھن کی جگہ ٹھیرنا ناگوار تو ہوا مگر مارے ادب کے کوئی دم نہیں مار سکتا تھا۔ آخر اُن بزرگ نے آپ ہی فرمایا کہ یہ نجاست زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ میں تو اصل میں ایک شئی لطیف تھی آدمی نے ایک وقت خاص تک مجھے پیٹ میں رکھّا اور میرا یہ حال کر دیا۔ پھر اُس بزرگ نے اپنے ڈھب کی ایک بات کہی کہ جو اثر بد معدہ غذا پر کرتا ہے اُس سے بڑھ کر گنہگار دل آدمی کے افعال پر کرتا ہے داخلی نجاستیں جو خود آدمی کے جسم سے پیدا ہوتی ہیں اُن کے علاوہ کچھ خارجی نجاستیں ہیں اور وہ بھی داخلی نجاستوں کا سا اثر اور حکم رکھتی ہیں پھر نجاستیں داخلی ہوں یا خارجی بعض حقیقی ہیں اور بعض حقیقی نہیں بلکہ شارع نے اپنے حکم سے اُن کو نجاست قرار دیا ہے اور اُن کا ہم نے حکمی نجاست نام رکھّا ہے۔ نجاستوں کی تیسری قسم ہلکی نجاست جس سے نفیس المزاج آدمی کی طبیعت کراہت کرتی ہے ہم نے اس کا نام مکروہ رکھّا ہے۔ ذیل کے نقشوں سے یہ سب باتیں واضح طور پر سمجھ میں آ جائیں گی *

[1] جب اُن کا (وہ) وقت آ پہنچتا ہی تو (اُس سے) ایک گھڑی بھی نہ پیچھے ہٹ سکتے اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں ۱۲

نقشۂ نجاستِ حقیقی داخلی

نمبر شمار	قسمِ نجاست	محلِ نجاست	طریقۂ ازالۂ نجاست	کیفیت
۱	براز۔ یا فضلہ	مخرجِ براز	ڈھیلوں اور ڈھیلوں کے ساتھ پانی یا صرف پانی سے نجاست دُور کرنا	
۲	بَول	مخرجِ بَول	"	
۳	منی	"	کھُرچ کر جرمِ منی کو دُور کرنا اگر غلیظ ہو۔ پانی سے خوب مل کر صاف کرنا اگر رقیق ہو	
۴	مذی	"	کپڑے سے پونچھنا یا پانی سے دھونا	مذی ایک طرح کی چپ چپی رطوبت ہے جو قبل انزال مخرجِ بول سے خارج ہوتی ہے اور چونکہ منی کا ابتدائی جوش ہے اس سے نجس ہے
۵	ودی	"	"	ایک طرح کی چپ چپی رطوبت ہے جو انزال یا پیشاب کے بعد مخرجِ بول سے نکلتی ہے یہ بقیۂ منی ہے اسی وجہ سے ناپاک ہے ✦
۶	خونِ حیض	عورتوں کا مخرجِ بَول	کپڑے سے پُونچھنا یا پانی سے دھونا۔	
۷	خُونِ نفاس	"	"	
۸	خونِ استحاضہ	"	"	
۹	خونِ سیّال	جسم	"	
۱۰	پیپ	"	"	

منِ المُترجم۔ ہم اِس کتاب کے پڑھنے والے کو یہ بات اچھّی طرح سمجھا دینی چاہتے ہیں کہ ایک تو ہے ازالۂ نجاست اور ایک ہے طہارت ازالۂ نجاست سے طہارۃ کا درجہ بڑھا ہوا ہے نماز کے لیے ازالۂ نجاست کافی نہیں بلکہ طہارت درکار ہے۔ تو پانی مینہ کا ہو یا دریا کا یا کنوئیں کا جب تک کسی گندی چیز کے پڑنے سے اُس کا رنگ یا بُو یا مزہ یا دونوں یا تینوں صفتیں متغیر نہ ہوں مزیلِ نجاست بھی اور مُطہّر بھی ہے اور متغیر پانی مزیلِ نجاست تو ہو سکتا ہے مگر مُطہّر نہیں ہو سکتا یعنی اُس سے وضو غسل وغیرہ جائز نہیں اور یہی حکم ہے مستعمل پانی کا یعنی اگر کسی نے سلفچی میں وُضو کر لیا تو وہ پانی مکرّر وضو کے قابل نہ رہا اسی طرح غسل کا مستعمل پانی لیکن یہ مستعمل پانی ازالۂ نجاست کرے گا۔ پانی کے لیے اُس کا خاصّۂ طبعی رقّت اور سیلان کا ہونا بھی ضرور ہے ورنہ کوئی آدمی دُودھ سے استنجا کر لے تو وہ استنجا درست نہیں نہ دودھ مزیلِ نجاست سمجھا جائے گا اور مطہّر تو ہو ہی نہیں سکتا۔

ایک جھگڑا اہلِ حدیث اور مقلدوں میں ان دنوں قُلّتین کا چل پڑا ہے۔ قلّہ کہتے ہیں مٹکے کو یا گول کو اِس کی تعیین کے لیے لوگ مشکوں اور پکھالوں کا حساب لگاتے ہیں لیکن یہ چیزیں چھوٹی بڑی منجھولی سب طرح کی ہو سکتی ہیں

اِس لیے یہ بُنیاد ٹھیک نہیں قابلِ اطمینان حساب وہ ہے جو صاحب مجمع البحار نے لکھا ہے کہ ایک قُلّے میں پانسو رطل کی گنجائش ہوتی ہے اور ایک رطل ہوتا ہے بارہ اوقیے کا اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا اور درہم انگریزی مروجہ تول سے ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے۔ اِس حساب سے پانسو رطل اٹھارہ من تیس سیر انگریزی تول سے ہوئے تو قُلّتین یعنی دو قُلّوں میں سینتیس من بیس سیر پانی ہوا قلتین کی نسبت ایک حدیث ہے اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلْ خَبَثًا۔ اہلِ حدیث اِس کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ اتنا پانی گندگی پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ پانی کے اوصافِ ثلٰثہ یعنی بُو مزہ رنگ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو کیونکہ اتنا پانی مآءِ جاری کا حکم رکھتا ہے۔ فقہاء کہتے ہیں کہ دو قُلّے پانی میں اگر نجاست پڑ جائے تو فوراً ناپاک ہو جاتا ہے پانی کے اوصافِ ثلٰثہ میں سے کوئی وصف متغیر ہو یا نہ ہو کیونکہ اِن کے نزدیک حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جب پانی دو قُلّے ہو۔ تو وہ نجاست کا تحمّل نہیں ہوتا یعنی نجاست پڑتے ہی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اِس بحث نے مُسلمانوں میں بڑا تفرقہ ڈال رکھا ہے اور قریب قریب کُل مسائل مختلف فیہا کا یہی حال ہے لیکن ہمارے ہندوستان میں خدا کے فضل سے ہر جگہ پانی کی اِفراط ہے تو قلتین کی لڑائی صرف ایک فرضی لڑائی اور مولویوں کی طبع آزمائی ہے ہمارے نزدیک شاذ کبھی بھی ایسی ضرورت واقع نہیں ہوتی کہ کسی مُسلمان کو وضو کے لیے بہتا پانی یا غیر مُشتبہ پانی مُیسّر نہ آسکے بلکہ اِس ملک میں اگر حاجت ہے تو اِس تعلیم کی حاجت ہے کہ پانی کو بلا ضرورت ضائع نہ کریں۔ الغرض فیصل بات یہ ہے کہ جب کبھی اور جہاں کہیں پانی کی قِلّت اور نفاست میں کشمکش واقع ہو عبادت کے لیے نفاست کا اور ازالہ نجاست کے لیے پانی کی قلّت کا لحاظ مناسب کرنا چاہیے۔ جن جانوروں میں خونِ سیّال نہ ہو جیسے مکھی مچھّر بچھو اِن کے پانی میں مر جانے سے پانی نجس نہیں ہوتا اسی طرح اُن جانوروں کے مر جانے سے بھی پانی نجس نہیں ہوتا جو پانی ہی میں زندگی کرتے ہیں مثلاً مچھلی مینڈک کیکڑا وغیرہ۔ کنوئیں میں گندگی گر پڑے تو اُس کا سارا پانی بقول احناف نکال دینا چاہیے۔ چوہا چڑیا یا ممولا یا ابابیل یا چھپکلی وغیرہ کنوئیں میں گر کر مر جائیں تو اُس کا پانی بیس ڈول کھینچنے سے اگر بڑا ڈول ہو اور تیس ڈول تک کھینچنے سے اگر چھوٹا ہو پاک ہو جاتا ہے۔ کبوتر یا مرغی یا بلّی گر کر مر جائے تو چالیس سے ساٹھ تک ڈول کھینچے جائیں۔ کتّا یا بکری یا آدمی گر کر مر جائے تو کنوئیں کا سارا پانی کھینچنا پڑے گا ڈول سے ہماری مُراد چرس نہیں ہے بلکہ وہ ڈول جو کنوؤں میں معمولاً مستعمل ہوتا ہے اور اُن میں بھی وہ ڈول جو درمیانی اور متوسط ہو۔ جانور بڑا ہو یا چھوٹا کنوئیں میں گر کر مر جائے۔ اور مر کر پُھول جائے یا پھٹ جائے یا اُس کے اجزا بکھر جائیں تو کنوئیں کا سارا پانی نکالنا پڑے گا۔ یہ حکم اُس کنوئیں کا ہے جو مَعین یعنی چشمے والا نہ ہو یا اُس کی اتنی سُوتیں نہ ہوں کہ سارا پانی نکالنا مشکل پڑ جائے اگر کوئی ایسا کنواں ہو تو اُس کے پانی کا جو اُس وقت اُس میں موجود ہو اندازہ کر لیا جائے اور پھر اسی اندازے کے مطابق پانی نکالا جائے۔

آدمی اور ماکول اللحم جانور کا جھوٹا پانی اور اسی طرح ہر ایک جھوٹی چیز پاک ہے کیونکہ اُن کا جسم پاک ہے آدمی سے ہماری مُراد مُطلق آدمی ہے جنبی ہو یا طاہر کافر ہو یا مُسلمان عورت حائضہ ہو یا صاحبِ نفاس مگر کتّے اور خنزیر

اور بہائم و درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے کیونکہ اُن کا لعاب نجس ہے
اِس کو قاعدہ کلیہ سمجھو کہ جس کا گوشت حلال ہے اُس کا جھوٹا پاک ہے بلا کراہت مگر اس سے بلّی مستثنیٰ ہے۔ اور سواکنِ بیوت[1] جن کا گوشت حرام ہے جیسے چوہے وغیرہ۔ بلّی کے جھوٹے کو بر قیاس اُس کے گوشت کے حرام ہونا چاہیئے تھا مگر دفعِ حرج کے لیے حرمت سے نکال کر مکروہات میں داخل کر دیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس چوہا وغیرہ مُرغی حلال ہے باایں ہمہ اِس کا جھوٹا مکروہ اس لیے کہ مُرغی نجاست خوار بھی ہے۔ کوّے اور طوطے وغیرہ کا بھی جھوٹا ناپاک ہونا چاہیئے تھا کیونکہ اِن کا گوشت حرام ہے مگر دفع حرج کے لیے یہ بھی مکروہات میں شامل کر دیا گیا ہے بہائم درندوں میں اُن تمام جانوروں کا گوشت حرام ہے جو کچلیاں رکھتے ہیں جیسے شیر چیتا بھیڑیا وغیرہ اور پرندوں میں وہ جو پنجے رکھتے ہیں جیسے باز۔ شکرا۔ طوطا وغیرہ۔ حدیث میں آیا ہے نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَکْلِ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَکُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّیْرِ یعنی جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے درندوں میں سے ہر کچلی والے کے اور پرندوں میں سے ہر پنجے والے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔
حرام اور ناپاک گوشت کھانا قطعِ نظر شرعی حرمت کے طبّاً بھی مُضرِ صحت ہے اور اخلاق پر بُرا اثر ڈالتا ہے۔ اور اس لحاظ سے ہمیں اِس بحث کو حقوقِ نفس میں بیان کرنا چاہیئے تھا اور ان شاء اللہ تعالیٰ لے بھی جائیں گے مگر چونکہ یہاں آدمی اور جانوروں کے سُؤر کا بیان تھا اور سُؤر کی پاکی و ناپاکی موقوف تھی جانوروں کی پاکی و ناپاکی کے بیان کرنے پر اس مناسبت سے ناپاک اور حرام گوشت کا یہاں ذکر ہوا استقلالاً نہیں بلکہ تبعاً۔
گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے وجہ یہ کہ اِس کی اباحتہ و حرمتہ میں صحابہ کا اختلاف ہے۔ مشکوک اور مکروہ میں فرق یہ ہے کہ مکروہ اُسے کہتے ہیں جس کی نجاست دلیل سے ثابت ہوئی ہو اور دلیل بھی وہ جس کے مقابلے میں دوسری دلیل اِس کے مخالف نہ ہو مثلاً بلّی اور سواکن بیوت ایسے جانور ہیں جن کا لحم نجس ہے اور نجاستِ لحم کی وجہ سے اِن کا جھوٹا بھی نجس ہونا چاہیئے تھا مگر چونکہ اس سے احتراز مشکل تھا اس لیے مکروہ قرار دیا گیا پھر یہاں کوئی ایسی دلیل بھی نہیں جو اِس کی طہارت کو ثابت کرے یہی وجہ ہے کہ اِن جانوروں کے جھوٹے کو طاہر مع الکراہتہ کہتے ہیں اور مشکوک وہ ہے جس کی طہارت و نجاست کی دلیلیں متعارض ہوں۔
اِن مسائل میں ہمیں چار حیثیت سے بحث کرنی ضرور تھی ایک بلحاظِ ازالۂ نجاست دوسرے بلحاظ طہارت تیسرے بحیثیتِ اکل و شرب چوتھے بلحاظِ کراہت۔ کراہت کے متعلق ہم نے مکروہاتِ خارجی کے نقشے کے خانۂ کیفیت میں لکھا ہے۔ اور اکل و شرب کے متعلق حقوق العباد میں لکھیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کیونکہ شارع نے اگر کسی چیز کے کھانے پینے کی مناہی کی ہے تو اُس کے ضرر کے لحاظ سے کی ہے اور جب یہ ہے تو حقوقِ نفس میں داخل ہے اور اس کا بیان حقوق العباد میں۔
ازالۂ نجاست کے بارے میں ہم کہہ ہی چکے ہیں کہ پانی میں جب تک رقّت و سیلان باقی ہے مُزیلِ نجاست ضرور ہے ۔ باقی رہی طہارت اُس کا بیان یہ ہے کہ نجس جانور اگر پانی یا کسی رقیق چیز میں مُونہ ڈال دے اُسے

[1] گھر میں رہنے والے جانور ۱۲

پھینک دے اور برتن کو مانجھ کر دھوڈالے جامد اور بستہ چیز ہے تو اُسے اور اُس کے ماحول کو الگ کر کے پھینک دے باقی کو استعمال میں لانا جائز ہے کہ وہ پاک ہے۔ مثلاً جاڑے کے موسم میں جمے ہوئے گھی میں چوہا گر کے مرگیا۔ تو لتھڑے ہوئے چوہے کو نکال کر پھینک دے اور اُس کے اِرد گرد کے گھی کو ضائع کرے باقی کو استعمال میں لے آئے اور یہ بھی رفع حرج کے لیے ہے کہ گھی قیمتی چیز ہے سب کا ضائع کرنا مشکل ہے ورنہ جس کی نفاست طبع اس سے نفرت کرتی ہو وہ اُس کا استعمال نہ کرے ۔

نقشۂ نجاستِ حقیقی خارجی

نمبر شمار	قسم نجاست	طریقۂ ازالۂ نجاست	کیفیت
۱	دوسرے آدمی کا بول و براز اور منی مذی ودی وغیرہ	کپڑے سے پونچھنا۔ اور پانی سے دھونا	خارجی نجاستوں کو طاہر آدمی کی طہارت میں کچھ دخل نہیں یعنی اُن سے آدمی کی طہارت میں کچھ خلل نہیں پڑتا مثلاً ایک شخص پاک صاف باوضو نماز کے لیے آمادہ ہے کسی بچے نے اگر اُس پر پیشاب کر دیا یا اُس کا کپڑا یا جسم نجاست سے آلودہ ہو گیا تو ان سب صورتوں میں جیسا وہ پہلے طاہر تھا اب بھی ہے ہاں اِس نجاست کا ازالہ جو خارج سے لگ گئی ہے ضرور ہے جسم یا کپڑے کو پانی سے دھو ڈالے اور نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے نجاست حقیقی خارجی سے ہماری مراد وہی نجاست ہے جو خارج سے آدمی کے جسم کو یا کپڑے کو لگ گئی ہو اور اس کا حکم وہی ہے جو تم طریقۂ ازالۂ نجاست کے خانے میں دیکھتے ہو۔
۲	جانوروں کا براز قسم گوبر لید بیٹ وغیرہ اور اُن کا پیشاب	؍؍	جانوروں سے مطلق جانور مراد ہیں خواہ ماکول اللحم ہوں یا غیر ماکول اللحم دونوں قسم کے جانوروں کا بول و براز نجس ہے ماکول اللحم وہ جانور ہیں جن کا گوشت کھانا شرعاً جائز ہے اور غیر ماکول اللحم وہ جن کا گوشت کھانا شرعاً ناجائز اور حرام ہے بول براز تو دونوں قسم کے جانوروں کا ناپاک ہے مگر ماکول اللحم جانوروں کا براز خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے جیسے اُپلے جو جلائے جاتے ہیں تاہم کرتی اور خشک مینگنی سے استنجا کرنا منع ہے اس لیے کہ رطوبت لگنے سے نجاست عود کرآتی ہے پس گوبر سے لیپنا پوتنا نجاست ہے لیپنا پوتنا ہی چھوٹے ماکول اللحم جانور کی بیٹ یوں بھی پاک مگر کثیر المقدار داخل مکروہات

نمبر شمار	قسمِ نجاست	طریقۂ ازالۂ نجاست	کیفیّت
۳	مینگنی	پونچھنا اور خشک ہو تو صرف جھاڑ دینا۔	
۴	جانوروں کی کچی کھلڑی۔	دباغت دینا	کچے چمڑے کے پکانے کو دباغت کہتے ہیں اور دباغت کا طریق یہ ہے کہ چمڑے کے اندر کی طرف جو رطوبت ہوتی ہے اُس کی وجہ سے چمڑے میں کیڑے پڑ کر اُس کو بگاڑ دیتے ہیں حارّ[1] چیزوں کے ذریعے سے اُس کی رطوبت کو جلا دیا جاتا اور ظاہر جلد خراب ہونے سے محفوظ ہو جاتی ہے کبھی تو بال بھی جھڑ جاتے ہیں اور کبھی نہیں بھی جھڑنے پاتے بہرکیف دباغت کے بعد کھال پاک ہو جاتی ہے اور لوگ کھالوں کو جانمازوں کی جگہ کام میں لاتے ہیں۔
۵	کُتّے کا لعاب	پانی سے دھونا	کُتا چونکہ نجس العین ہے اِس کا لعاب بھی نجس ہے۔ شارع علیہ السلام کا کُتّے کو نجس العین ٹھیرانا بالکل واجب ہی شرعی مصلحت کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کُتّے کے لعاب میں ایک طرح کی سمیّۃ ہوتی ہے کہ جسے وہ کاٹتا ہے اُس میں اثر کرتی اور بسا اوقات مُفضی الی الہلاکۃ ہوتی ہے چنانچہ اس زمانے میں انگریزوں نے سگ گزیدہ مریضوں کے واسطے کئی شفاخانے بنائے ہیں اور اُن میں اس طرح کے مریضوں کا علاج کوشش سے کیا جاتا ہے۔
۶	لعابِ خنزیر	″	
۷	خچّر اور گدھے کا لعاب	″	خچّر اور گدھے کا لعاب مشکوک النجاست ہے کیونکہ اس کے نجس اور طاہر ہونے میں صحابہ نے اختلاف کیا ہے اور اس کی اباحۃ اور حرمۃ کی دلیلیں مختلف فیہ ہیں بہرکیف خچر اور گدھے کا لعاب نجسِ حقیقی خارجی نہ بھی ہو تو مکروہِ خارجی ہونے میں تو کچھ شُبہ ہی نہیں۔

[1] مثلاً کھاری نمک۔ کیکر کی چھال وغیرہ ۱۲ھ

نقشۂ نجاستِ حکمی داخلی

نمبر شمار	قسمِ نجاست	حکمِ نجاست	کیفیت
۱	حدث[1] [1] یعنی مخرج براز سے خروجِ ریح ۱۲	وضوء کرنا	اِس کا حکم یہ ہے کہ نماز کے لیے وضوء کرے کیونکہ نماز میں تقرب خداوندی حاصل ہوتا ہے۔ اور بارگاہِ الٰہی میں پاک صاف ہوکر جانا چاہیئے۔ حدث سے پاکی جبھی حاصل ہوتی ہے کہ تمام و کمال وضوء کیا جائے۔ اور اسی سے حدث کو حکمی نجاست کہتے ہیں +
۲	قیٔ	〃	قیٔ مُونہہ بھر کر ہو تو اُس کا ازالہ تو پُونچھنے یا دھونے سے ہو جاتا ہے مگر نماز کے لیے وضو کرنا پڑتا ہے۔
۳	خُونِ سیّال	〃	خُون جسم کے خواہ کسی حصّے میں سے نکل کر بہے تو وہ اُس جگہ پہونچے کہ جس کا غسل میں یا وضوء میں دھونا ضرور ہے - خون کی نجاست کا ازالہ تو پُونچھنے یا دھونے سے ہو جاتا ہے۔ لیکن نماز کے واسطے آدمی پاک صاف اُس وقت ہوتا ہے جب وضو کرے۔
۴	مَنی	غسل کرنا	مَنی نجس ہے اور اُس کی نجاست کپڑے سے پُونچھنے یا پانی سے دھونے اور غلیظ ہو تو کھُرچ دینے سے دُور ہو جاتی ہے لیکن عبادت کے لیے تاوقتیکہ غُسل نہ کرے جسم پاک نہیں ہوتا +
۵	مذی	وضو کرنا	مذی کی نجاست کا اِزالہ تو پانی سے دھونے یا کپڑے سے پُونچھنے کے بعد ہو جاتا ہے لیکن نماز کے واسطے وضو کرنا چاہیئے +
۶	ودی	〃	〃
۷	خُونِ حیض	غسل کرنا	خونِ حیض کی نجاست کا ازالہ پانی سے دھونے یا کپڑے سے پُونچھنے کے بعد ہو جاتا ہے۔ مگر نماز کے لیے جسم کی تطہیر جب ہی ہوتی ہے کہ غُسل کرے۔
۸	خونِ نفاس	〃	اس کا حکم بعینہٖ حیض کا سا ہے۔
۹	خونِ استحاضہ	وضو کرنا	خونِ استحاضہ کی نجاست پانی یا کپڑے سے زائل ہو جاتی ہے لیکن نماز کے لیے ہر وقت تازہ وضو یا غُسل کرنا پڑتا ہے

نقشۂ نجاستِ حکمی خارجی

نمبر شمار	قسم نجاست	حکم نجاست	کیفیت
ا	شراب	پانی سے مُبالغے کے ساتھ دُھونا	شراب نجس ہے کیونکہ اس کو خدا نے نجس اور عمل شیطان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ اس کا حکم نجاست میں پیشاب پاخانے جیسا ہے تو جس طرح بول و براز کی نجاست کا ازالہ پانی سے کیا جاتا ہے شراب کا ازالہ بھی اگر کسی کپڑے یا برتن وغیرہ میں لگ جائے پانی سے ہوتا ہے اور یہی حکم ہے ہر نشیلی چیز کا اگر رقیق ہو۔

منَ المترجم شراب کی ساخت پر نظر کی جاتی ہے تو اُس پر نجاست کا اطلاق کرنے میں تامّل ہوتا ہے غایۃ مافی الباب یہ کہ وہ جو یا انگور یا کیکر کی چھال یا اسی قسم کی دوسری چیزیں سڑا کر بنائی جاتی ہے اور دیسی شرابوں میں اکثر بوئے بد بھی ہوتی ہے لیکن مطلق سڑنا اور بوئے بد کا ہونا نجاست کے لیے وجہ کافی نہیں سرکہ بھی سڑانے سے بنتا ہے اور اس میں بھی ایک طرح کی بوئے تیز ہوتی ہے اصل بات یہ ہے کہ شارع اسلام کو شراب نوشی کا کُلّی انسداد کرنا منظور تھا اور اس کے حق میں اتنا تشدّد کرنا پڑا کہ شراب کو نجس العین قرار دیا باایں ہمہ شراب کا رواج جیسا چاہیئے مسلمانوں میں کم تو ہوا مگر کلّیۃً موقوف نہیں ہوا اُمرا تو اکثر علے الاعلان شراب پیتے ہیں الا ماشاء اللہ اور انگریزوں کی دیکھا دیکھی انگریزی خوانوں میں شراب نوشی کا رواج بڑھتا جاتا ہے اور تعجّب یہ ہے کہ خود انگریز اس سے محترز ہوتے جاتے ہیں گوروں کی فوج میں سوسائٹیاں مقرّر ہیں اور جو کوئی اس سوسائٹی کا ممبر ہونا چاہتا ہے اُس سے حلف نامہ لیا جاتا ہے کہ مدّۃ العمر شراب کے پاس نہیں جائے گا ہر ایک سوسائٹی میں ایک رجسٹر رہتا ہے اس میں اُن لوگوں کے نام داخل کر لیے جاتے ہیں جو ترکِ شراب کا عہد کرتے ہیں اِن وقتوں میں جنرل رابرٹس سپہ سالار افواج انگلستان بڑے مشہور جنرل ہیں جنھوں نے بڑے بڑے کارنمایاں کیے ہیں اُنھوں نے ایک لکچر میں بیان کیا تھا کہ اگر ایسی فوج میرے ماتحت ہو جو شراب نہ پیتی ہو تو میں تمام روئے زمین میں ایسا ملک نہیں پاتا جس کو فتح نہ کر سکوں۔ اسلام کی صداقت کی اِس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ دانایان فرنگ اسلامی احکام کو مفید سمجھ کر اختیار کرتے جاتے ہیں افسوس مسلمانوں پر جو اپنے مذہبی احکام کی لِمّ نہ سمجھ کر اُن کی خلاف ورزی پر جرأت کریں اگرچہ شراب کی حرمت اور نجاست کی وجہ نشہ ہے اور شراب کے علاوہ اور بھی بہت چیزیں نشہ آور ہیں مگر ہم اُن کو نجس العین نہیں کہہ سکتے۔ ہاں نشہ کی وجہ سے بے تامّل اُن کی حرمت کا حکم دیتے ہیں پس اگر کوئی شخص افیون کی گولیاں جیب میں ڈالے ہوئے نماز پڑھے تو اُس کی نماز میں کوئی خلل نہیں لیکن اگر شراب کی ایک بوند بھی اُس کے پاس ہوگی تو اُس کی نماز باطل۔ تاڑی کی بہت باتیں شراب سے ملتی ہیں بر قیاس شراب ہم تاڑی کو بھی نجس العین سمجھتے ہیں اور تاڑی بھی ہمارے نزدیک ایک قسم کی شراب ہے دوسری منشّی چیزیں نجس العین نہیں مگر

نمبر شمار	قسم نجاست	حکم نجاست	کیفیت
۲	تاڑی	پانی سے دھونا۔	
۳	افیون	خشک ہو تو جھاڑنا اور رقیق ہو تو پانی سے دھونا	
۴	چرس	جھاڑنا پونچھنا	
۵	بھنگ	خشک ہو تو جھاڑنا رقیق کو پانی سے دھونا	
۶	گانجھا	"	
۷	پوست	"	

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۳) اُن کا کھانا پینا بے شک حرام ہے جب کہ حدِ سکر کو پہنچ جائے شراب کے بارے میں ہمیں شیخ ابراہیم ذوق کا ایک شعر بہت پسند آیا وہ فرماتے ہیں ؎

اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ مُونہ لگا　　چھٹتی نہیں ہے مُونہ سے یہ کافر لگی ہوئی

شیر خوار بچے جن کے اوقاتِ بول و براز از روئے عادت قرار نہیں پائے اور نہ وہ خود ضبط پر قادر ہیں اور ذری ذری سی بات پر پرورش کرنے والیوں کو پریشان کرتے ہیں اُن کو افیون دینے کا ایسا عام رواج ہو گیا ہے کہ شاید ہی کوئی مسلمان کا بچہ اس سے محفوظ رہا ہو۔ افیون میں دو خاصیتیں ہیں ایک یہ کہ وہ حابس و قابض ہے دوسرے مُسکر اِن ہی دو غرضوں سے بچوں کو افیون دی جاتی ہے۔ طب کی رُو سے افیون جو کچھ بھی نقصان کرتی ہو بچوں کو اس کا کھلانا گناہِ شرعی ہے اور چونکہ بچے صغر سن کی وجہ سے مرفوع القلم ہیں افیون کے کھلانے کا الزام ماؤں کے ذمے عائد ہوتا ہے۔ ہم نے تو افیون کے کھلانے کی غایت و غرض حبس و سکر قرار دیا ہے۔ لیکن رفیع السوداء جو ایک بڑے پایہ کا ریختہ گو شاعر ہے افیون کے حق میں کہتا ہے شعر

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذّت آشنا تلخیِ دوراں سے

نقشۂ مکروہاتِ داخلی

نمبر شمار	قسم نجاست	طریقۂ ازالۂ نجاست	کیفیت
۱	رینٹ	پونچھنا یا دھونا یا مبالغے کے ساتھ ناک میں پانی پہنچانا۔	
۲	تھوک	"	
۳	بلغم	"	

نمبر شمار	قسم نجاست	حکم نجاست	کیفیت
۴	پسینا	پونچھنا یا دھونا۔	
۵	دانتوں کا میل مونہ کی سڑاند بساند یا کھانے کا کوئی جزو جو دانتوں میں لگا رہ گیا ہو۔	مسواک کرنا یا کوئی منجن یا خلال کرنا یا سُبابے کے ساتھ کُلّی غرارہ کرنا۔	
۶	موئے زہار	بالوں کو دور کرنا	بال دُور کیے جاتے ہیں اُسترے سے یا نتف یعنی نوچنے سے یا نُورے یعنی ہڑتال چُونے سے۔ اُسترے سے بال کرخت اور بکثرت اور جلد پیدا ہوتے ہیں اور نتف سے بدبر اور نرم اور نُورے سے جلد کے زخمی ہونے کا خوف ہے اور عورتیں اسی کا استعمال کرتی ہیں

من المترجم آدمی کے تمام جسم میں چھید چھید ہوتے ہیں جن کو مسام کہتے ہیں مساموں کی راہ کہیں کہیں بال نکلتے ہیں اور جہاں نہیں نکلتے وہاں بھی مہین مہین سوراخ ہیں آنکھ سے نہ بھی دکھائی دیں تو خوردبین سے صاف دیکھ پڑتے ہیں مساموں کی راہ اندر سے عرق نکلتا رہتا ہے وہی پسینا ہے اور ان مساموں کے رستے باہر سے ہوا بھی جسم میں داخل ہوتی رہتی ہے۔ تندرستی کی ایک بڑی تدبیر یہ بھی ہے کہ مسام کھلے رہیں لیکن وہ اسی صورت میں کھلے رہ سکتے ہیں کہ مساموں کے مونہوں پر میل نہ جمنے پائے اور اس کی تدبیر ہے غسل۔ یہ بات کہ پسینا جسم کا عرق ہے۔ اس سے ثابت ہوتی ہے کہ اگر کپڑے میں پسینا جذب ہوتا جائے تو اس میں بدبو آنے لگتی ہے اور وہ تندرستی کے حق میں مضر ہے اور مولد امراض بھی ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ میل کی بتیاں آگ پر ڈالی جائیں تو ان سے چراند چھوٹتی ہے اس لیے کہ میل کچھ تو کھال ہے جو گل کر اور فرسودہ ہو کر میل بن گئی ہے یا اگر میل باہر کا گرد و غبار ہے تو وہ پسینے سے مل کر جلد پر جم گیا ہے۔ جسم کے وہ مقامات جہاں گوشت سے گوشت ملتا ہے ان میں زیادہ پسینا پیدا ہوتا ہے اور اگر ایسے مقامات میں بال بھی ہیں اور ان کو وقتاً فوقتاً دور نہ کیا جائے تو پسینا متعفن ہو جاتا ہے۔ اور بالوں کی جڑوں میں میل کو اٹک رہنے کے لیے پناہ ملتی ہے خلاصہ یہ کہ بوئے بد اور گرد و غبار اور دھواں کہ وہ بھی ایک قسم کا گرد و غبار ہے تندرستی کے دشمن ہیں۔ بوئے بد کچھ تو آدمی سے پیدا ہوتی ہے کچھ جانوروں سے اور کچھ نباتات سے کہ درختوں کے پتے بند پانی میں گل سڑ کر بدبو پیدا کرتے ہیں جہاں تک ممکن ہو بدبو اور گرد و غبار سے اپنے تئیں بچائے۔ مسامات جاڑوں میں سکڑتے اور گرمیوں میں پھیلتے ہیں۔ اسی وجہ سے گرمیوں میں پسینا بہت آتا ہے ❖

❖

نمبر شمار	قسم نجاست	طریقۂ ازالۂ نجاست	کیفیت
۷	مونچھوں کے بال	بالوں کو دور کرنا۔	
۸	بغلوں کے بال	بالوں کو دور کرنا۔	
۹	ناخن کا میل	ناخن کتروانے۔	

مونچھیں مونچھوں کو عربی میں شوارب کہتے ہیں شوارب جمع ہے شارب کی اور شارب کے معنے پینے والا مونچھوں کا نام شوارب اس سے رکھا کہ مونچھیں بڑھی ہوئی ہوں اور آدمی کچھ پینا چاہے تو پہلے مونچھیں پانی وغیرہ میں بھیگیں گی یہ بھیگنا اُن کا پینا ہے۔ حدیث شریف میں حکم ہے قُصُّوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰی مونچھیں ترشواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ بات تو چھوٹی اور معمولی سی ہے مگر متضمن ہے بہت سی مصلحتوں پر مونچھیں ایسی بری جگہ پر واقع ہیں کہ ایک طرف تو ناک کی بدر رو اُن کے اوپر ہے اور مونہ کی موری اُن کے نیچے۔ پس اوپر تلے دونوں طرف سے مونچھوں کے بال لتھڑتے اور آلودہ ہوتے رہتے ہیں اور مزاج کی نفاست ہرگز جائز نہیں رکھتی کہ مونچھوں کو اس حال پر رہنے دیا جائے۔ چائے پینے کی ایک پیالی دیکھنے میں آئی جس میں ایک کنارے پر ایک چھجا سا بنا ہوا ہے اور چھجے کے بیچ میں ایک سوراخ ہے اسی طرف سے چائے پی جاتی ہے یہ پیالی نو ایجاد ہے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ مونچھوں کے بچاؤ کے لیے چھجا بنایا گیا ہے سیال چیز سے تو خیر کسی قدر مونچھوں کی حفاظت اس پیالی سے ہوسکتی ہے مگر جو غذا رقیق نہیں ہے اُس سے مونچھوں کی حفاظت کی کوئی تدبیر اب تک کسی کو نہیں سوجھی وہی قصوا الشوارب ایک تدبیر متعین ہے کہنے کے لیے تو ہر شخص آزادی کا دم بھرتا ہے مگر عملاً رسم و رواج کا غلام ہے۔

باندھتے ہیں سرو کو آزاد اور وہ پابگل کیسی آزادی کہ یہاں یہ حال ہے آزاد کا

حال میں ایک ڈاکٹر نے ایک رسالہ شائع کیا اور اب ایسا وقت ہے کہ انگریزی ڈاکٹر تپ و ہیضہ اور سل اور طاعون کی نسبت یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک بیماری کے کیڑے ہوتے ہیں وہ کیڑے سانس کے ساتھ آدمی کے جسم میں داخل ہوکر خون میں شامل ہوجاتے ہیں اور اُن کی نسل اندر ہی اندر پھیلتی اور بڑھتی جاتی ہے ان بیماریوں کا حکمی علاج یہ کیڑوں کا ہلاک کرکے جسم سے خارج کردینا چنانچہ اس ڈاکٹر نے اپنے رسالے میں منجملہ دیگر مضامین کے یہ بھی لکھا ہے کہ مونچھوں کے بڑھانے سے طاعون کے کیڑے بالوں کی جڑوں میں پیدا ہوکر انڈے بچے دیتے رہتے ہیں اور سانس کے ساتھ داخل ہوکر مرض طاعون پیدا کرتے ہیں مونچھوں کے بڑھانے کے نقصانات کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے مگر رسم و رواج سے مجبور ہے اگرچہ ہندوستان میں ہندو ہمیشہ سے مونچھیں بڑھاتے اور داڑھی مُنڈاتے آئے ہیں مگر چونکہ ہندو مسلمانوں کے محکوم تھے مسلمانوں نے محکوموں کی وضع کی تقلید میں اپنی توہین سمجھی اب آئے انگریز اور وہ بھی ہندوؤں کی طرح داڑھی مونچھوں کے ساتھ منعکس معاملہ کرتے ہیں مسلمانوں نے خاص کر انگریزی خواں مسلمانوں نے داڑھی کا ادب چھوڑ دیا اور بکثرت مونچھیں بڑھانے لگے اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ رسم رواج کی کورانہ تقلید کے علاوہ مونچھوں کے بڑھانے اور داڑھی کے منڈانے کی کوئی اور وجہ بھی ہے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ سوائے تشبّہ بالنساء کے اور کوئی وجہ نہیں کسی نے ٹھیک کہا ہے اَلْاَمْرَدُ کَالنِّسَاءِ لیکن اگر یہی وجہ ہے

نمبر شمار	قسمِ نجاست	طریقۂ ازالۂ نجاست	کیفیت
۱۰	ختنہ	زائد کھال کی کاٹ ڈالنا	گوشت آدمی کا ہو یا جانور کا ایسی چیز ہے کہ اگر اس میں جان نہ ہو تو ضرور سڑ اُٹھتا ہے کھال بھی ایک قسم کا گوشت ہے۔ گوشت گوشت سے مِلا رہے تو ملے رہنے سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے اِس بات کو جسمِ انسان کے اُن مقامات کی حالت سے سمجھ سکتے ہو جن میں اکثر گوشت سے گوشت ملتا ہے جیسے بغلیں یا چڈے لیکن بغلیں اور چڈے پھر بھی ایسے مقامات نہیں ہیں کہ ہمہ وقت گوشت گوشت سے لپٹا رہے۔ عرب میں پانی کی بڑی کمی ہے اور وہاں کے لوگوں کو پینے کے لیے بھی پانی کمی کے ساتھ ملتا ہے پس غُسل اور شست وشو کا اِن لوگوں کو بہت ہی کم اتفاق ہوتا ہے اور اِسی لیے وہاں نامختوں آدمیوں میں طرح طرح کے امراض پیدا ہونے کا خوف ہے جس کے روکنے کے لیے ختنہ تجویز کیا گیا اور اب وہ شعارِ اسلام قرار پاگیا ہی اگرچہ جن ملکوں میں پانی کی افراط ہے وہاں تندرستی کے لحاظ سے ختنے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن شعارِ اسلام ہونے کی وجہ سے مُسلمان اُس کو شرطِ اسلام سمجھتے ہیں اور اس میں کسی قدر مبالغہ اور تشدد بھی داخل ہوگیا ہے۔
۱۱	اُنگلیوں کی گھائیوں اور پوروں اور رانوں کی جڑوں کا میل	کپڑے سے صاف کرنا یا پانی سے دھونا۔	

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۶) تو مردوں کے لیے جائے شرم۔ شروع میں تو یہی وجہ ہوتی ہوگی مگر آگے چل کر صرف تقلید رسم و رُواج باقی رہ جاتی ہے۔ ہمارے دیکھنے میں تو ڈاڑھی سے چہرے پر ایک وقار آجاتا ہے جو مردوں کی حالت کے مناسب ہے مگر تقلیدِ رسم و رواج کے آگے وقار کی قدر ہی کون کرتا ہے۔

نقشۂ مکروہاتِ خارجی

نمبر شمار	قسمِ مکروہات	طریقۂ ازالۂ کراہت	کیفیت
۱	دوسرے کا رینٹ تھوک بلغم پسینا	کپڑے یا پانی سے دُور کرنا	

نمبر شمار	قسم مکروہات	طریقۂ ازالۂ کراہت	کیفیت
۲	بلی مرغی، سانپ چوہے اور پھاڑنے والے پرندوں کا تھوک	پانی بہا دینا	

من المترجم۔ کپڑے اور جگہ کی طہارت کے بارے میں آیہ وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ اور آیہ وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَ الْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ یہ دونوں آیتیں کفایت اور بس کرتی ہیں حدیث میں آیا ہے اَلطُّهُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ اور اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ یعنی آدمی کا پاک صاف رہنا آدھا ایمان ہے۔ قرآن مجید میں پاک اور ستھرے لوگوں کی خوبی یوں بیان ہوئی ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔ یعنی خدا بار بار توبہ کرنے والوں اور طہارت کاملہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔

پیشاب پاخانے کے آداب

پاخانے جاتے وقت یہ دعا پڑھنی مسنون ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ خداوندا میں ناپاک جنوں ذکور واناث سے پناہ مانگتا ہوں"۔ اس دعا کے پڑھنے سے آدمی پاخانے کے جنوں اور شیاطین کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ پاخانے سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنی مناسب ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ "خدا کو تعریف ہے جس نے مجھ سے تکلیف دور کی اور صحت عنایت فرمائی بعض روایتوں میں صرف غُفْرَانَكَ آیا ہے" یعنی خداوندا ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں جنگل میں پیشاب پاخانے کے لیے قبلہ رخ نہ بیٹھے لیکن گھر میں یا کسی چیز کی آڑ میں ہو تو مضایقہ نہیں اور مقصود اس سے خانۂ کعبہ کا ادب ہے دہنے ہاتھ سے استنجا کرنا پیشاب کرتے وقت دہنے ہاتھ سے ستر پکڑنا منع ہے کیونکہ استنجا ذلیل ترین کام ہے جو ہاتھ سے لیا جاتا ہے اور دایاں ہاتھ بائیں پر فضیلت رکھتا ہے اس لیے ایسے کام بائیں ہاتھ کے لیے موضوع ہیں۔ استنجے کے لیے کم سے کم تین ڈھیلے لینے چاہئیں اس سے کم لینے منع ہیں اور زیادہ کی قید نہیں کیونکہ مقصود اصلی ازالہ نجاست ہے اور وہ جتنے ڈھیلوں سے بھی حاصل ہو سکے درست ہے۔ گوبر کوئلے۔ ہڈی سے استنجا کرنا منع ہے۔ شارع علیہ السلام نے ان تینوں چیزوں سے استنجا منع کرنے میں جو مصلحت سوچی ہو وہ تو ہمیں معلوم نہیں لیکن ہمارا خیال ہے کہ عجب نہیں گوبر اور ہڈی سے اس لیے منع کیا ہو کہ ان دونوں میں ایک طرح کی دسومت یعنی چکنائی ہوتی ہے جس کی وجہ سے گوبر اور ہڈی مزیل نجاست نہیں ہو سکتے۔ کوئلے سے استنجا کرنے کی ممانعت اس لیے ہے کہ اول تو وہ جلد بدن کو سیاہ کر دیتا ہے دوسرے قاطع بھی ہے جیسے چونا اور محل استعمال نہایت نازک مقام ہے ممکن ہے کہ محل استنجا میں اس سے خراش پیدا ہو جائے اور خراش رفتہ رفتہ ناسور کی طرف منجر ہو۔

ملک عرب میں چونکہ ہمیشہ پانی کی قلت رہتی تھی اس لیے پیغمبر صاحب کا حکم عام تھا کہ لوگ ڈھیلوں اور پتھروں سے

استنجا کیا کریں مگر پھر بھی پانی سے استنجا کرنے والے زیادہ طاہر اور لطیف سمجھے جاتے تھے۔ اب ہندوستان میں پانی کی ہر طرف کثرت ہے جا بجا چشمے اور ندیاں پڑی بہ رہی ہیں گھر گھر نل دوڑے ہوئے ہیں تو اس وقت اگر کوئی شخص ڈھیلوں سے استنجا نہ بھی کرے اور صرف پانی پر بس کرے تو یہ اُس کے لیے کافی ووافی ہے اور نہ صرف کافی ووافی ہے بلکہ اَزکیٰ واطہر ہے کیونکہ عرب کے لوگ اول تو کم خوراک تھے اور کم خوری کو محاسن وفضائل میں شمار کرتے تھے بلکہ اُن میں سے اکثر تو فاقہ کشی کے خوگر تھے اور اس عادت کا فخراً اظہار بھی کیا کرتے تھے۔ دوسرے اُن کی غذائیں خاص طرح کی ہوا کرتی تھیں جن میں اکثر حار اور یابس ہوتی تھیں ان غذاؤں کا فضلہ نہایت خشک ہوتا تھا جیسے اُونٹ یا بکری کی مینگنی جس میں نام تک کو رطوبت اور لزوجت نہیں ہوتی تھی ایسی صورت میں چونکہ پانی سے استنجا کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی اس لیے پیغمبر صاحب نے ڈھیلوں کے حکم پر اکتفا کیا ہم ہندوستانیوں کا حال اس کے بالکل برخلاف ہے۔ ہماری اکثر غذائیں مرطوب ہوتی ہیں فضلے میں بھی رطوبت بکثرت موجود ہوتی ہے لہٰذا ہمیں ضرور ہے کہ پانی ہی سے استنجا کریں کیونکہ پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے ویسا ازالۂ نجاست ہی نہیں ہوسکتا جیسا پانی سے ہوسکتا ہے۔

ایک بات لوگوں میں یہ بھی دیکھی جاتی ہے کہ پیشاب کے بعد ڈھیلے سے پیشاب خشک کرتے اور گھر کے صحن میں عورتوں اور بچوں کے سامنے استنجا کرتے ہوئے ٹہلتے اور کھلے بازاروں میں چکر لگاتے پھرتے ہیں یہ نہایت بے شرمی اور سخت فحش ہے اس سے ضرور پرہیز کرنا چاہیئے۔ عام راہوں میں جہاں لوگ چلتے پھرتے ہیں اور ان درختوں کے تلے جہاں لوگ آرام لیتے ہیں پیشاب پاخانہ کرنا حرام اور لعنت پڑنے کا سبب ہے کیونکہ لوگ متاذی ہو کر ایسے شخص کو برائی اور لعنت سے یاد کریں گے۔ اسی طرح حمام میں اور پانی کے گھاٹ پر بھی پیشاب پاخانہ منع ہے کیونکہ چھینٹیں اُڑیں گی تو بدن یا کپڑے ناپاک ہوں گے۔ بل اور سوراخ میں بھی پیشاب نہ کریں کیونکہ ممکن ہے کہ اُس میں کوئی موذی جانور ہو اور اُس سے تکلیف پہنچے یا وہاں کوئی ضعیف وکمزور جانور ہو اور اُس کو ایذا پہنچے پیشاب اور استنجا کرتے وقت سلام کا جواب دینا یا خود سلام کرنا منع ہے کیونکہ سلام دعا ہے اور پیشاب اور پاخانے کی حالت دعا کے ادب کے منافی۔

انگوٹھی پر نام خدا یا کوئی متبرک کلمہ کندہ ہو تو اُسے پہن کر پاخانے میں جانا منع ہے کہ خدا کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے۔ کہیں بیٹھ کر پیشاب کرنے میں چھینٹیں اڑنے کا خوف ہو یا کوئی اور عذر شدید ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کر لینا جائز ہی جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ سلم نے ایک کوڑی پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کی پشتِ مبارک میں درد تھا اور اس وجہ سے آپ سے بیٹھا نہیں جاتا تھا۔ بہرکیف اگر عذرِ شدید ہو تو کھڑے رہ کر پیشاب کرنے کا مضایقہ نہیں لیکن جو لوگ صرف انگریزوں کی تقلید کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں انھیں سوچنا چاہیے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں نجاست سے احتراز عادۃً بہت مشکل ہے مگر اس ضرورت کو سمجھے وہ جس کو نماز پڑھنی ہو اور بے نمازی کیوں اس احتیاط پر عمل کرنے لگا۔ اور باتوں میں ظاہر کی صفائی کے بڑے لمبے چوڑے دعوے کیے جاتے ہیں

اور پیشاب جیسی گندی چیز کے بارے میں اس قدر مسابلہ ہے
طہارت میں اُسی قدر پانی خرچ کریں جس سے طہارت حاصل ہو جائے زیادہ صرف کریں گے تو اسراف میں داخل ہوگا
دو مرد اور اسی طرح دو عورتیں ایک جگہ پیشاب پاخانے کے لیے نہ بیٹھیں نہ کوئی کسی کا ستر دیکھے نہ باہم باتیں کریں
کیونکہ یہ نہایت بیحیائی کی باتیں ہیں اور خدا کو ناپسند اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ

بیان حیض

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۤءَ فِى الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ نِسَاۤؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (البقرہ ع ۲۸ پارہ ۲)

اور (اے پیغمبر لوگ) تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو (اُن کو) سمجھا دو کہ وہ گندگی ہے تو (حیض کے دنوں) میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک پاک نہ ہو لیں اُن کے پاس نہ جاؤ پھر جب نہا دھو لیں تو جدھر سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے اُن پاس آؤ بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور (نیز) صفائی رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے تمہاری بیبیاں (گویا) تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ **ف** اور اپنے لیے آیندہ (یعنی عاقبت) کا بھی بندوبست رکھو اور اللہ سے ڈرو اور جانے رہو کہ تم کو اُس کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور (اے پیغمبر) ایمان والوں کو خوش خبری سنا دو **ف۲**

ف عورت کھیتی ہے اور مرد کاشتکار اور نطفہ بیج تو جس طرح کاشتکار بیج کی حفاظت کرتا ہے کہ بیج کو ضائع نہیں ہونے دیتا اور وہیں ڈالتا ہے جہاں اُگے ایسی ہی حفاظت مرد کو کرنی چاہیئے اور وہ نہیں ہے مگر اُسی طریقے میں جو سب کو معلوم ہے ۱۲ **ف۲** آیندہ کا بندوبست کرنے سے ایک مطلب تو وہ ہے جو ترجمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیاداری کے کاموں میں اتنے بھی مصروف نہ ہو کہ دین کے کاموں میں لگو غفلت کرنے اور اس میں ایک اشارہ اس بات کا بھی پایا جاتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ اس نیت سے ہم بستر ہو کہ خدا اولاد دے اور وہ تمہاری دنیا میں کام آئے اور خدا اُن کو نیکی دے تو آخرت میں بھی اُن کی استغفار وغیرہ سے ماں باپ کو نفع پہنچے ۱۲

من المترجم شرع میں حیض کے لیے کوئی معین اور محدود مدت صاف طور پر بیان نہیں ہوئی لیکن عام طور پر حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس روز اور کم سے کم دو یا ایک روز ہے۔ حیض کی اصل مدت ہر عورت کے لیے اُس کی معمولی عادت ہے اور جب یہ ہے تو ہر ایک عورت کو ہر حالت میں اپنی عادت کے مطابق کام کرنا چاہیئے عادت سے زیادہ خون آئے تو اُسے حیض نہیں بلکہ بیماری میں شمار کیا جائے گا اور ایسی عورت کو مستحاضہ کہیں گے۔ حیض والی عورت کو قرآن پڑھنا پڑھانا۔ اسے چھونا مس کرنا۔ مسجد میں جانا۔ بیت اللہ کا طواف کرنا منع ہے۔ مسجد کے باہر سے ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مسجد

سے اُٹھائے تو جائز ہے۔ ایسی عورت کے ساتھ باستثناء جماع اور سب باتیں جائز ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِصْنَعُوْا کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا النِّکَاحَ یعنی ہم بستری کے علاوہ اور سب باتیں حیض والی عورت سے جائز ہیں جیسے بوس و کنار، ساتھ سونا۔ ساتھ کھانا۔ ساتھ پینا۔ بدن سے بدن لگانا وغیرہ۔ جو شخص حالت حیض میں حلال جان کر عورت سے ہم بستر ہوگا کافر ہو جائے گا یعنی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا کیونکہ اُس نے قصداً و ارادۃً حکم شرعی کے خلاف کیا اور حرام جان کر ایسا کرے گا تو مرتکب کبیرہ ہوگا اور اُس پر کفّارہ دینا واجب ہوگا پھر اس کفارے میں تفصیل ہے اگر ایسے وقت ہم بستر ہوا ہے کہ خون سرخ آ رہا تھا تو ایک دینا ورنہ آدھا دینار۔ ایک دینار چھ روپے کا ہوتا ہے جبکہ سونے کا بھاؤ سولہ روپے کا ہو۔ حالتِ حیض و نفاس میں جو مرد و عورت کو مقاربت سے منع کیا گیا ہے تو اس میں مصلحت یہ ہے کہ اِن وقتوں میں مقاربت کرنے سے امراضِ خبیثہ کے پیدا ہو جانے کا احتمالِ قوی ہے اور اگر اِس وقت استقرارِ حمل ہو گیا تو اولاد روگی پیدا ہوگی حیض و نفاس کی حالت میں نماز روزہ معاف ہے۔ مگر روزے کی قضا ہے۔ اور نماز کی قضا بھی نہیں۔

مسائلِ نفاس

ولادت کے بعد جو خون آتا ہے نفاس کہلاتا ہے اِس کی اکثر مدّت چالیس روز ہیں اور ادنے مدّت کا کوئی اندازہ نہیں حضرت اُمّ المومنین اُم سلمہ فرماتی ہیں کہ نفسا جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چالیس روز تک بیٹھی رہتی تھیں جس طرح حالتِ حیض میں نماز پڑھنا روزہ رکھنا قرآن کو چھونا پڑھنا پڑھانا خانہ کعبہ کا طواف کرنا مسجد میں جانا منع اور مرد کو ایسی حالت میں ہم بستر ہونا حرام ہے اسی طرح نفاس کی حالت میں بھی یہ باتیں منع اور حرام ہیں۔

استحاضہ

عورت کو معمولی دنوں کے علاوہ خون آئے تو حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے اور مستحاضہ عورت پاک عورت کا حکم رکھتی ہے یعنی اُس سے ہم بستر ہونا درست ہے اور جو باتیں حیض و نفاس والی کو نادرست تھیں اس کے یے سب جائز اور درست ہیں۔ ایسی عورتیں اپنی معمولی ایام حیض تک نماز روزے وغیرہ سے باز رہیں اور بعد کو بدن سے خون دھو کر غسل کرکے نماز پڑھیں اور ہر نماز کے یے تازہ وضو کر لیا کریں اور ممکن ہو تو ہر نماز کے یے غسل کر لیں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جحش کی بیٹی عبدالرحمٰن بن عوف کی بی بی اُمّ حبیبہ نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اِس بیماری کی شکایت کی فرمایا خونِ حیض آنے تک تو بیٹھی رہو اور اس کے بعد ہر نماز کے وقت غسل کرکے نماز پڑھا کرو۔ عورتیں حیض و نفاس سے فارغ ہولیں تو فوراً اُن پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ غسل کرتے وقت سر کے

عہ نفاس کے متعلق قرآن مجید میں کوئی صاف و صریح حکم نہیں ہے اور ہونے کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ خونِ نفاس اصل میں ہی خونِ حیض ہی جو معمولاً عورتوں کو آتا ہی فرق صرف اتنا ہی کہ عورت جب حمل سے ہوتی ہی تو خونِ حیض رحم میں جمع ہوتا رہتا ہے جس میں کا عمدہ اور اکثر حصہ بچے کی غذا ہوتا ہے بچے کی غذا سے جو بچ رہتا ہے وہ وضع حمل کے بعد خارج ہو جاتا ہے اسی وجہ سے قرآن مجید میں صرف حیض کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ۱۲

بالوں کی چوٹی اور مینڈھی کھولنا ضرور نہیں صرف بالوں کی جڑوں میں پانی پونہچانا بس کرتا ہے۔ جیسے جنابۃ کا غسل ویسے حیض ونفاس کا غسل۔ عورتیں اگر بیماری یا کسی اور قوی عذر کی وجہ سے غسل نہ کر سکیں اور غسل سے نقصان پونہچنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لیں بچے والیوں کو اگر غسل کرنے سے بچوں کے بیمار پڑ جانے کا خوف ہو تو بھی تیمم کر کے نماز پڑھ لیں۔

غُسلِ جنابۃ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ (النساء ع ۷، پارہ ۵)

مسلمانو! تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے پاس بھی نہ جانا یہاں تک (کہ نشہ اتر جائے اور) جو کچھ (مونہ سے) کہتے ہو اُس کو سمجھنے لگو ف اور (اسی طرح) نہانے کی حاجۃ ہو تو بھی نماز کے پاس نہ جانا یہاں تک کہ غسل کر لو ہاں (سفر کی حالت میں) رستے چلے جا رہے ہو (اور پانی نہ ملے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لو تو خیر) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے (ہو کر) آئے یا عورتوں سے ہم صحبت ہو اور تم کو پانی میسر نہ آئے تو پاک مٹی لے کر تیمم یعنی مونہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔ اللہ درگزر کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔

ف یہ حکم اُس وقت کا ہے کہ مسلمانوں میں ابھی شراب حرام نہیں ہوئی تھی ۱۲

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ[1] اِلَى الْكَعْبَیْنِ ؕ

مسلمانو! جب نماز کے لیے آمادہ ہو تو اپنے مونہ دھو لیا کرو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ اور اپنے سر کا مسح کر لیا کرو اور (ہاں) ٹخنوں تک اپنے پاؤں (بھی دھو لیا کرو)۔

[1] ہم لوگ ارجلکم نصب سے پڑھتے اور اس کا عطف وجوہکم پر کرتے ہیں اور یہی قرأۃ صحیح تر ہے کیونکہ پاؤں کا دھونا مسح کرنے سے بہرحال بہتر ہے وجہ یہ کہ پاؤں کے آلودہ رہنے کا احتمال زیادہ ہے لیکن اہل تشیع رؤسکم پر عطف کر کے ارجلکم لام کے کسرہ سے پڑھتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ وضوء میں پاؤں کے دھونے کو فرض نہیں سمجھتے ۱۲

وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (مائدہ ع ۲ پارہ ۶)

اور اگر تم کو نہانے کی حاجت ہو تو (غسل کرکے) اچھی طرح پاک صاف ہو جاؤ۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے (ہو کر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور تم کو پانی میسر نہ ہو تو ستھری مٹی لے کر اس سے تیمم یعنی اپنے مونھ اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔ اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنی نہیں چاہتا بلکہ تم کو صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہے اور (نیز) یہ (چاہتا ہے) کہ تم پر اپنا احسان پورا کرے تاکہ تم (اس کا) شکر کرو۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ[ع] ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ۔ (متفق علیہ)

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے عورت سے صحبت کی تو دونوں پر غسل واجب ہوا خواہ انزال نہ بھی ہو۔

(صحیحین)

من المترجم۔ جو شخص سو کر اٹھے اور کپڑے پر منی کی تری پائے اس پر غسل واجب ہے۔ احتلام یاد ہو یا نہ ہو۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ میں ہمبستر ہوا ہوں اور بیدار ہونے پر تری کا اثر معلوم نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہوتا اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کو عام ہے۔ غسل کی کیفیت ایک صحیح حدیث سے خوب واضح ہوتی ہے۔ حضرت میمونہ کہتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ؐ کے غسل کے لیے پانی رکھا اور کپڑے کا پردہ کیا۔ حضرت نے پہلے دونوں ہاتھ تین دفعہ دھوئے پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈال کر ستر دھویا اور رانوں پر پانی بہایا۔ ازاں بعد دونوں ہاتھ زمین پر رگڑ کر دھوئے اور نماز کی طرح کا وضو کرکے تمام جسم شریف پر تین دفعہ پانی بہایا اور وہاں سے علیحدہ ہو کر دونوں پاؤں مبارک دھوئے۔

[ع] ان لفظوں میں وضع جماع کی طرف اشارہ ہے مگر ہم نے الفاظ کے ترجمے کو چھوڑ کر حاصل مطلب لیا ہے ۱۲

ایک وقت میں کئی عورتوں...... یا ایک ہی عورت کے ساتھ کئی دفعہ صحبت کرنے سے ایک ہی غسل واجب ہوتا ہے لیکن صحبتوں کے بیچ بیچ میں وضو کر لینا زیادہ بہتر اور مناسب ہے کہ آدمی اس سے تازہ دم اور آدھا پاک بھی ہو جاتا ہے۔ غسل کرتے وقت اگر ایک بال بھی سوکھا رہ جائے گا تو پھر سے غسل کرنا پڑے گا۔ ہاں اگر کچھ بدن خشک رہ گیا اور نماز سے پیشتر اپنا تر ہاتھ اُس پر پھیر دیا تو بھی غسل کفایت کرے گا۔ عورت کو غسل جنابۃ کے لیے بالوں کی مینڈھیاں کھولنے کی ضرورۃ نہیں صرف بالوں کی جڑیں تر کر لینا اور تین لپیں بھر کر پانی سر پر ڈال لینا کافی ہے۔ مرد کو غسل کرنے کے بعد جُنبی عورت کے ساتھ سونا اور اُس کے بدن سے بدن لگانا جائز ہے کیونکہ جُنبی کا بدن پاک اور ستھرا ہے آدمی حالتِ جنابۃ میں دل و زبان سے ذکر اللہ کر سکتا ہے لیکن قرآن شریف نہیں پڑھ سکتا (یہ قرآن کا ادب ہے) اور نہ صرف آپ نہیں پڑھ سکتا۔ بلکہ کسی کو پڑھا بھی نہیں سکتا اور نہ اُسے چھو سکتا ہے۔ ہاں جزدان کا فیتہ پکڑ کر اُٹھا لے تو کچھ مضایقہ نہیں۔ جُنبی کو مسجد میں جاکر بیٹھنا۔ کعبے شریف کا طواف کرنا بھی جائز نہیں۔ غسل کو پانی ناکافی ہو تو مقام نجاست دھو ڈالیں۔ پھر پانی بچے تو وضو بھی کر لیں۔ ورنہ وضو اور غسل کے عوض تیمم بس کرتا ہے۔ جُنبی سے مصافحہ کرنا درست ہے۔ کھُلے میدان میں جہاں آبادی ہو ننگا نہانا حرام ہے البتہ غسل خانے میں یا کسی آڑ اور روک میں ننگے نہانے کا مضایقہ نہیں۔ کوئی حالتِ بیماری میں جُنبی ہو گیا اور پانی سے نقصان پہنچنے کا خوف ہے تو تیمم سے نماز پڑھے۔ سر میں تو ہو زخم اور سارا بدن ہو سالم۔ اس صورۃ میں کیا کریں؟ سر کا مسح کر لو۔ اور سارے جسم پر پانی بہاؤ اگر پیروں میں زخم ہو تو کیا کریں؟ تیمم کر کے نماز پڑھ لو! وضو اور غسل دونوں کے لیے ایک ہی نیت کافی ہے۔ غسل میں چار پانچ سیر پانی سے زیادہ صرف نہ کریں۔ حدیث میں غسل کے لیے ایک صاع[٥١]۔ اور وضو کے واسطے ایک مُد پانی کافی بتایا گیا ہے۔ عرب میں پانی کی قلت تھی اور اب بھی ہے۔ اس وجہ سے پیغمبر صاحب نے غسل کے لیے ایک صاع اور وضو کے واسطے مُد مقرر کیا۔ ہندوستان میں خدا کے فضل سے پانی کی کثرت ہے۔ اور بے تکلف ہر جگہ دستیاب ہو سکتا ہے اور بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اس لیے تمام اہلِ اسلام کا اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ غسل اور وضو کے لیے پانی کی کوئی حد مقرر نہیں۔ پانی تھوڑا ہو تو۔ بہت ہو تو جس میں وضو اور غسل کی شرطیں ادا ہو جائیں کافی و وافی ہے۔ مگر اسراف سے بچے کہ یہ بہت بُری بات ہے۔ شریعتِ اسلامی میں نو طرح کے غسل ہیں۔ عورت کو حیض و نفاس سے فارغ ہونے کے بعد۔ مرد و عورت کو ہمبستری یا احتلام کے بعد جمعے کے دن نمازِ جمعہ کے لیے۔ کسی شخص کو مشرف باسلام ہوتے وقت عید الفطر اور عید اضحےٰ کے دن عید گاہ جانے سے پیشتر۔ حج کا احرام باندھتے بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت۔ سینگی لگوانے مردہ نہلانے کے بعد پہلی قسم کے دو غسل فرض ہیں۔ اور نمبر تین سے پانچ تک سنت مؤکدہ اور نمبر چھ اور سات کے دونوں غسل سنت مستحبہ اور آخر کے دو غسل احتیاطی ہیں آدمی کے لئے یہ بھی مستحب ہے کہ ہر ہفتے میں کم از کم ایک روز سر اور سارا بدن دھو ڈالا کرے۔

[٥١] صاع انگریزی تول کے حساب سے قریباً پونے چار سیر اور مُد قریب سوا سیر کے ہوتا ہے ۱۲

تیمّم

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمۡتُمۡ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغۡسِلُواْ وُجُوهَكُمۡ وَأَيۡدِيَكُمۡ إِلَى ٱلۡمَرَافِقِ وَٱمۡسَحُواْ بِرُءُوسِكُمۡ وَأَرۡجُلَكُمۡ إِلَى ٱلۡكَعۡبَيۡنِۚ وَإِن كُنتُمۡ جُنُبٗا فَٱطَّهَّرُواْۚ وَإِن كُنتُم مَّرۡضَىٰٓ أَوۡ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوۡ جَآءَ أَحَدٞ مِّنكُم مِّنَ ٱلۡغَآئِطِ أَوۡ لَٰمَسۡتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُواْ مَآءٗ فَتَيَمَّمُواْ صَعِيدٗا طَيِّبٗا فَٱمۡسَحُواْ بِوُجُوهِكُمۡ وَأَيۡدِيكُمۡۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا (نساء ع ۷ پ ۵)

مسلمانو! جب نماز کے لیے آمادہ ہو تو اپنے مُونہ دھولیا کرو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ اور اپنے سر کا مسح کرلیا کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں (دھولیا کرو) اور اگر تم کو نہانے کی حاجت ہو تو (غسل کرکے) اچھی طرح پاک صاف ہوجاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے (ہوکر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور تم کو پانی میسر نہ آئے تو صاف ستھری مٹی لے کر اُس سے (تیمم یعنی) اپنے مُونہ اور ہاتھوں کا مسح کرلو بے شک اللہ درگزر کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔

من المترجم جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے لیے تمام زمین نماز کی جگہ ہے جہاں چاہیں نماز پڑھیں۔ اور زمین کی مٹی ہمارے واسطے پاک کرنے والی ٹھیرائی گئی ہے سو جہاں نماز کا وقت آجائے اور پانی میسّر نہ ہو یا ہو مگر بیماری ہو یا بیمار پڑنے کا خوف غالب ہو تیمم کرکے نماز ادا کریں۔ معذور کو پانی نہ ملے اور گو دس برس تک نہ ملے برابر تیمّم کیے جائے۔ ہاں جس وقت عذر دور ہو یا پانی میسّر ہو فوراً وضو فرض ہوجائے گا۔ جسے پانی مٹّی دونوں نہ ملیں اُسے بغیر وضو اور بغیر تیمّم نماز پڑھنی جائز ہے۔ کیونکہ اِس صورت میں صرف نیّت ہی وضو اور تیمّم کے قائم مقام ہوجائے گی تیمّم کرتے وقت اول دل میں نیّت کریں پھر بسم اللہ پڑھکر دونوں ہاتھ ایک دفعہ پاک مٹی یا ڈھیلوں یا کچی دیوار پر ماریں اُن بعد پھونک سے مٹی اُڑا کر دونوں ہاتھوں کو مُونہ پر پھیریں اور دونوں کف دست پہنچوں تک ملیں یا ایک بار مٹی پر ہاتھ مار کر مُونہ پر پھیریں۔ پھر دوسری مرتبہ ہاتھ مار کر کہنیوں تک مسح کریں۔ دونوں طرح تیمم درست ہے۔ لکڑی لوہے پتھر وغیرہ پر تیمم ناجائز ہے کیونکہ قرآن مجید میں صَعِيدًا طَيِّبًا ارشاد ہوا ہے یعنی صرف پاک مٹی سے تیمم کرو۔ ہاں اگر کپڑے وغیرہ پر گرد و غبار پڑا ہوا ہو تو جائز ہے۔ تیمم سے نماز پڑھ چکنے کے بعد پانی مل جائے اور ہنوز نماز کا وقت باقی ہو تو نماز کا دوہرانا ضرور نہیں لیکن اگر کوئی شخص وضو کرکے دوہرا لے گا تو اضعافاً مضاعفہ ثواب پائے گا۔ ایک شخص نے نماز پڑھنی شروع کی بیچ میں خبر لگی کہ پانی آگیا تو نماز توڑ دینی اور وضو کرکے از سر نو شروع کرنی ضرور ہے۔ جو چیزیں ناقض وضو ہیں وہی ناقض تیمم بھی ہیں حاجت غسل والے کو پانی نہ ملے تو وہ بھی تیمم کرکے نماز پڑھے جس طرح ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنی درست ہیں۔ اسی طرح ایک تیمم سے

کئی نمازیں جائز ہیں جب تک کوئی ناقضِ وضوء پیش نہ آئے۔ لیکن یہ صورت جواز کی ہے۔ اولےٰ اور بہتر یہی ہے کہ ہر نماز کے لیے جدید وضوء اور جدید تیمم کرلے۔

اصل میں پانی سے بڑھ کر کوئی چیز نجاست کو دور کرنے والی نہیں ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہے تو جب وضوء یا غسل کے لیے پانی میسر نہ ہو یا ہو اور اس کا استعمال نقصان کرتا ہو تو پانی کا عوض پھر بھی کچھ ہے تو مٹی ہے۔ مٹی میں خدا نے سلب عفونت کا خاصہ رکھا ہے۔ یہ بھی ایک حد تک ازالۂ نجاست کہا جاسکتا ہے۔ پس تیمم کے لیے مٹی کا اختیار کرنا اس چیز کا اختیار کرنا ہے جو ازالۂ نجاست میں پانی کا سا خاصہ رکھتی ہے اگرچہ اتنا فرق ضرور ہے کہ پانی کی طرح ازالۂ نجاست نہیں کرتی ہے پس تیمم وضوء کی نقل ہے اور اس سے بہتر کوئی نقل سمجھ میں نہیں آتی۔ تیمم سے ازالۂ نجاست مقصود نہیں ہے بلکہ صرف وضوء کی نقل کرنا مقصود ہے۔

وضوء

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (مائدہ ع ۲۔ پارہ ۶)	مسلمانو! جب نماز کے لیے آمادہ ہو تو اپنے مونہ دھو لیا کرو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ اور اپنے سر کا مسح کرلیا کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں (دھولیا کرو)

من المترجم۔ حدیث میں آیا ہے مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ۔ "جنت کی کنجی نماز اور نماز کی کنجی وضوء ہے"۔ مطلب یہ کہ نماز بغیر وضوء قبول نہیں ہوتی۔ فضائلِ وضوء میں بے شمار حدیثیں آئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضوء آدھا ایمان ہے اور وضوء پر وضوء کرنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ جہاں تک وضوء کا پانی پہنچے گا وہاں تک متوضّی قیامت کے روز قیمتی زیور پہنائیں جائیں گے۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمّت کے لوگ قیامت کے دن اس حال میں بُلائے جائیں گے کہ اُن کے اعضاءِ وضوء کے اثر سے چمکتے ہوں گے۔ وضوء کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب آدمی نماز کے لیے آمادہ ہو تو اول دل میں نیّت کرے کہ میں نماز کے لیے وضوء کرتا ہوں پھر بسم اللہ کہہ کر تین دفعہ دونوں ہاتھ پونہچوں تک دھوئے۔ تین دفعہ کلی کرے مسواک سمیت کیونکہ وضوء میں مسواک کرنا بھی مسنون ہے حدیث میں آیا ہے کہ مسواک کرنے سے خدا خوش ہوتا اور مونہ پاک صاف رہتا ہے۔ مسواک کرنے میں ایک طبّی مصلحت بھی ہے وہ یہ کہ مونہ اکثر اوقات بند رہتا اور خارجی ہوا کی آمدورفت وہاں تک بہت کم ہوتی ہے۔ خاص کر سونے کے اوقات میں مونہ کی رطوبت دانتوں اور ڈاڑھوں کی جڑوں میں جمع ہوجاتی ہے جس سے چند ہی روز میں بخر یعنے گندہ دہنی کا مرض پیدا ہوجاتا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات کھانے کے کچھ اجزاء یا گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹُس آدمی کی غفلت سے دانتوں کی جڑوں میں یا ریخوں میں لگے رہ جاتے ہیں تو اگر مسواک کے

ذریعے سے اُنہیں جلد نہ نکالا جائے گا تو سڑ کر دانتوں اور ڈاڑھوں میں کیڑے پیدا کریں گے اور اس سے دردِ شدید پیدا ہو جانا
ایک آسان سی بات ہی۔ اس لیے آدمی کو چاہیئے کہ ہر وضو کے وقت نہیں تو کم سے کم صبح اور عشاء کے وقت ضرور مسواک
کر لیا کرے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب جب باہر سے گھر میں تشریف لاتے مسواک کرتے اور فرماتے کہ جس وقت
میرے پاس جبرئیل آتے ہیں مسواک کی تاکید کرتے ہیں حتے کہ مجھے اندیشہ ہوتا ہی کہ کہیں اُمّت پر مسواک کرنا فرض تو نہیں کر دیں گے
یا میں مسواک میں بکثرت مبالغہ کرنے سے پوپلا تو نہیں ہو جاؤں گا۔ مسواک کے لیے کچھ یہی ضرور نہیں کہ وہ پیلو ہی کے درخت
کی ہو بلکہ جس درخت کی بھی ہو کافی ہی۔ اور اب تو بالوں کی اور کٹی ہوئی ہڈیوں کی بُرش نما مسواکیں چل پڑی ہیں یہ بھی مشہور
مسواک کے حکم میں داخل ہیں۔ اسی طرح دانتوں کو صرف اُنگلی سے صاف کرنا یا منجن مثلاً طبیب کے بتائے ہوئے سنون کا
استعمال کرنا بھی مسواک میں داخل ہی کیونکہ جو فائدہ مسواک پر متفرع ہوتا ہی یعنی ازالۂ بخر وہی ان چیزوں میں بھی متصور ہی۔
الغرض متوضی مسواک اور تین کلیاں کر چکے تو تین دفعہ ناک میں پانی دے۔ بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑے اور ناک کے اندر پانی
پونہچانے کی کوشش کرے۔ پھر تین دفعہ مُونہ دھوئے طول میں ماتھے کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور عرض میں
دونوں کانوں کی لووں تک۔ ڈاڑھی کو اچھی طرح تر کرنا اور اُنگلیوں سے خلال کرنا مسنون ہی۔ ازاں بعد دونوں ہاتھ کہنیوں تک
تین بار دھوئے۔ پھر نیا پانی لے کر سر کا مسح کرے۔ مسح اس طرح کرے کہ پانی سے دونوں ہاتھوں کو تر کر کے اور سب اُنگلیاں
برابر ملا کر پیشانی کے بالوں پر رکھّے اور گدّی تک کھینچتا لے جائے پھر گدّی سے کھینچتا ہوا اُسی جگہ لے آئے جہاں سے شروع
کیا تھا۔ لیکن یہ صورت اُنھیں لوگوں کے لیے مخصوص ہی جو محلّقین ہوں یعنی سر پر بال نہ رکھتے ہوں کیونکہ جن کے سر پر
بال ہوں اُنھیں اتنا ہی بس کرتا ہی کہ ہاتھ کی اُنگلیاں ملا کر پیشانی کے بالوں پر رکھیں اور دونوں ہاتھ گدّی تک لے جائیں
تاکہ منتشر بال جم جائیں۔

سر کا مسح کر کے کانوں کا مسح اس طرح کرے کہ کانوں کے دونوں سوراخوں میں دونوں شہادت کی اُنگلیاں ڈال کر انگوٹھوں
سے کانوں کی پشت پر مسح کرے۔ ازاں بعد داہنا پاؤں ٹخنوں تک تین دفعہ دھوئے۔ اور اسی طرح بایاں پاؤں۔ ہاتھ
پاؤں کی اُنگلیوں کا بھی خلال کرنا مسنون ہی تاکہ پانی سب جگہ پونہچ جائے۔ اعضائے وضو کو تین تین بار دھونا افضل و
بہتر ہی۔ اور اسی کو اسباغ اور اتمام و تکمیل بھی کہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص دو دو بار یا صرف ایک ایک بار بھی دھوئے گا
تو وضو صحیح و درست ہو جائے گا۔ مگر تین تین بار سے زیادہ دھونا منع ہی کیونکہ پانی خدا کی بڑی نعمت ہی اور اُس کو بے
ضرورۃ زیادہ بہانا حقیقۃ میں اُسے ضائع کرنا ہی اور اسی کو اسراف کہتے ہیں۔ اعضائے وضو میں سے کوئی عضو ناخن کے برابر
بھی خشک رہ جائے گا تو از سر نو وضو کرنا پڑے گا۔ لیکن اعضائے وضو تر ہوں تو خشک جگہ کو مل کر تر کر لینے سے دوبارہ
وضو کرنے کی ضرورۃ نہیں۔ ایک وضو سے کئی وقت کی نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ وضو کے لیے اس زمانے کی تول کے
حساب سے سوا سیر یا ڈیڑھ سیر پانی کفایت کرتا ہی۔ اس سے زائد داخل اسراف ہی۔ گو پانی کی افراط ہی کیوں نہ ہو۔ اور وضو
کرنے والا بہتی ندی پر کیوں نہ ہو۔ وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

سلہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا و یگانہ ہی اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے بندے اور اُس کے پیغمبر ہیں

وضوء میں مسواک کرنے کی بابت ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ شرع میں اُس کی بڑی تاکید ہی پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ چار چیزیں پیغمبروں کی سُنّۃ ہیں حیا کرنا عطر لگانا۔ مسواک کرنا۔ نکاح کرنا۔ مسواک والی نماز بے مسواک والی نماز سے ثواب میں ستّر درجے بڑھ کر ہی ⁂

نواقضِ وضوء

ریح نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہی۔ اگر آواز سُنے یا بدبُو پھیلے صرف شُبہ سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ پاخانے پیشاب۔ مذی وَدی نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہی۔ قَے کرنے نکسیر پھوٹنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہی لیٹ کر سوجانے یا کسی چیز پر سہارا دے کر سوجانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہی کیونکہ اس میں استرخاءِ مفاصل ہوتا ہی اور اس وقت بے خبری میں ریح وغیرہ کے نکل جانے کا قوی احتمال ہی۔ ہاں اگر کھڑے کھڑے یا بیٹھے بیٹھے سو جائے اور کسی قسم کی ٹیک نہ ہو تو وضوء نہیں ٹوٹتا۔ نماز میں کھِل کھِلا کر ہنسنے سے نماز تو بے شک فاسد ہو جاتی ہی لیکن صحیح حدیثوں کی رو سے وضوء کا ٹوٹنا ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ فقہی روایات میں قہقہے کا ناقضِ وضوء ہونا بتایا گیا ہی مرد و عورۃ اگر اپنا اپنا ستر ہاتھ سے چھوئیں گے اور بیچ میں کپڑا حائل نہ ہوگا تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔ خاص کر اونٹ کا گوشت کھانے سے پھر وضوء کرنا حدیثی روایات سے ثابت ہوا ہی اور یہ غالباً اس وجہ سے کہ اونٹ کے گوشت میں بساندھ زیادہ ہوتی ہی۔ عورت کو چھونے اور بوسہ لینے اور آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا ⁂

مساجد کا بیان

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ○ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ○ (التوبہ ع ۳۔ پارہ ۱۰)

مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ (اپنے جیسے کافروں سے) اللہ کی مسجدیں آباد رکھیں اور (شرک کے افعال و اقوال سے) اپنے اوپر کفر کی گواہی بھی دیتے جائیں یہی لوگ ہیں جن کا کیا دھرا سب اکارت ہُوا۔ اور یہی لوگ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ میں رہنے والے ہیں (حقیقۃ میں تو) اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد رکھتا ہی جو اللہ اور روزِ آخرۃ پر ایمان لایا اور نماز پڑھتا اور زکوۃ دیتا رہا اور خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ مانا تو ایسے لوگوں کی نسبۃ توقع کی جا سکتی ہی کہ (آخرکار) اُن لوگوں میں جا شامل ہونگے جو منزلِ مقصود پر پہونچے۔

مِن المترجم۔ ضرورۃ کے موقع پر مسجد کے بنانے کا بڑا ثواب ہی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا کی خوشنودی کے لیے مسجد بناتا ہی خدا اُس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ مسجد کے بنانے والے کو نہ صرف اُس کی زندگی

تک بلکہ مرنے کے بعد بھی ثواب ملتا رہتا ہی اور جب تک مسجد کی نمود باقی رہتی ہو اُس کے نامۂ اعمال میں ثواب درج ہوتا چلا جاتا ہی۔ اِس کے بعد اُس شخص کا مرتبہ ہی جو مسجد کو آباد کرنے اور صاف سُتھرا رکھنے کی کوشش کرتا ہی۔ پیغمبر صاحب کے عہدِ مبارک میں ایک کالی کلوٹی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی جب وہ مرگئی تو آپ اُس کی قبر پر تشریف لے گئے اور نمازِ جنازہ پڑھ کر فرمایا۔ ای عورت تُو نے کون سے عمل کو افضل پایا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت! کیا یہ عورت سُنتی ہی۔ فرمایا ہاں تم سے بہتر سُنتی ہی۔ دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہی کہ عورت نے جواب دیا کہ میں نے سب عملوں سے افضل مسجد کی جاروب کشی کو پایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم کو پیغمبر صاحب نے گھروں میں مسجدیں بنانے اور انھیں پاک صاف اور خوشبودار رکھنے کا حکم فرمایا۔ مسجد کی طرف نماز کے لیے ہر ہر قدم اُٹھانا نماز ہی۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ[1] اور بعض روایتوں میں یہ دعا آئی ہی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ[2]۔ اور نکلیں تو یوں کہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ[3]۔ مسجد میں جا کر اول دو رکعۃ نماز نفل پڑھے اور اِسے تحیۃ المسجد کہتے ہیں۔ سفر سے آنے والا بھی پہلے مسجد میں دو رکعۃ نماز پڑھے۔ پھر مکان میں آئے محلے کی مسجد میں جماعۃ سے نماز پڑھنے والے کو پچیس نماز کا اور جامع مسجد میں پانسو نماز کا اور بیت المقدس اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار نماز کا اور بیت اللہ میں لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہی۔ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہی۔ ایک صحابی ابو حمید ساعدی تھے۔ اُن کی بی بی نے پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہوں۔ فرمایا مجھے تیرا شوق معلوم ہی لیکن تیرا گھر کے اندر یعنی کوٹھری میں نماز پڑھنا دالان میں پڑھنے سے بہتر ہی۔ اور دالان میں نماز پڑھنا صحن میں پڑھنے سے بہتر اور قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں پڑھنے سے بہتر ہی۔ خلاصہ یہ کہ عورۃ کو پردہ داری میں کوشش کرنی چاہیے جہاں تک ممکن ہو بے شک احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہی کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مستورات مردوں کے ساتھ نمازِ جماعۃ میں بھی شریک ہوتی تھیں۔ جہاد میں بھی مردوں کا ساتھ دیتی تھیں۔ جمعہ اور عیدین کی نماز میں بھی عورتوں کا ہونا پایا جاتا ہی۔ مگر ہمارے سمجھنے میں تو یہ آزادی ضرورۃ کی وجہ سے عمل میں لائی جاتی تھی۔ وہ وقت تھا جب کہ مسلمانوں کا گروہ تھوڑا تھا عورتوں کے شریک کرنے سے کثرۃِ گروہ کا دکھانا منظور تھا۔ اب خدا نے اسلام کو ایسی نمود و نمائش سے مستغنی کر دیا ہی۔ خدا کے فضل سے مسلمان بکثرۃ ہو گئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ علاوہ بریں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک کے مقابلے میں بوجہ بُعدِ زمانہ لوگوں کے دینی خیالات بھی فاسد ہو گئے ہیں غرض نظر بحالتِ موجودہ عورتوں کا پردے کی رعایت کے ساتھ مشغولِ عبادۃ ہونا بہتر ہی۔ جب ہم حصہ دوم حقوق العباد میں اور حقوق زوجین اور حقوق نفس کے ذیل میں پردے پر بحث کریں گے وہاں اِس سے زیادہ وضاحت کی جائے گی۔

[1] خداوندا میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے ۱۲ [2] میں خدائے بزرگ اور اُس کی ذات کریم اور سلطنت قدیم کا واسطہ دے کر شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [3] خداوندا میں تجھ سے تیرا فضل و کرم مانگتا ہوں ۱۲

نماز کے اوقات

اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ ۝ (هود ع ۹ - پارہ ۱۲)	(اے پیغمبر) دن کے دونوں سرے (یعنی صبح اور شام) اور اوائل شب نماز پڑھا کرو (کیونکہ) نیکیاں گناہوں کو دور کردیتی ہیں جو لوگ ذکر (الٰہی) کرنے والے ہیں اُن کے حق میں یہ (ہمارا فرمانا ایک طرح کی) یاد دہانی ہے۔
اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۹ پارہ ۱۵)	(اے پیغمبر) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک ظہر عصر مغرب عشا کی) نمازیں پڑھا کرو۔ اور نماز صبح (بھی کیونکہ) نماز صبح کا وقت نورِ ظہور کا وقت ہے۔ اور رات کے ایک حصے میں (نماز تہجد بھی پڑھا کرو (اور نمازیں تو فرض ہیں اور یہ) تمہاری (نماز نفل (ہے) عجب نہیں کہ (اس کی برکت سے تمہارا پروردگار (قیامت کے دن) تم کو مقام محمود میں پہنچائے ف۱
فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِیًّا وَّ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ (الروم ع ۲ پارہ ۲۱)	پس جس وقت تم لوگوں کو شام ہو اور جس وقت تم کو صبح ہو اللہ کی تسبیح (و تقدیس) کرو اور آسمان و زمین میں وہی اللہ تعریف کے لائق ہے اور (نیز) تیسرے پہر اور جب تم لوگوں کو دوپہر ہو (اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو) ف۲

من المترجم۔ سورج کے ڈھلتے ہی ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور یہ نماز ظہر کا اوّل وقت ہے مگر جب ہر چیز کا سایہ اصلی سایے کو چھوڑ کر اُس کے برابر ہو جاتا ہے تو یہ نماز ظہر کا اخیر اور عصر کا اوّل وقت ہے اور جب تک سورج زرد نہ پڑے اور خوب صاف چمکتا رہے عصر کا اخیر وقت ہے۔ سورج کے ڈوب جانے پر مغرب کا اول وقت اور شفق کی سُرخی چھپنے کے قریب تک اُس کا اخیر وقت ہے۔ عشا کا اول وقت شفق کی سُرخی غائب ہونے سے شروع ہوتا اور نصف رات کے گزرنے تک باقی رہتا ہے۔ فجر کا وقت صبح کی پو پھٹنے سے شروع ہوتا اور سورج کے طلوع ہونے تک رہتا ہے۔ ایک دن جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور نماز کے اوقات دریافت کیے۔ فرمایا کہ تو دو روز ہمارے ساتھ نماز پڑھ لے چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ صبح کی نماز کا وقت ہوا تو آپ نے فجر کی پو پھٹتے ہی بلال کو اذان دینے کا حکم کیا اور نماز ادا کی۔ اُس وقت لوگ باہم ایک

ف۱ مقام محمود کے لفظی معنی تو ہیں مقام پسندیدہ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ مقام محمود جس کا پیغمبر صاحب سے وعدہ ہے وہ مرتبہ شفاعت ہے کہ قیامت کے دن لوگ مضطر ہو کر تمام انبیاء سابقین سے سفارش کرانی چاہیں گے اور چونکہ تمام انبیاء آدمی ہو گزرے ہیں ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لغزش بتقاضائے بشریت ہو گئی ہے انبیاء سابقین اپنی لغزشوں کو یاد کرکے شفاعت کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ آخر یہ مہم ہمارے پیغمبر آخر الزمان سر کریں گے اور خدا سے اُن کو تمام لوگوں کی شفاعت کی اجازت ہوگی اور خدا کی رحمت عام اِس پیرایے میں ظاہر ہوگی کہ ہمارے پیغمبر سب کی شفاعت کریں اور خدا کی جناب میں اُن کی شفاعت قبول ہو ۱۲

ف۲ تسبیح و تقدیس سے یا تو مطلق ذکر الٰہی مراد ہے یا پانچوں نمازیں کیونکہ نماز میں بھی خدا کی تسبیح و تقدیس ہی ہوا کرتی ہے اور پانچ وقتوں کی تخصیص بھی اِسی کی موید ہے کہ تمسون میں مغرب و عشا اور تصبحون میں صبح اور عشیا میں عصر اور تظہرون میں ظہر ۱۲

دوسرے کو جھٹ پٹے کے وقت کی وجہ سے پہچان نہیں سکتے تھے۔ پھر سورج ڈھلا تو ظہر کی نماز پڑھی اس وقت بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ابھی دوپہر ہی ہے۔ حالانکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے اوقات سب سے بہتر جانتے تھے۔ اس کے بعد جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو چکا اور ہنوز سورج بہت بلند تھا آپ نے عصر کی نماز پڑھی۔ اور آفتاب کا قرص ڈوبا تو نماز مغرب کھڑے ہوگئے۔ زاں بعد شفق کی سرخی غائب ہوئی تو عشا کی نماز ادا کی۔ دوسرا دن ہوا تو آپ نے صبح کی نماز اس وقت پڑھی کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کسی نے کہا سورج نکل آیا اور کسی نے کہا کہ نہیں بلکہ نکلنے کے قریب ہے۔ اور ظہر کی نماز میں یہاں تک تاخیر کی کہ ہر چیز کا سایہ اس کے مثل کے قریب قریب پہنچ گیا تھا۔ عصر کی نماز میں اس قدر دیر کی کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کوئی کہتا تھا کہ سورج زرد پڑ گیا اور کوئی کہتا تھا کہ زرد پڑنے کے قریب ہے۔ اور جب شفق کی سرخی غائب ہونے والی تھی تو مغرب کی نماز پڑھی۔ عشا کی نماز میں یہاں تک دیر کی کہ مدات کے نصف اول کا تیسرا حصہ گزر چکا تھا۔ تیسری صبح ہوئی تو آپ نے سائل کو بلا کر فرمایا کہ اوقات نماز ان وقتوں میں دائر ہیں ۔ (صحیح مسلم)

جمع بین الصلاتین

بحالت سفر تو باتفاق جمہور علما ظہر عصر اور مغرب و عشا کی نمازیں جمع کرنا درست ہی ہے مگر بعض علما محدثین کے نزدیک بغیر سفر اور بے عذر کے یوں بھی موقع آپڑے تو دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے اور وہ صحیح مسلم کی اس اثر سے استدلال کرتے ہیں جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حالت اقامت میں بغیر کسی عذر کے دو نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔ ظہر و عصر اور مغرب و عشا۔ تو اگر کبھی کسی کو یہ صورت پیش آجائے تو عصر کے وقت ظہر و عصر کو اور عشا کے وقت مغرب و عشا کو جمع کرے اور بہ نیت ادا جمع کرے۔ مگر جمہور علما اسے جمع صوری پر محمول کرتے ہیں یعنی اگر کبھی ایسی صورت واقع ہو تو دو نمازیں اس طرح جمع کرے کہ پہلی نماز کا اخیر اور دوسری نماز کا ابتدائی وقت ہو مثلاً ظہر و عصر کی دو نمازوں کے جمع کرنے کا کسی کو موقع پیش آئے تو وہ ظہر کے اخیر وقت اور عصر کے ابتدائی وقت میں دونوں نمازیں جمع کرے ۔

اذان کی فضیلۃ اور اُس کے احکام

وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ○ (المائدہ ع ۹ - پارہ ۶)

اور (مسلمانو!) جب تم اذان دے کر (مسلمانوں کو) نماز کے لیے بلاتے ہو تو یہ (یہود و نصاریٰ اور کفار) نماز کو ہنسی اور کھیل بناتے ہیں اور یہ (حرکت بے جا ان سے) اس لیے (سرزد ہوتی ہے) کہ یہ (ایسے بے وقوف) لوگ ہیں کہ (بالکل) نہیں سمجھتے ✦

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (جمعہ ع ۲ - پارہ ۲۸)

مسلمانو! جب جمعے کے دن نماز (جمعہ) کے لیے اذان دی جائے تو یادِ الٰہی (یعنی نماز) کے لیے لپکو اور اس وقت بیچنا (کھوچنا) چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو ✦

من المترجم - نماز کے وقت اذان کہنا سنت ہے اور سنت بھی مؤکدہ - پھر اس کے لیے کوئی خاص شخص مقرر نہیں بلکہ ہر مسلمان اذان دینے کا منصب رکھتا ہے - باوضو ہو تو اور بے وضو ہو تو مگر بہتر ہے کہ وضو کر کے اذان دے - جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ اذان دینے اور صفِ اول میں کس قدر اجر ملتا ہے اور اس پر کامیاب ہونے کے لیے بجز قرعہ ڈالنے کے اور کوئی تدبیر نہ بن پڑے تو ضرور قرعہ ڈالیں (ابوداؤد)
پیغمبر صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ خدا کے بہتر بندے وہ ہیں جو یادِ الٰہی کے لیے چاند سورج اور تاروں کی رعایت رکھتے ہیں یعنی ان کے طلوع و غروب کو دیکھتے رہتے اور اس سے اوقاتِ نماز پہچانتے ہیں اور چونکہ اذان تمہیدِ نماز ہے اس لیے مؤذنوں کو پیغمبر صاحب نے بہترین بندے ارشاد فرمایا - تین طرح کے آدمی قیامت کے روز مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے جن پر اگلی پچھلی امتوں کو رشک ہوگا - ایک وہ جنھوں نے خدا کا حق ادا کیا اور خدا کے حق کے ساتھ اپنے آقا کا حق بھی - دوسرے وہ جنھوں نے ایک قوم کی امامت کی - اور وہ ان سے خوش رہی تیسرے وہ جو پنجوقتہ نماز کے لیے اذان کہتے ہیں[1] ✦

[1] اذان کی بزرگی اور مؤذنوں کے فضائل میں جو حدیثیں وارد ہیں تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اذان اسلام کی بڑی علامت ہے اور مؤذن لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا اور الدال علی الخیر کفاعلہ کا ثواب حاصل کرتا ہے مگر افسوس ہے کہ اس زمانے میں اکثر مؤذن اس ثواب کے حاصل کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ مسجد کی خدمت از قسم جاروب کشی وغیرہ کے لیے مقرر ہوتے ہیں اور اس میں اذان کی تذلیل ہے بعض لوگوں نے اذان کو ایک مبتذل خدمت سمجھ رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ منصب اُن لوگوں کے سپرد کیا جاتا ہے جو کم درجہ اور جاہل ہوتے ہیں خود اذان کہنے میں اپنی توہین اور بے قعتی سمجھتے ہیں ہاں امامت کرنے پر دوڑ پڑتے ہیں کیونکہ اُن کی نظروں میں اذان کی نسبت زیادہ وقیع ہے حتی کہ حالانکہ مؤذن کا خدا کے نزدیک بڑا درجہ ہے وہ لوگوں کو خدا کی یاد کی طرف بلاتا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے ۱۲

سلہ بخاری کا درست بتا مو درالاگیا واسع کار نیدالہ ۱۲

حالتِ سفر میں بھی اذان و تکبیر دونوں کہنی چاہئیں۔ گو مسافر منفرد ہو۔ مؤذن ایسا شخص ہونا مناسب ہے جو خوش لہجہ اور بلند آواز ہو۔ اذان دینے پر تنخواہ کا طالب نہ ہو۔ نماز کے اوقات کا پورا اور کامل عارف ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان اسلام کی بڑی نشانی ہے۔ اذان کے کلمات یہ ہیں۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ صبح کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی دو دفعہ کہنا چاہیے۔ اذان سننے والے کو مناسب ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ سن کر تو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ سن کر صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہے اور باقی وہی الفاظ کہتا جائے جو مؤذن کہتا ہے۔

اذان کے بعد سننے والے یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا لْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ اِلَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ۔ جو شخص یہ دعا پڑھے گا رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم خدا کی جناب میں قیامت کے دن اُس کی شفاعت کریں گے۔ اذان کے بعد یہ دعا بھی حدیث میں آئی ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا ۔

تکبیر کے الفاظ یہ ہیں۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ بعض حدیثوں میں الفاظِ تکبیر صرف ایک ایک دفعہ بھی آئے ہیں۔ اور اذان میں ترجیع یعنی شہادتین کی تکرار بھی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ مگر علمائے حنفیہ اُسے تعلیم وغیرہ پر محمول کرتے ہیں۔ تکبیر سنتے وقت بھی وہی الفاظ کہنے چاہئیں جو مکبّر کہتا ہے مگر قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ کی جگہ اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا کہیں۔ اذان و اقامہ میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اذان میں جہر ہے کیونکہ اس سے دور کے لوگوں کو بلانا اور مطلع کرنا مقصود ہوتا ہے بخلاف اقامۃ کے کہ اس سے صرف مسجد ہی کے لوگوں کو آگاہ کرنا ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اذان میں سکتات و وقفات ہوتے ہیں اور اقامۃ میں نہیں۔ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ـلـه اللہ بہت بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد رسولِ خدا ہیں۔ نماز کی طرف آؤ۔ بہتری کی طرف آؤ۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ۱۲ ـه۲ نماز نیند سے بہتر ہے ۱۲ ـه۳ ہمیں گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کی قوت نہیں مگر خدا کی مدد سے ۱۲ ـه۴ تو نے سچ کہا اور ہماری بھلائی کی بات کہی ۱۲ ـه۵ اس دعا کے معنی تفصیل کے محتاج ہیں اور وہ یہ ہے کہ دعوۃ تامہ سے مراد ہے دعوۃ عامہ اس لیے کہ تمام نمازیوں کو اذان کے ذریعے سے نماز کے لیے بلایا جاتا ہے۔ صلاۃ قائمہ سے مراد ہے وہ نماز جو قائم ہونے کو ہے اور جس کے لیے لوگوں کو بلایا گیا ہے۔ اچھا پھر دعوۃِ تامہ اور صلاۃِ قائمہ کے رب سے مراد ہے خدائے تعالیٰ۔ خدا کا رب الصلاۃ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ نماز دعا ہے اور خدا ہی سے مانگی جاتی ہے رہی اذان اس میں کوئی کلمہ دعائیہ نہیں مگر وہ بڑی دعا یعنی نماز کی تمہید ہے اور اس اعتبار سے گویا جزوِ نماز ہے تو خدا جو نماز کا پروردگار یعنی مالک و مخاطب ہے اذان کا بھی مالک و مخاطب ٹھہرا۔ وسیلہ سے مراد ہے شفاعۃ کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم از روئے شفاعۃ مسلمانوں کے لیے ذریعۂ نجات ہوں گے

نے فرمایا ہے۔ دو ساعتیں ایسی ہیں جن میں دعا کرنے والے کی دعا رد نہیں ہوتی! ایک قامتِ نماز کے وقت۔ دوسرے جہاد میں صف بندی کے وقت۔ جب تکبیر کہی جاتی ہے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

نماز کے شرائط وارکان

جس کپڑے میں نماز پڑھی جائے نجاست سے پاک اور ستھرا ہو۔ سارا جسم پاک ہو۔ نماز کی جگہ ستھری صاف ہو۔ استقبالِ کعبہ اوقاتِ نماز میں نماز پڑھنا۔ جونسی نماز پڑھتا ہو اُس کی نیّت[1] دل میں کرنی۔ اور نیّت سے مراد ہے ارادہ۔ نماز شروع کرتے وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا۔ کوئی عذر نہ ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا کیونکہ معذور کو قیام معاف ہے۔ نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔ الحمد یاد نہ ہو تو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھنا۔ رکوع کرنا۔ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔ یکے بعد دیگرے دو سجدے کرنے دونوں سجدوں کے بیچ میں قدرے بیٹھنا۔ آخر رکعت میں التحیات اور درود شریف پڑھنے کے لیے بیٹھنا۔ دائیں بائیں سلام پھیرنا۔ بعض حدیثوں سے جو خشوع خضوع کا شرطِ نماز ہونا مفہوم ہوتا ہے تو اُس سے مراد یہ ہے کہ بغیر خشوع و خضوع نماز کامل نہیں ہوتی۔ یعنی خشوع و خضوع اصل نماز کے رکن نہیں ہیں بلکہ کامل دُرپوری نماز کے۔ سترِ عورۃ بھی شرطِ نماز ہے۔ اور عورۃ سے مراد ہے جسم کا وہ حصّہ جس کا کشف شرعاً ناجائز ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ لمعات میں لکھتے ہیں۔ سَتْرُ الْعَوْرَۃِ شَرْطٌ لِصِحَّۃِ الصَّلٰوۃِ وَاِنْ کَانَ فِیْ مَکَانٍ خَالٍ وَفِیْ غَیْرِ حَالَۃِ الصَّلٰوۃِ یَجِبُ سَتْرُھَا عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ مِمَّنْ یَحْرُمُ نَظْرُہٗ۔ یعنی ستر ڈھانکنا صحتِ نماز کے لیے شرط ہے گو آدمی خالی مکان میں کیوں نہ ہو (نماز میں مرد کے لیے زانو سے ناف تک عورۃ ہے یعنی اُسے زانو سے ناف تک ڈھانکنا فرض ہے اسی طرح لونڈی کو زانو سے ناف تک اور پیٹ پیٹھ ڈھانکنا فرض ہے۔ مگر آزاد عورۃ کو چہرے اور ہاتھ کے پونہچوں کے علاوہ سارا بدن ڈھانکنا فرض ہے۔ اگر نماز میں اس جسم کا کوئی حصّہ کھلا رہے گا تو نماز درست نہ ہوگی) نماز کے علاوہ نامحرموں یعنی اُن اجنبیوں سے سترِ عورۃ کرنا واجب ہے جن سے شرعاً نکاح کرنا جائز ہو۔ دوسرے کپڑے کے ہوتے صرف ایک چادر سے بھی نماز ہو جاتی ہے بشرطیکہ تمام ستر چھپا ہوا ہو۔ مُونہ ڈھانک کر یا کپڑا لپیٹ کر نماز پڑھنی منع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بے پردگی داخلِ بے شرمی ہے اور خلافِ ادب۔ اس واسطے اس کو مبطلِ نماز ٹھیرایا گیا ہے۔ جب نماز میں آدمی خدا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کو خواہی نخواہی پاس ادب ملحوظ رکھنا ہوگا۔ جواز وعدم جواز کی بحث دوسری ہے۔ آدمی کو عبادۃ کے وقت مؤدّب ہو کر حاضر ہونا ضرور ہے اور ہر شخص رسم ورواج اور اپنی حالت کے مناسب اپنے لیے ادب کی حد قرار دے سکتا ہے۔ مجھے ایک بزرگ کے دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ وہ مقرّبانِ شاہی میں سے تھے اور ۱۸۵۷ء عیسوی کے غدر سے پہلے کی بات ہے تو وہ بزرگ بتعلق خدمت ہر روز بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتے تو دربار میں جانے سے پہلے ہاتھ مُونہ دھو کر ڈاڑھی میں کنگھی کرتے۔ بہتر سے بہتر لباس پہنتے کمر باندھتے۔ اور میں نے بچشم خود دیکھا کہ پانچوں نمازوں کے لیے وہ یہی اہتمام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خدمتگار درباری گھیتلی جوتی لا کر رکھ دیتا۔ اور نماز کے بعد وہ درباری کپڑے اُتار دیتے اور خدمتگار وہ جوتی بھی اُٹھا کر رکھ دیتا۔ ادب شناس بندے ایسے ہوتے ہیں۔

[1] الفاظِ نیّت کا عربی یا اپنی زبان میں ادا کرنا ضرور نہیں لوگوں نے جو اسے جزوِ نماز قرار دے رکھا ہے یہ اُن کی غلطی ہے ۱۲

استقبالِ قبلہ وترکیبِ نماز

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط (بقرہ ع ۱۵ - پارہ ۱)	اور (اللہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ) ابراہیم کی جگہ[1] کو نماز کی جگہ مقرر رکھو ۔
قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط (بقرہ ع ۱۷ - پارہ ۲)	(اے پیغمبر حکمِ تحویلِ قبلہ کے انتظار میں) تمہارا مونہ پھیر پھیر کر آسمان کی طرف دیکھنا ہم ملاحظہ فرما رہے ہیں تو (گھبراؤ نہیں) جو قبلہ تم چاہتے ہو ہم تم کو اُسی کی طرف پھر جانے کا حکم دیں گے (اچھا) تو (اب نماز پڑھتے وقت) مسجدِ محترم (یعنی کعبہ) کی طرف اپنا مونہ کر لیا کرو اور (مسلمانو! تم بھی) جہاں کہیں ہوا کرو اُسی کی طرف کو اپنا مونہ کر لیا کرو ۔
وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (بقرہ ع ۱۸ - پارہ ۲)	اور (اے پیغمبر) تم کہیں سے بھی نکلو (یہاں تک کہ مکے سے بھی تو جہاں ہو نماز میں) اپنا مونہ مسجدِ محترم کی طرف کر لیا کرو اور یہ (یعنی نیا قبلہ) برحق (اور) تمہارے پروردگار کے حکم سے ہے اور (مسلمانو!) اللہ تمہارے عملوں سے بے خبر نہیں ۔

من المترجم - نماز پڑھنے کھڑے ہوں تو قبلے کی طرف مونہ کر کے دونوں ہاتھ کانوں یا مونڈھوں تک اُٹھائیں اور تکبیرِ تحریمہ[2] یعنی اللہ اکبر کہہ کر دائیں ہاتھ کی ہتیلی بائیں ہاتھ کے پونہچے پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھیں پھر آہستہ سے یہ دعا پڑھیں - اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِیْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِیْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِیْ مِنْ خَطَايَایَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ - یعنی خداوندا مجھ میں اور میرے گناہوں میں اتنی دوری ڈال دے جتنی پورب اور پچھم میں دوری ڈال رکھی ہے - الٰہی! تو مجھے گناہوں سے ایسا ہی پاک کر دے جیسا سفید کپڑا میل کچیل سے پاک صاف ہو جاتا ہے - الٰہی! تو میرے گناہوں کو پانی اور برف اور اولوں سے دھو ڈال - ازاں بعد آہستہ سے تعوذ پڑھیں یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ[3] اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر الحمد پڑھیں - پھر امام اور اکیلا نمازی فجر اور

[1] مراد ابراہیم کی جگہ سے تمام مسجدِ حرام ہے تو مطلب یہ ہے کہ نماز میں مسجدِ حرام کی طرف مونھ کر لیا کرو ۱۲ [2] اسے تکبیر اولی بھی کہتے ہیں کیونکہ رکوع سجود وغیرہ میں جو تکبیریں ہوتی ہیں اُن سب میں یہ پہلی تکبیر ہے - اور تکبیرِ تحریمہ کہنے کی یہ وجہ ہے کہ اس کے بعد سوائے نماز کے ہر قول و فعل حرام ہے ۱۲ [3] میں سننے والے اور جاننے والے خدا کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود کے خطرے اور اُس کے وسوسے اور اُس کے جادو منتر سے ۱۲ [4] شرح

مغرب اور عشا کی فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور قرآن کی چند آیتیں یا کوئی سورۃ پکار کے پڑھے اکیلا آدمی ان نمازوں میں آہستہ قرأۃ کرے تو بھی کچھ مضایقہ نہیں۔ ظہر اور عصر کی دونوں نمازوں میں قرأۃ چپکے سے پڑھیں۔ مسبوق کو چاہیے کہ امام کو جس حالت میں پائے فوراً شریک جماعۃ ہو جائے اور نماز کا جتنا حصہ باقی رہ جائے امام کے سلام پھیرنے کے بعد پورا کرے۔ غرض کہ جب پہلی رکعۃ پوری ہو چکے تو اللہ اکبر کہہ کے رکوع میں جائیں۔ رکوع میں سر کو اونچا نیچا نہ کریں بلکہ ہموار رکھیں اور گھٹنوں کو ہاتھوں سے مضبوط پکڑیں اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم تین بار یا زیادہ دفعہ کہیں۔ تین دفعہ کہنا تعدیل کا ادنےٰ درجہ ہے اور تعدیل کہتے ہیں سکون و طمینان سے ہر رکن کے ادا کرنے کو اور یوں تو ایک دفعہ کے کہنے سے بھی رکوع ادا ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ رکوع کی حالت میں قرآن پڑھنا منع ہے۔ رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ امام ہو تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور بعض روایات کے مطابق سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ۔ پڑھے مقتدی ہو تو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ یا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَكًا فِیْهِ کہے۔ ازاں بعد اللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر سجدے میں جائیں اور تین دفعہ یا زیادہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی یا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ کہیں۔ سجدے میں کپڑوں کو سمیٹیں نہیں۔ اور پیشانی و ناک دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں اور قدموں کے دونوں پنجوں پر سجدہ کریں۔ اور ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھیں۔ پاؤں کی انگلیوں کے سر قبلہ رخ رہیں اور دونوں ہاتھ کانوں کے پہلو میں۔ کہنیاں زمین سے اس قدر اونچی رہیں کہ اگر بیچ میں سے بکری کا بچہ گزرنا چاہے تو بآسانی گزر جائے۔ اور دونوں بغلوں کی سفیدی صاف نمایاں ہو۔ کسی شاعر نے سجدے کی کیفیۃ ایک مصرع میں یوں ظاہر کی ہے مصرعہ شکم ران سے۔ ران پنڈلی سے دور۔ سجدے میں زمین پر ہاتھ بچھانے منع ہیں۔ سجدے سے فارغ ہوں تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر چین سے بیٹھیں اور یہاں تک بیٹھیں کہ ہر ہڈی اپنے اپنے ٹھکانے پر آ جائے۔ محدثین اسی کو جلسہ استراحۃ کہتے ہیں۔ اس جلسے میں یہ دعا پڑھنی حدیث سے ثابت ہوئی ہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ اب دوسرا سجدہ کریں اور جو پہلے سجدے میں پڑھا تھا اس میں بھی پڑھیں۔ دوسرے سجدے کے بعد اللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر اٹھیں اور زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر دوسری رکعۃ کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ یہ دوسری رکعۃ پہلی رکعۃ کی طرح ادا کریں۔ مگر اس میں دعاء استفتاح نہ پڑھیں دوسری رکعۃ کے دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر بایاں پاؤں بچھائیں اور دایاں پاؤں کھڑا کر کے بیٹھیں دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھ کر تشہد پڑھیں۔ تشہد یہ ہے

۵۱ جو شخص نماز میں بعد کو شامل ہو اور اس کے شامل ہونے سے پہلے کچھ نماز پڑھی جا چکی ہو اسے مسبوق کہتے ہیں ۱۲ ۵۲ پاک ہے میرا پروردگار سب سے بڑا ۱۲ ۵۳ اے خدا تو پاک ہے اے ہمارے پروردگار اور ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ خداوندا مجھے بخش دے ۱۲ ۵۴ خدا نے اس کی بات سنی جس نے اس کی تعریف کی اے خدا اے ہمارے پروردگار تیرے لیے تعریف ہے آسمانوں بھر اور زمینوں بھر اور بقدر بھرنے اس چیز کے کہ چاہے تو اس کے بعد ۱۲ ۵۵ اے خدا اے ہمارے پروردگار تیرے ہی لیے حمد ہے اے ہمارے پروردگار اور تیرے ہی لیے تعریف ہے بہت پاک مبارک تعریف ۱۲ ۵۶ خداوندا مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور میرے نقصان کو پورا کر اور مجھے ہدایت اور روزی نصیب کر ۱۲

۵ خداوندا تو پاک ہے اے ہمارے پروردگار اور ہم تیری حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں خداوندا مجھے بخش دے ۱۲ ۵ پاک ہے میرا پروردگار عالی شان ۱۲

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اشهد ان لا الٰہ کہتے وقت شہادت کی انگلی اُٹھاکر اشارہ کریں۔ تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے اُٹھیں۔ تیسری اور چوتھی رکعت بھی پہلی اور دوسری رکعت کی طرح پڑھیں۔ لیکن فقہاء نے فرض وسنت کی تیسری اور چوتھی رکعت میں اختلاف کیا ہے۔ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں ان کے نزدیک صرف سورہ فاتحہ پڑھ لینی کافی ہے۔ اور سُنن کی پچھلی دو رکعتیں اول اور دوسری رکعتوں کی طرح پڑھنی چاہییں یعنے فاتحہ کے ساتھ کوئی اَور سورۃ بھی ملانی ضرور ہے۔ آخر رکعت کے دونوں سجدوں کے بعد اُسی طرح بیٹھیں جس طرح دوسری رکعت کے بعد بیٹھے تھے۔ مگر محدثین کے نزدیک اس آخری تشہد میں بایاں پاؤں نکال کر بائیں جانب کے پہلو پر بیٹھنا بھی مسنون ہے اور اسی کو تورّک کہتے ہیں۔ الغرض آخری رکعت سے فارغ ہوکر بیٹھیں تو التحیات اور التحیات کے بعد یہ درود پڑھیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ درود کے بعد یہ دعا پڑھیں اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔ یہاں تک پہنچ کر دائیں جانب گردن پھیر کر کہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ (سلام اور خدا کی رحمت ہو) اور اسی طرح بائیں طرف گردن موڑ کر کہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔ یہ مسلمانوں کا باہمی سلام ہے اور اس میں وہ فرشتے بھی داخل ہیں جو اس وقت حاضر ہوتے ہیں +

سُترہ کا بیان

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ تشریف لے جاتے اور اُس وقت عیدگاہ بنی نہ تھی کھلے میدان میں نماز پڑھنی ہوتی تو آپ کے سامنے برچھی گاڑ دی جاتی اور آپ اُس کی آڑ میں نماز پڑھتے۔ جب کوئی جنگل میں یا لوگوں کی گزرگاہ پر نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اپنے مونھ کے سامنے کوئی چیز کھڑی کرلے۔ اَور نہیں تو صرف ایک لکڑی ہی رکھ لے اور یہ بھی نہ ہو تو صرف ایک لکیر ہی کھینچ لے۔ اس کے بعد اگر کوئی آگے سے گزرے گا تو نماز میں کچھ خلل نہ آئے گا۔ سترہ اونٹ کے کجاوے کی پچھلی لکڑی کے برابر ہونا چاہیئے جو ایک ہاتھ کے قریب لمبی ہوتی ہے۔ صرف امام کے سامنے سترہ ہونا مقتدیوں کے لیے بھی بس کرتا ہے۔ نمازی کے

۵۱ مونھ سے کہنے کی بندگی خدا کے واسطے ہے اور بدن کی بندگی اور مال پاک کی بندگی خدا ہی کے لیے ہے۔ سلام تم پر اے خدا کے نبی اور رحمت خدا کی اور برکتیں اُس کی۔ اور سلام ہم پر اور جتنے خدا کے نیک بندے ہیں سب پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اُس کے بندے ہیں اور اُسکے پیغمبر ۱۲ ۵۲ خداوندا محمد اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسی تونے ابراہیم اور اولاد ابراہیم پر رحمت بھیجی بے شک تو بہت تعریف کیا گیا ہے بزرگی والا خداوندا محمد اور آل محمد پر برکت بھیج جیسی تونے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت بھیجی بے شک تو ہی تعریف کیا گیا ہے بزرگی والا ہے ۵۳ خداوندا میں نے اپنی جان پر بہت بڑا ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی اَور گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔ تو تو مجھے بخش دے خاص اپنے پاس سے بخشنا اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔ الٰہی میں عذاب قبر سے پناہ مانگتا اور دجّال کے فتنے سے دوری چاہتا ہوں اور زندگی

کے سامنے دیوار یا درخت یا اونٹ ہو تو وہی سترہ ہے۔ نمازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو اس کی بُرائی معلوم ہوجائے تو سو برس تک کھڑا رہے اور آگے سے نہ گزرے۔

نمازِ فجر کی کیفیت

فجر کی نماز میں پہلی دو رکعتیں بہ نیتِ سنتِ مؤکدہ پڑھیں پھر دو رکعت بہ نیتِ فرض۔ فجر کی سنّتیں ادا کرکے داہنی کروٹ کے بَل تھوڑی دیر لیٹنا مسنون ہے۔ جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر تھوڑی دیر داہنی کروٹ پر استراحت فرمالیا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ رات کا بڑا حصہ عبادتِ الٰہی میں صرف کرتے تھے اور اس قدر قیام کرتے تھے کہ پاؤں مبارک ورم کر آتے تھے اور خوف تھا کہ فیل پائی کا مرض پیدا ہوجائے۔ اسی لیے خدا نے آپ کے حال پر مزید عنایت وشفقت ظاہر کرنے کے لیے آیہ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی[1] نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ شب بیداری اور عبادت گزاری کی اس قدر مشقت نہ اُٹھاؤ۔ غرضکہ پیغمبر صاحب رات کو مصروفِ عبادت رہنے اور دن کو طرح طرح کے شغلوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس وقت تھوڑی دیر راحت پانے کی غرض سے لیٹ رہتے تھے۔ نیز آپ کو یہ بھی مدِّنظر رہتا تھا کہ قرب وجوار کے لوگ جمع ہوجائیں تو جماعتِ کثیر کے ساتھ نمازِ فجر ادا ہو۔ وائے ہو اُن لوگوں کے حال پر جو رات بھر تو پاؤں پھیلائے میٹھی نیند سوتے رہیں اور فجر کی سنتوں کے بعد اس اعتقاد سے کہ پیغمبر صاحب کی سنّت ہے بائیں کروٹ پر لیٹیں۔ جائے شرم ہے کہ جس کام پر یہ استراحت متفرّع ہے اُسے تو بالائے طاق رکھیں اور استراحت کی نسبت سنت کا دعویٰ کریں۔ سُنّتیں اگر جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہوں تو فرضوں کے بعد پڑھ لینے کا مضایقہ نہیں۔ ان کے علاوہ اَور کوئی نماز فرضوں کے بعد سے سورج طلوع ہونے تک درست نہیں۔ فقہا رحمہم اللہ کے نزدیک یہ سنتیں بھی فرضوں کے بعد پڑھنی درست نہیں۔ ہاں آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد پڑھنی چاہییں۔ نمازِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک تو کوئی نماز ہی درست ہے نہ میت کو دفن کرنا اور نمازِ جنازہ ہی پڑھنا درست ہے۔ فجر کی فرض دو رکعتوں میں امام تو پکار کر قراۃ پڑھے ہی گا۔ اکیلا نماز پڑھنے والا بھی پکار ہی کر قراۃ پڑھے تو بہت بہتر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فجر اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھتا ہے وہ ڈیڑھ رات کے برابر نماز پڑھتا ہے (مسلم) یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے والا امانِ الٰہی میں آجاتا ہے (ابوداؤد ونسائی) پیغمبر صاحب فجر کی سنتوں کی بہت ہی حفاظت کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے فجر کی دو رکعتیں دنیا ومافیہا سے بہتر ہیں۔ آپ فجر کے فرض اکثر ایسے وقت ادا فرماتے کہ عورتیں نماز سے فارغ ہوکر جاتیں تو اندھیرے کی وجہ سے پہچان نہیں پڑتی تھیں۔

[1] (اے پیغمبر) ہم نے تم پر قرآن اس لیے تو نازل کیا نہیں کہ تم (اس کی وجہ سے اس قدر) مشقت اُٹھاؤ ۱۲ ف

ف پیغمبر صاحب پیغمبر ہونے سے پہلے اپنے نفس پر بڑی مشقت اُٹھاتے تھے راتوں کو نماز میں کھڑے رہتے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں سوج سوج جاتے تھے۔ پھر سارا سارا دن لوگوں کے سمجھانے اور وعظ کرنے میں گزر جاتا تھا۔ اور نومسلموں کو کافروں کی ایذاؤں سے بچانا بجائے خود بڑا کام تھا۔ غرض منصبِ نبوت کی شرائط کا ادا کرنا کچھ آسان کام نہ تھا اور پیغمبر صاحب خدمتِ رسالت کے بجالانے میں اس قدر زحمت اُٹھاتے تھے جس سے خوف ہوتا تھا کہ اُن کی تندرستی میں خلل واقع ہوگا اس لیے خدا نے بنظرِ مزید عنایت اُن کو زحمتِ شاقہ سے روک دیا ۱۲

نمازِ ظہر کی کیفیت

ظہر کی نماز میں فرضوں سے پہلے چار رکعتیں سنت ہیں اور بعض حدیثی روایات سے دو رکعتیں بھی ثابت ہیں۔ اس کے بعد چار رکعتہ فرض اور فرض کے بعد دو رکعتہ سنت۔ ظہر کی چاروں فرض رکعتوں میں امام اور اکیلے نمازی کو سورہ فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورہ بھی چپکے سے پڑھنا مسنون ہے لیکن پچھلی دو رکعتوں میں اگر صرف سورہ فاتحہ ہی پر اکتفا کریں تو بھی کافی ہے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ظہر کی ان چھ یا آٹھ سنتوں پر مواظبت کرے گا خدا اُس پر دوزخ کی آگ حرام کردے گا۔ عین دوپہر ڈھلتے وقت نماز پڑھنا میت کو دفن کرنا نمازِ جنازہ پڑھنا حرام ہے*

نمازِ عصر کی کیفیت

عصر کے وقت صرف چار رکعتیں فرض ہیں۔ اس نماز میں الحمد کے بعد چھوٹی اور مختصر سورتیں آہستہ سے پڑھیں۔ نمازِ فرض سے پیچھے اور کوئی نماز نہ پڑھیں لیکن ہاں اُسی دن کی فرض نماز قضاء پڑھنی جائز ہے۔ حدیث میں اس نماز کی بہت تاکید آئی ہے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی نمازِ عصر ترک ہوگئی اُس کے تمام عمل گئے گزرے ہوکر وہ شخص دین کے اعتبار سے ایسا مفلس اور نادار ہوجاتا ہے گویا اُس کا سارا مال و اہل و عیال لوٹ لیے گئے۔ فرضوں سے پیشتر چار رکعتہ سنتیں اور دو بھی آئی ہیں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فرضِ عصر سے پہلے چار رکعتہ سنت پڑھے۔ خدا اُس پر رحم فرمائے (ابوداود)*

نمازِ مغرب کی کیفیت

مغرب کی تین رکعتیں فرض ہیں بعد کو دو سنتیں۔ گو مغرب کے فرضوں سے پہلے آفتاب کے غروب ہونے کے بعد بھی دو رکعتیں سنت ہیں مگر مؤکد نہیں۔ مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں امام اور اکیلے نمازی کو سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورہ پکار کر پڑھنی چاہیے اور تیسری رکعة میں خفیہ۔ اس میں اگر صرف الحمد پر اکتفا کیا جائے تو بھی کافی ہے۔ فرض کے بعد جو دو سنتیں پڑھی جاتی ہیں مؤکدہ ہیں*

نمازِ عشا کی کیفیت

عشا کے وقت چار رکعة فرض ہیں۔ پھر دو سنتیں۔ فرضوں سے پہلے بھی بعض حدیثوں میں چار اور بعض میں دو رکعتیں سنت آئی ہیں۔ فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں قراۃ پکار کر پڑھیں اور پچھلی دو رکعتوں میں آہستہ*

پانچوں وقت کی نمازوں میں بارہ رکعتیں سنت موکدہ ہیں۔ فجر کے فرضوں سے پہلے دو۔ ظہر کے فرضوں سے پہلے چار بعد کو دو

ف عنوان صلاۃ نمبر ۲ میں آیہ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ مع ترجمہ فائدہ گزرچکی ہے اُسے بھی دیکھنا چاہیے ۱۲

مغرب کے فرضوں کے بعد دو۔ عشاء کے فرضوں کے بعد دو۔ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ان بارہ رکعتوں پر مداومت کرے گا اُس کے لیے جنت میں ہر روز ایک نیا مکان بنایا جائے گا۔ (مسلم)

نماز سے فارغ ہونے کے بعد کے اوراد

اوّل تین دفعہ قدرے بلند آواز سے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہے پھر جونسی دعا چاہے پڑھے۔ صحیح حدیثوں میں جو دعائیں بالخصوص فرض نماز کے بعد پیغمبر صاحب سے آئی ہیں اُن کا یہاں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے (**دعائے اول**) اَللّٰھُمَّ۱؎ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ۔ مسلم کی روایت میں اِس دعا کے الفاظ کسی قدر مختصر آئے ہیں اور وہ یہ ہیں اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (**دعائے دوم**) لَآ اِلٰہَ۲؎ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ (**دعائے سوم**) اَللّٰھُمَّ۳؎ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ (**دعائے چہارم**) اَللّٰھُمَّ۴؎ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ (**دعائے پنجم**) اَللّٰھُمَّ۵؎ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَآءَۃِ نِقْمَتِکَ وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے پیچھے تینتیس۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ تینتیس۳۳ دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ چونتیس۳۴ دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور ایک دفعہ لَآ اِلٰہَ۶؎ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص اِس طرح کہے گا اُس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اگرچہ دریا کے جھاگ کے برابر ہوں آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جو شخص فجر کی نماز کے بعد تین مرتبے یہ دعا پڑھے گا سُبْحَانَ۷؎ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضٰی نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ تو قیامت کے دن سب سے زیادہ درجے پائے گا (مسلم)

الغرض ان دعاؤں میں سے جونسی دعا چاہیں پڑھیں۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اُٹھانا درست نہیں محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ یہ تو تشبیہ ہے گدا کے ساتھ کہ جس طرح فقیر ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے۔ نمازی اپنا عرض مطلب بارگاہ

۱؎ خداوندا تو سلام ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سلامتی رجوع کرتی ہے۔ ای ہمارے پروردگار تو ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور ہمیں دار السلام یعنی جنت میں داخل کر۔ ای بزرگی و بخشش والے تو بڑا بابرکت ہے ۱۲ ۲؎ خدا کے سوا کوئی قابلِ پرستش نہیں وہ تنہا اور اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اُسی کے لیے سلطنت اور اُسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے خداوندا جو چیز تو عطا کرے اُس کا منع کرنے والا کوئی نہیں اور جو چیز تو منع کرے اُس کا دینے والا کوئی نہیں اور تیرے قہر سے دولتمند کو اُس کی دولتمندی کبھی فائدہ نہیں دیتی ۱۲ ۳؎ خداوندا میں نامردی اور بخیلی اور نکمی عمر کی طرف لوٹ جانے اور دنیا کے فتنے اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ ۴؎ خداوندا اپنے ذکر و شکر اور اپنی بہترین عبادت پر میری مدد کر ۱۲ ۵؎ الٰہی میں تیری نعمت کے زائل ہونے اور تیری عافیت کے بدل جانے اور تیرے عذاب کے یکایک ٹوٹ پڑنے اور تیری تمام ناخوشیوں سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ ۶؎ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اُسی کے لیے سلطنت اور اُسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۱۲ ۷؎ ہم خدا کی پاکی بیان کرتے ہیں اُس کی تعریف کے ساتھ اُس کی مخلوقات کے شمار کے برابر اور اُس کی رضامندی اور خوشی کے مقدار اور اُس کے عرش عظیم کی تول کے برابر اور اُس کے کلمات کی سیاہی کے برابر ۱۲

خداوندی میں ہاتھ پھیلا کر کرتا ہو۔ حدیثوں سے ثابت ہوتا ہو کہ جناب پیغمبر صاحبؐ نے نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی
حدیث بیہقی میں آیا ہو کہ حضورؐ نے فرمایا نماز دو دو رکعۃ ہو اور ہر دو رکعۃ کے پیچھے التحیات ہو اور عاجزی و مسکینی کا اظہار
ہو پھر دونوں ہاتھوں کا ہتیلیوں کی طرف سے اُٹھانا ہو۔ اس وقت بندے کو کہنا چاہیئے یا رب یا رب جس نے ایسا نہ
کیا اُس کی نماز ہو تو جاتی ہو مگر ناقص اور نامکمل ہوتی ہو*

بیہقی کی ایک اور حدیث میں ہو کہ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت یہاں تک ہاتھ اونچے کرتے تھے کہ آپ
کی بغلوں کی سفیدی پیچھے والوں کو چمکتی دکھائی دیتی تھی*

نمازِ جماعۃ کی فضیلۃ اور اُس کی تاکید

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ (بقوع ۵ پارہ الٓم)	اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جو لوگ (ہمارے حضور میں بوقتِ ادائے نماز) جھکتے ہیں اُن کے ساتھ تم بھی جھکا کرو۔
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً (بخاری مسلم)	ابن عمرؓ سے روایت ہو کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز جماعۃ۔ نمازِ منفرد سے (ثواب میں) ستائیس درجے بڑھی ہوئی ہو
عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَیُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوۃِ فَیُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی رِجَالٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَا یَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوۃَ فَاُحَرِّقَ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ یَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّہٗ یَجِدُ عَرْقًا سَمِیْنًا اَوْ مِرْمَاتَیْنِ حَسَنَتَیْنِ	ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اُس ذات مقدّس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہو میں چاہتا ہوں کہ کسی کو لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم کروں اور جب لکڑیاں جمع ہو جائیں تو نماز کا حکم دوں اور اُس کے لیے اذان کہی جائے پھر میں ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ تو لوگوں کی امامۃ کرلے اور میں اُن لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوئے پھر اُن کے گھروں میں آگ لگا دوں۔ خدا کی قسم اگر تارکین جماعۃ میں سے کسی شخص کو ایک گوشت کی ہڈی یا دو عمدہ کھروں کے پانے کی امید ہوتی

لَشَہِدَ الْعِشَاءَ ٭ (بخاری)	تو نماز عشا میں ضرور حاضر ہوتا ٭

من المترجم - جماعۃ سے نماز پڑھنا اگرچہ سنت مؤکدہ ہی مگر پیغمبر صاحب کو اس بارے میں اس درجہ تاکید منظور تھی کہ جو شخص بلا عذر شرعی جماعۃ میں حاضر نہ ہوتا وہ منافق سمجھا جاتا اور اس قابل خیال کیا جاتا کہ اُسکا گھر بار جلا دیا جائے عہد پیغمبر صاحب میں لوگوں کو جماعۃ کا یہاں تک اہتمام تھا کہ مریض اور معذور اور اپاہج تک دو آدمیوں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چلتا اور صف میں کھڑا کیا جاتا - عبداللہ بن ام مکتوم جو نابینا صحابی تھے اور کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہ رکھتے تھے وہ بھی نماز جماعۃ میں حاضر ہونے سے معذور نہیں سمجھے گئے پیغمبر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہوتی ہی لیکن اگر اُنھیں ان نمازوں کی خوبی معلوم ہوتی تو گھٹنوں کے بل چل کر حاضر جماعۃ ہوتے - آپنے یہ بھی فرمایا کہ تندرست اور فارغ آدمی اگر بغیر عذر جماعۃ میں شریک نہ ہو تو اُس کی نماز نہیں ہوتی - ہاں سرد راتوں اور بارش کی شبوں میں اگر جماعۃ میں حاضر نہ ہو تو کچھ مضایقہ نہیں - اسی طرح دشمن یا مخالف کا خوف ہو یا بیماری کے زیادہ ہونے کا تو جماعۃ کے ترک کرنے کا مضایقہ نہیں - اگر پیشاب پاخانے کی حاجۃ ہو یا کھانا سامنے رکھ دیا گیا ہو تو جائز ہی کہ ان سب کاموں سے فارغ ہو کر اطمینان کے ساتھ شریک جماعۃ ہو - غرضکہ معذور آدمی کو جماعۃ سے غیر حاضر رہنا معاف ہو - مسلم میں آیا ہی کہ عتبان بن مالک صحابی نے پیغمبر صاحب کی خدمۃ میں عرض کیا کہ میری آنکھیں جاتی رہی ہیں اور ایک قوم کی امامۃ میرے سپرد ہی لیکن جب مینہ برستا ہی تو میرے اور مسجد کے بیچ میں نالہ بہتا ہی ایسی صورۃ میں مَیں امامۃ کرانے نہیں جا سکتا ہوں - میری آرزو ہی کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر میرے لیے نماز کی جگہ تجویز فرما دیں پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ ان شاء اللہ ایسا ہی کروں گا - چنانچہ آپ دوسری صبح کو حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ لے کر عتبان کے مکان پر پہونچے اور فرمایا تم کس جگہ نماز پڑھنا چاہتے ہو اُنھوں نے مکان کا ایک گوشہ متعین کر دیا آپنے تکبیر کہہ کر دو رکعۃ نماز نفل جماعۃ سے ادا فرمائی - اور اس خوشی میں عتبان کے گھر والوں نے پیغمبر صاحب کے لیے کھانا تیار کیا - جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام کی ابتدا تھی اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا تو کہیں فتح مکہ کے بعد حضرۃ کی وفاۃ کے قریب ہوا ہی ورنہ شروع شروع میں تو حضرۃ کے سمجھانے سے صرف معدودے چند اسلام لائے تھے اور وہ معدودے چند بھی یا تو وہ لوگ تھے جو حضرۃ کے جزو کل اندرونی حالات سے واقف تھے - اور حضرۃ کی صداقت اور دیانت کا اُن کو کامل یقین تھا جیسے ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا یا حضرۃ ابوبکر رض یا حضرۃ علی رض اور جو غیر تھے تو وہ دنیاوی وجاہۃ کے اعتبار سے لوگوں کی نظر میں کچھ بھی وقعۃ اور اعتبار نہیں رکھتے تھے اور اُنھوں نے اسلام کے اختیار کرنے میں سبقۃ بھی اسی وجہ سے کی تھی کہ جاہ وحشم دنیا سدّ راہ نہ تھا جیسے مغیرہ بن ولید کے غلام بلال رض جن کو ان کا موذی اور ظالم آقا ان میں اسلام کی طرف کا میلان پا کر طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا اور آخر کار حضرۃ ابوبکر رض نے ان کو خرید کر مغیرہ کے پنجہ ظلم سے چھڑایا تھا - یا عمار بن یاسر یا اسی طرح کے اور چند ضعفاء تو ایسے ضیق کے وقت میں پیغمبر صاحب کو کفار کی ایذا دہی سے بچنے کے لیے تکثیر جماعۃ کی سخت ضرورۃ تھی - اور نماز جماعۃ کی تاکید بھی اسی غرض سے تھی کہ جتنے مسلمان ہیں مرد و زن ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھیں تا کہ مخالفوں پر اس گروہ کا کچھ اثر پڑے - سو خدا کے فضل سے اب ویسی ضرورۃ تو باقی نہیں رہی مگر تاہم اسلامی قوۃ

اسلامی شوکت مسلمانوں کی کثرت کا اظہار بھی جہاں تک ہوسکے اور جس جس طرح پر ہوسکے اسلام کی خدمت ہے اور نمازِ جماعت بھی اسلام کی خدمت کا ایک پیرایہ ہے۔ خدا غریقِ رحمت کرے شاہجہاں بادشاہ کو کہ وہ دہلی میں جامع مسجد بنوا گیا ہے جس کی شان کا معبد سارے ہندوستان میں کسی قوم کا نہیں۔ آلوداع کے دن جب نمازیوں کا ہجوم ہوتا ہے اور اتنی وسعت پر اذن زن مسجد جگہ نہیں ملتی۔ اور ایک اللہ اکبر کی آواز کے ساتھ ہزارہا آدمی رکوع میں جھکتے اور سجدے میں گرتے ہیں تو فرشِ زمین عرشِ بریں کا نمونہ بن جاتا ہے جس کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ آسمان میں چپے بھر جگہ ایسی نہیں جس پر کوئی فرشتہ جبینِ نیاز سجدے میں نہ رکھے ہو*

جب نمازِ فرض کی تکبیر کہہ دی جائے تو اب بجز اس نماز کے اور کوئی نماز درست نہیں اگر کوئی شخص فرض یا نفل نماز پڑھ رہا ہو اور جماعت کی تکبیر کہہ دی گئی ہو تو نیت توڑ کر شریکِ جماعت ہو جائے ورنہ گنہگار ہوگا۔ اذان ہو چکے پیچھے مسجد سے نکلنا درست نہیں ہاں اگر کوئی شخص دوسری مسجد کا امام ہو یا پیشاب پاخانے کی حاجت رکھتا ہو یا مسجد کا امام بدعتی ہو یا مسجد میں کوئی بدعت کا کام ہو رہا ہو تو ان معذوریوں کی وجہ سے مسجد سے نکل جانا درست ہے*

صفوں کے برابر اور سیدھا کرنے کی تاکید میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ حدیث ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا لوگو! اپنی صفیں سیدھی کرو۔ اور سب مل کر نزدیک کھڑے ہو جاؤ میں تمھیں پیٹھ پیچھے سے ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسا آگے سے۔ منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ فرمایا خدا کے بندو! صفیں برابر کرو ورنہ خدا تمھارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا۔ یعنی صف کی پابندی نہ کرسکنا دلیل خودسری کی ہے۔ اور تمہید اختلاف کی*

امام کے نزدیک ایسے لوگوں کو کھڑا ہونا چاہیے جو دین میں زیادہ سمجھ رکھتے ہوں۔ جو لوگ پہلی صف میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کرتے اور ہمیشہ پچھلی صف میں کھڑے ہوتے ہیں وہ خدا کی رحمت سے پیچھے رہتے ہیں۔ عورتیں جماعت میں شریک ہوں تو سب سے پچھلی صف میں کھڑی ہوں پیغمبر صاحب نے فرمایا ہے کہ مردوں کے لیے بہتر صف پہلی صف ہے اور بُری پچھلی اور عورتوں کے لیے بہتر صف پچھلی اور بُری پہلی۔ کیونکہ عورتیں جس قدر مردوں سے دور رہیں گی اتنا ہی اُن کے حق میں بہتر ہوگا۔ مقتدیوں کو چاہیے کہ پہلے صفِ اول کو پورا کریں پھر دوسری تیسری کو غرض کہ آخر تک اسی طرح ہر صف کو پورا کرتے جائیں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ خدا اور اُس کے فرشتے پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور خدا اُس شخص کو بہت عزیز رکھتا ہے جو صفِ اول میں قدم ملا کر کھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح صفِ اول میں پہلے اُن لوگوں پر رحمتِ خدا نازل ہوتی ہے۔ جو دائیں طرف کھڑے ہوتے ہیں۔ صف سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنی درست نہیں۔ پیغمبر صاحب نے ایک شخص کو جو صف سے الگ ہو کر نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کہ پھر سے نماز پڑھ۔ صفوں میں اس طرح ترتیب ہونی چاہیے کہ سب سے پہلے مردوں کی صفیں ہوں پھر لڑکوں کی۔ پھر مخنثوں کی۔ پھر عورتوں کی۔ نمازی تھوڑے ہوں تو لڑکوں کو مردوں کی صف میں کھڑا ہونا جائز ہے۔ پرہ جما کر کھڑے ہونے میں ادب اور انتظام اور وقار کی شان پائی جاتی ہے جیسا کہ فوجی قواعد میں دیکھتے ہو اور نماز سے بہتر اس شان کے ظاہر کرنے کا اور کونسا موقع ہوسکتا ہے*

امامت

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَأُھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاءَۃِ سَوَآءً فَاَعْلَمُھُمْ بِالسُّنَّۃِ فَاِنْ کَانُوْا فِی السُّنَّۃِ سَوَآءً فَاَقْدَمُھُمْ ھِجْرَۃً فَاِنْ کَانُوْا فِی الْھِجْرَۃِ سَوَآءً فَاَقْدَمُھُمْ سِنًّا ۔ (مسلم)	ابو مسعود رض سے روایت ہی کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا امام وہ شخص ہو جو سب میں قرآن اچھا پڑھتا ہو اور قرآن کے پڑھنے میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امام بنے جو سنت سے زیادہ واقف ہو اور جو قرآن و سنت میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امامۃ کا زیادہ استحقاق رکھتا ہی جس نے سب سے پہلے ہجرۃ کی ہو اور جو اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ امام بنے جو عمر میں سب سے بڑا ہو ۔
عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانُوْا ثَلٰثَۃً فَلْیَؤُمَّھُمْ اَحَدُھُمْ وَاَحَقُّھُمْ بِالْاِمَامَۃِ اَقْرَأُھُمْ ۔ (مسلم)	ابو سعید کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تین آدمی ہوں تو اُن میں سے ایک امام بنے اور امامۃ کا حق دار وہ شخص ہی جو سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو ۔

من المترجم ۔ امام جماعۃ میں جن لیاقتوں کا ہونا ضرور ہی اُن میں سب سے مقدم اقرأ لکتاب اللہ ہونا ہی ۔ کتاب اللہ سے مراد ہی قرآن ۔ اقرأ افعل التفضیل کا صیغہ ہی جس کے معنی ہیں قراءۃ یعنی پڑھنے میں سب سے افضل مگر فضل کن بات میں (۱) خوش آوازی میں (۲) کثرۃ تلاوۃ میں (۳) حفظ آیات میں (۴) تجوید میں کہ آ اور ع ۔ ت اور ط ۔ ذ اور ز ض اور ظ س اور ص کے مخارج میں اُس کو امتیاز صحیح ہو جس میں یہ سب باتیں ہوں اُس کو ہم اقرأ کہیں گے ۔ ان سب سے بڑی بات فہم قرآن ہی جس کی سخت ضرورۃ ہی اور اس کی طرف سے لوگ سخت غفلۃ اور بے پروائی کرتے ہیں اور ان کا پڑھنا طوطے کا سا پڑھنا ہی بلکہ تیتر کا سا بولنا کہ کوئی اُس کی آواز کو سبحان تیری قدرۃ سمجھتا ہی کوئی نون تیل ادرک ۔

جماعۃ کے لیے دو آدمیوں کا ہونا بھی کافی ہی یعنی اگر ایک امام دوسرا مقتدی ہوگا تو بھی جماعۃ ہو جائے گی ۔ نابینا آدمی کو امام بنانا درست ہی پیغمبر صاحب نے عبداللہ بن اُم مکتوم کو خود اپنی غیبۃ میں امام مقرر کیا حالانکہ وہ نابینا تھے ۔ جوان اور بڑی عمر والوں کے ہوتے نابالغ لڑکا امام بنے تو اُس کی امامۃ جائز ہی بشرطیکہ سب سے بہتر قرآن پڑھا جاتا ہو ۔ صرف بدگمانی کی وجہ سے کسی مسلمان کی امامۃ سے انکار کرنا نہ چاہیے بلکہ ہر مسلمان کے پیچھے جس کا عقیدہ و طریقہ معلوم نہ ہو نماز پڑھنی درست ہی ۔ ہاں بدعتی اور منکر حدیث اور فرقہ امامیہ کے پیچھے نماز نادرست ہی پیغمبر صاحب نے فرمایا ہی اَلصَّلٰوۃُ وَاجِبَۃٌ عَلَیْکُمْ خَلْفَ کُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا کَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْکَبَائِرَ یعنی ہر مسلمان کے پیچھے نماز واجب ہی نیکوکار ہو یا بدکار اگرچہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو ۔ امام کو چاہیے کہ قراءۃ میں تخفیف کرے کیونکہ جماعۃ میں چھوٹے بڑے ضعیف و کمزور اور بیمار و حاجتمند سب ہی طرح کے لوگ ہوتے ہیں البتہ

تنہا نماز پڑھنے میں جس قدر چاہے قراءۃ طویل کرے۔ عورۃ عورتوں کی امامۃ کرسکتی ہی مگر اُسے صف کے بیچ میں کھڑا ہونا چاہیے
جناب ام المؤمنین حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامۃ کی اور اُن کے بیچ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ اِسی طرح
حضرۃ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامۃ کی۔ اور صف کے بیچ میں کھڑی ہوئیں۔ افضل امام کے ہوتے کم رتبے والے
کو امام بنانا بہتر نہیں مگر ایسی صورۃ میں نماز درست ہو جاتی ہی۔ کم رتبے کا آدمی امامۃ کر رہا ہو اور بڑے درجے کا آدمی آجائے تو
امام کو جائز ہی کہ خود مقتدی بن جائے اور اُسے امام بنائے۔ نماز میں اگر امام قراءۃ میں بھول جائے تو مقتدی کو بتانا جائز ہی۔
ابو داؤد میں آیا ہی کہ ایک صحابی نے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی آپ قراءۃ کرتے وقت کچھ آیتیں چھوڑ گئے۔
نماز کے بعد عرض کیا گیا کہ حضرۃ! آپ اثنائے قراءۃ میں فلاں فلاں آیتیں چھوڑ گئے۔ فرمایا تو نے یاد کیوں نہیں دلا دیں عرض
کیا گیا میں سمجھا تھا کہ شاید اِن آیتوں کا پڑھنا منسوخ ہو گیا ہی۔ محدثین کے نزدیک نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے فرض نماز پڑھنی
درست ہی۔ اِسی طرح فرض نماز پڑھنے والے کے پیچھے نفل نماز جائز ہی۔ امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کو
کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہیے ✦

مقتدی کو بہر حال امام کی اقتدا کرنی چاہیئے۔ رکوع سجدے قیام وغیرہ میں امام سے سبقۃ کرنا ناجائز اور بہت بُرا ہی۔ حدیث
میں آیا ہی کہ جو شخص امام سے پیشتر سر اُٹھاتا ہی قیامۃ کے دن اُس کا سر گدھے کا سا ہوگا۔ امام مقتدیوں کی رعایت نہ کرے اور
نماز میں کوئی بڑی سورۃ شروع کر دے تو حاجتمند اور تھکے ماندے کو جائز ہی کہ نیۃ توڑ کر علیحدہ نماز پڑھ لے۔ جب کوئی شخص تنہا
نماز پڑھ رہا ہو اور ایک شخص پیچھے سے آکر نماز میں شریک ہونا چاہتا ہو تو اُسکے دائیں طرف پہلو میں کھڑا ہو جائے اور اگر
کوئی اَور بھی آجائے تو دونوں شخص امام سے پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوں۔ اگر خود نہ ہٹیں تو امام کو اُنھیں پیچھے ہٹا دینا چاہیے
لیکن پیچھے جگہ نہ ہو تو امام خود آگے بڑھ جائے اور جو آگے پیچھے کچھ بھی جگہ نہ ہو تو سب برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں جب
کوئی شخص جہری نماز آہستہ پڑھ رہا ہو اور دوسرا شخص اُس کے پیچھے آکھڑا ہو تو وہ وہیں سے پکار کر پڑھنے لگے جہاں تک پڑھ
چکا تھا اور جو کچھ پڑھ چکا اُس کا دوہرانا ضرور نہیں ✦

مسبوق (جو ابتدائے نماز سے امام کے ساتھ شریک نہیں ہوا پیچھے آکر ملا ہی) اگر امام کے ساتھ ایک رکعۃ بھی پالے گا تو اُسے تمام نماز کا ثواب
حاصل ہوگا۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ۔ اِس
حدیث کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ جس نے ایک رکعۃ بھی جماعۃ میں پائی اُس نے جماعۃ کی نماز کا ثواب حاصل کیا۔ دوسرے یہ کہ جس نے
بقدر ایک رکعۃ کے نماز کا وقت پایا اُس کی باقی نماز ادا ہی قضا نہیں مثلاً صبح کی نماز میں ایک رکعۃ کے بعد آفتاب طلوع ہوا
یا عصر کے وقت ایک رکعۃ کے بعد آفتاب غروب ہوا تو نماز ادا ہو گئی یہی مذہب ہی امام شافعی رح کا۔ لیکن امام ابو حنیفہ رح
کے نزدیک اِس صورۃ میں عصر کی نماز تو ہو گئی لیکن فجر کی نماز آفتاب نکلنے سے باطل ہوی ودلائل الفریقین مبینۃ
فی المطولات ✦

فوت شدہ نمازوں کی قضا

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِیَ صَلٰوۃً فَلْیُصَلِّ اِذَا ذَکَرَھَا لَا کَفَّارَۃَ لَھَا اِلَّا ذٰلِکَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلشَّیْخَیْنِ اِذَا رَقَدَ اَحَدُکُمْ عَنِ الصَّلٰوۃِ اَوْ غَفَلَ عَنْھَا فَلْیُصَلِّھَا اِذَا ذَکَرَھَا فَاِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ (صحیحین)

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رض قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَخَافُ اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوۃِ فَقَالَ بِلَالٌ اَنَا اُوْقِظُکُمْ فَاضْطَجَعُوْا وَاَسْنَدَ بِلَالٌ ظَھْرَہٗ اِلٰی رَاحِلَتِہٖ فَغَلَبَتْہُ عَیْنَاہُ فَنَامَ فَاسْتَیْقَظَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ یَا بِلَالُ اَیْنَ مَا قُلْتَ فَقَالَ مَا اُلْقِیَتْ عَلَیَّ نَوْمَۃٌ مِّثْلُھَا قَطُّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ قَبَضَ اَرْوَاحَکُمْ حِیْنَ شَآءَ وَرَدَّھَا عَلَیْکُمْ حِیْنَ شَآءَ یَا بِلَالُ قُمْ

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آئے فوراً پڑھ لے اس کا بجز اس کے اور کچھ کفارہ ہی نہیں۔ شیخین کی ایک روایۃ میں یوں آیا ہے کہ جب کوئی بے نماز پڑھے سو جائے یا غافل ہو جائے تو جس وقت یاد آئے پڑھ لے کیونکہ خدا فرماتا ہے وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ[1] (یعنی ہماری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو)

ابو قتادہ رض کہتے ہیں کہ ہم جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے بعض لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ پچھلی شب کو ہمارے ساتھ استراحت کے لیے اُتر پڑیں تو اچھا ہو فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ تم سو جاؤ اور نماز کا وقت نکل جائے بلال بولے کہ میں جگا دوں گا۔ چنانچہ سب لوگ لیٹ گئے اور بلال کجاوے سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے۔ انجام کار اُن پر بھی نیند نے غلبہ کیا اور وہ بھی سو گئے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اُس وقت بیدار ہوئے جب کہ سورج کا کنارہ نمودار ہو چکا تھا فرمایا بلال! تم نے جو کہا تھا کہ میں جگا دوں گا وہ کہاں گیا۔ عرض کیا کہ مجھے تو اس جیسی نیند کبھی آئی ہی نہیں پیغمبر صاحب نے فرمایا خدا جب چاہتا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے پھیر دیتا ہے بلال اٹھو

[1] اس آیۃ کے متبادر معنی تو یہی ہیں جو ہم نے ترجمے میں اختیار کیے اور اسی کو سیاقِ کلام مقتضی ہے مگر حضرت انس جو اس حدیث کے راوی ہیں اُن کا استدلال

فَاَذَّنَ النَّاسَ بِالصَّلٰوةِ فَتَوَضَّأَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ قَامَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً ۔ (بخاری)

اور لوگوں میں نماز کے لیے اذان دے دی۔ زاں بعد پیغمبر صاحب نے وضو کیا اور جب سورج خوب اونچا ہو کر سفید پڑ گیا تو آپ نے جماعۃ سے نماز پڑھی ۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ شَغَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنْ اَرْبَعِ صَلَوَاتٍ حَتّٰى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ۔ (ترمذی۔ نسائی)

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ خندق کی لڑائی میں مشرکوں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو چار نمازوں سے باز رکھا یعنی لڑائی کی ہنگ و دو میں نماز پڑھنے کی فرصت نہیں ملی حتے کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو آپ نے بلال کو اذان دینے کا حکم فرمایا اُنھوں نے اذان دے کر اقامۃ کہی تو پیغمبر صاحب نے ظہر کی نماز پڑھی پھر اقامۃ کہی تو عصر کی نماز پڑھی پھر اقامۃ کہی تو مغرب اور مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے تو اقامۃ کہہ کر عشا کی نماز پڑھی ۔

من المترجم ۔ خدا نے اپنے تعلق سے جتنے اعمال ہم پر فرض کیے ہیں قلبی ہوں یا لسانی بدنی ہوں یا مالی اُن سے خدا کا تو کوئی ذاتی استفاد نہیں اس لیے کہ وہ بے نیاز ہے اور فرماتا ہے اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ[1] ۔ غور کر کے دیکھا تو یہ اعمال ہمارے اور ہمارے ابنائے جنس ہی کے فائدے کے لیے ہم پر فرض کیے گئے ہیں تاکہ آدمی دنیا کی زندگی میں نہ آپ کسی طرح کی تکلیف اُٹھائے اور نہ دوسروں کو کسی طرح کی تکلیف پہنچائے یعنی مرنج و مرنجاں طور پر زندگی بسر کرے۔ اب رہی یہ بات کہ خدا نے جو اعمال اپنے تعلق سے ہم پر فرض کیے ہیں جیسے نماز روزہ وغیرہ ان کی بجا آوری میں ہمارا یا ہمارے ابنائے جنس کا کیا فائدہ ہے۔ سو ہر ایک عمل کے ذیل میں بقدر ضرورۃ ہم نے یہ بات بتا دی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ اصل میں تو حقوق العباد کی حفاظۃ مقصود ہے اور حقوق اللہ کا عاجل نتیجہ یہ ہے کہ خدا کا خیال تازہ ہوتا رہے کیونکہ خدا کا خیال تازہ ہوتا رہے گا تو اُس کے ساتھ یہ خیال بھی ضرور پیدا ہوگا کہ حقوق العباد خدا کے ٹھیرائے ہوئے ہیں تو خدا کا خیال حقوق العباد کو زیادہ مستحکم کرے گا حقوق العباد کو معاہدے کی دستاویز سمجھیو اور حقوق اللہ کو اُس کی رجسٹری تو حقوق اللہ کے شمول سے حقوق العباد کے لیے دوہرے تقاضے ہو گئے۔ ایک اپنا اور اپنے ابنائے جنس کا فائدہ دوسرے خدا کا فرمودہ۔ حقوق العباد جو حقوق اللہ کے ملنے سے مؤکد ہو گئے ہیں اتنے بہت ہیں کہ آدمی اُن کی تمام و کمال بجا آوری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا کسی نہ کسی حق کی فروگزاشت سرزد ہوتی رہتی ہے اور اسی فروگزاشت کا نتیجہ ہے فساد جس سے دنیا کبھی بھی خالی نہیں رہی ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ

[1] اگر تم اور جتنے لوگ روئے زمین پر ہیں وہ سب (کے سب مل کر بھی) خدا کی ناشکری کرو تو خدا کو ذرا بھی پروا نہیں کیونکہ وہ) بے نیاز (اور ہر حال میں) سزاوار حمد (وثنا) ہے۔

یعنی خود لوگوں کی ہی کرتوتوں سے (کیا) خشکی (میں) اور (کیا) تری میں (یعنی ہر جگہ ہر طرح کی) خرابیاں ظاہر ہو چکی ہیں (اور اس کا ضروری نتیجہ یہ ہے) کہ (لوگ جیسے جیسے عمل کر رہے ہیں خدا) اُن کو اُن کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تاکہ وہ (ایسی حرکات سے) باز آئیں"۔

چونکہ حق حقوق کے سارے جھگڑے زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں اور زندگی کا زمانہ محدود ہے اس لیے اکثر حقوق مؤقت ہیں یعنی حق کے لیے ایک وقت مقرر ہے کہ اُس حق کو اُس وقت میں ادا ہونا چاہیئے۔ مثلاً حقوق اللہ میں ایک حق نماز ہے کہ ہر ایک نماز کے لیے شارع نے ایک وقت ٹھیرا دیا ہے۔ اگر نماز وقتِ مقرر میں نہیں پڑھی تو بس اُس نماز کا کچھ عوض نہیں ہو سکتا اس لیے کہ جس وقت کا فریضہ تھا وہ وقت ہی گیا گزرا ہوا اور اُس کا لوٹانا انسان کے اختیار سے خارج۔ اسی لیے تمثیل کے طور پر کہا گیا ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو گناہ کے اثر سے دل پر سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہر گناہ کے ساتھ نقطہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بہت گناہ کرنے سے سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ حقوق جتنے بھی ہیں چاہے وہ خدا کے حقوق ہوں یا بندوں کے ایک طرح کا قرض ہیں اور اُس کو چار و ناچار ادا کرنا ہے۔ حقوق اللہ میں اعمالِ موقت نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج چار حق ہیں نماز دن رات میں پانچ دفعہ۔ روزہ رمضان میں۔ زکوٰۃ نصاب پر حولِ کامل گزر جانے سے۔ حج مستطیع کے لیے زندگی بھر میں ایک بار۔ اِن حقوق میں سے روزے کی قضا کے لیے قرآن میں صریح حکم موجود ہے فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ حج کی قضا زندگی میں ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لیے کہ مستطیع کے دمِ واپسیں پر حج کا قضا ہونا محقق ہوتا ہے اسی لیے وارثانِ میت پر حج کی قضا بھی ہے۔ امام نسائی اَلْحَجُّ عَنِ الْمَيِّتِ الَّذِي لَمْ يَحُجَّ کے عنوان کے ذیل میں نقل کرتے ہیں أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَمَرَتْ امْرَأَةُ سِنَانِ بْنِ سَلَمَةَ الْجُهَنِيِّ أَنْ يَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّهَا مَاتَتْ وَلَمْ تَحُجَّ أَفَيُجْزِئُ عَنْ أُمِّهَا أَنْ تَحُجَّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّهَا دَيْنٌ فَقَضَتْهُ عَنْهَا أَلَمْ يَكُنْ يُجْزِئُ عَنْهَا فَلْتَحُجَّ عَنْ أُمِّهَا۔ یعنی حضرۃ ابن عباس رضی کہتے ہیں کہ سنان بن سلمہ جہنی کی عورۃ نے کسی کو حکم کیا کہ وہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر دے کہ میری ماں حج کیے بغیر مر گئی۔ کیا اگر اُس کی طرف سے حج کر دیا جائے تو وہ کافی ہو جائے گا۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا بے شک کافی ہو جائے گا۔ فرض کرو کہ اگر اُس کی ماں پر قرض ہوتا اور وہ اُس کی طرف سے ادا کرتی تو کیا اُس کی طرف سے ادا نہ ہوتا۔ ہوتا اور ضرور ہوتا۔ تو اُسے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنا چاہیئے۔ ایک اور حدیث بایں مضمون آئی ہے أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ

ل پوری آیۃ اس طرح ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۚ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ یعنی مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے لوگوں (یعنی اہلِ کتاب) پر روزہ رکھنا فرض تھا تم پر بھی فرض کیا گیا تاکہ تم (بہت سے گناہوں سے) بچو (وہ بھی گنتی کے چند روز (ہیں) اس پر بھی جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں (ہو) تو وہ اَور دنوں سے گنتی (پوری کرلے) اور جن کو کھانا دینے کا مقدور ہو اُن پر (ایک روزے کا) بدلہ ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہے اور جو شخص اپنی خوشی سے نیک کام کرنا چاہے تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے اور سمجھو تو روزہ رکھنا (بہرحال) تمہارے حق میں بہتر ہے ۱۲

ل مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک مسلمان کو فرضی روزہ رکھنا چاہیئے مگر بیمار اور مسافر کو رخصۃ ہے کہ رمضان میں روزہ نہ رکھے بعد کو قضا رکھ لے اور مقدور والے بھی نہ رکھے بلکہ روزے پیچھے ایک محتاج کا پیٹ بھر دے اور روزہ قضا بھی رکھے اور محتاج کا پیٹ بھی بھرے تو نُورٌ عَلٰی نُور کہ روزے کے بدلے روزہ ہوا اور فضیلتِ رمضان جو فوت ہو گئی تھی اُس کی تلافی کے لیے محتاج کا پیٹ بھر دیا۔ اگرچہ بیماری اور سفر کی حالۃ میں مقدور والوں کو قضا کے بدلے فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا ہے مگر اُن کے لیے بھی روزہ قضا کا رکھنا اولےٰ ہے تاکہ لوگ روزے سے بچنے کے لیے بہانے نہ ڈھونڈیں ۱۲

اِنَّہَا مَاتَتْ وَلَمْ تَحُجَّ قَالَ حُجِّیْ عَنْ اَبِیْکِ - یعنی ایک عورة نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ کی بابت دریافت کیا جو بغیر حج کیے مرگیا تھا - فرمایا اپنے باپ کی طرف سے حج کرلے" +

ایک اور روایة میں یوں آیا ہی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَأَةً نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ فَمَاتَتْ فَاَتٰی اَخُوْهَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَرَءَیْتَ لَوْ كَانَ عَلٰی اُخْتِكَ دَیْنٌ اَكُنْتَ قَاضِیَهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاقْضُوا اللّٰهَ فَهُوَ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ "یعنی ابن عباس سے روایة ہی کہ ایک عورة نے حج کی منّت مانی اور بے حج کیے مرگئی اُس کا بھائی جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے یہ مسئلہ دریافت کیا فرمایا بھلا اگر تیری بہن پر قرض ہوتا تو تو اُسے ادا کرتا کہ نہیں عرض کیا کیوں نہیں فرمایا تو خدا کا قرض ادا کرو - کیونکہ دَین اللہ زیادہ تر مستحق ادا ہی" +

الغرض بر قیاس حج زکوٰة واجب شدہ کو اگر صاحب نصاب نے اپنی زندگی میں ادا نہیں کیا تو اُس کے وارثوں کو ترکۂ میت میں سے زکوٰة ادا کرنی ہوگی - بے شک حج اور زکوٰة کے بارے میں وارثوں کو دشواریاں پیش آئیں گی مگر انصاف اور مروت کا یہی تقاضا ہی فرائض چہارگانہ میں سے نماز کی قضا کا کوئی حکم صریح قرآن میں پایا نہیں جاتا اس لیے ہم نے حدیث کی طرف رجوع کیا اور قضائے فائتہ کے متعلق تین حدیثیں نقل کیں - پھر نمازی دو قسم کے ہیں - ایک صاحب ترتیب جس کی صرف پانچ یا پانچ سے کم نمازیں قضا ہوئی ہوں اور خدا کے نیک بندے ایسے بھی ہوں گے - دوسرے وہ لوگ جن کی نمازیں پانچ سے زیادہ قضا ہوئی ہوں اور ایسے لوگوں کا ایک جمّ غفیر ہی لیکن صاحب ترتیب کے لیے تو یہ حکم ہی کہ جس ترتیب سے نمازیں قضا ہوئی ہیں اسی ترتیب سے بلا قیدِ وقت ادا کرے - اور جو صاحبِ ترتیب نہیں اُس کو ترتیب کا پابند نہیں کیا جا سکتا - یہ طریقہ جو لوگوں نے اختیار کر رکھا ہی کہ ہر ایک نماز کے ساتھ قضائے عمری کے نام سے اُسی وقت کی فوت شدہ نماز پڑھ لیا کرتے ہیں محمود طریقہ ہی - اگر قضائے عمری زیادہ ہو جائے گی تو وہ نفل کے شمار میں آجائے گی - اور ان شاء اللہ کفارہ ہوگی دوسری فرد گزاشتوں کا اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ +

نمازِ تہجد و تراویح

رات کو سو کر اُٹھے پیچھے جو نماز پڑھی جاتی ہی اُسے تہجد اور رمضان شریف میں نمازِ عشا کے بعد جو پڑھی جاتی ہی اُسے تراویح کہتے ہیں - آنحضرة صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نمازیں دو دو رکعتیں ہیں - تہجد اور تراویح کی نماز آخر شب کو اپنے اپنے گھروں میں پڑھنا بہت بہتر ہی تہجد کی نماز جس قدر چاہیں پڑھیں جب تک دل ہشاش بشاش ہے - تراویح کی تعداد رکعات میں علما کا اختلاف ہی لیکن صاف بات یہ ہی کہ یہ بھی نمازِ تہجد کی طرح جس قدر رکعات ہوسکیں پڑھیں جتنے کہ اگر کوئی شخص کبھی آٹھ کبھی بیس کبھی چالیس رکعتوں تک پڑھے تو کچھ مضایقہ نہیں - کیونکہ خود پیغمبر صاحب او صحابہ سے اس کی تعدادِ معین صاف طور پر ثابت نہیں ہوئی - تراویح میں جس قدر قرآن شریف پڑھیں بہتر ہی - لیکن ایک رات میں ایک شخص کو سارا قرآن ختم کرنا جسے شبینہ کہتے ہیں بدعة اور گناہ ہی - قرآن مجید میں فرمایا ہی وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا "یعنی اور (اے پیغمبر) قرآن کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کرو تو جو شخص ایک رات میں قرآن ختم کرتا ہی وہ کس طرح امرِ ترتیل پر عمل کر سکتا ہی ہم نے اس حصہ کے

آخر میں حقوق قرآن کے عنوان میں آداب تلاوۃِ قرآن لکھے ہیں وہاں اس کی مفصّل بحث ہے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص تین دن سے کم میں قرآن ختم کرتا ہے وہ ذرا نہیں سمجھتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں (ترمذی) حضرۃ نے فرمایا کہ سات روز میں قرآن ختم کیا کرو۔ تراویح میں اگر زیادہ قرآن پڑھنا چاہیں اور کھڑے رہنے سے تکلیف ہو تو امام بیٹھ کر قرآن پڑھے اور ختم ہونے کے قریب کھڑے ہو کر رکوع کرے۔ حضرۃ نے فرمایا جب تک طبیعت میں شوق و ذوق ہو نماز میں مصروف رہیں اور جب سستی و ضعف غالب ہو فوراً بیٹھ جائیں۔ مقتدی بھی اگر بیٹھکر قرآن سُنیں اور رکوع میں جانے کے وقت کھڑے ہو جائیں تو کچھ مضایقہ نہیں ؞

نمازِ وتر

وتر سُنّت[1] ہے یا واجب اِس میں علماء کا قدرے اختلاف ہے۔ اکثر علماء سُنّت کہتے ہیں اور بعض واجب۔ بہرصورت کچھ بھی ہو پیغمبر صاحب اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اور تابعین اور ائمۂ مجتہدین کا فعل ہے جس پر عہدِ نبوت سے لے کر اِس وقت تک برابر تعامل چلا آیا ہے۔ اِس نماز کا وقت عشاء کے فرضوں کے بعد سے صبح صادق کے طلوع ہونے تک ہے۔ افضل تو یہی ہے کہ آخر شب میں پڑھے لیکن جسے خوف ہو کہ پچھلی رات کو اُٹھ نہ سکے گا وہ سونے سے پیشتر پڑھ لے۔ اگر کوئی وتر پڑھنا بھول گیا تو جب یاد آئے پڑھ لے۔ وتر کی تعداد رکعۃ میں بھی علماء کا وہی جھگڑا پڑا ہوا ہے جو تراویح کی تعدادِ رکعۃ میں تھا۔ لیکن پیغمبر صاحب کی احادیث پر جہاں تک نظر ڈالی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی تو آپ نے ایک رکعۃ پڑھی ہے کبھی تین کبھی پانچ اس لیے ہمارے نزدیک یہ اس قدر جھگڑے کی بات نہیں ہے جتنا کہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں جب پیغمبر صاحب اور اُن کے جان نثار صحابہ نے تین رکعتیں بھی پڑھیں ہیں اور پانچ بھی اور ایک بھی تو ہم جونسی ایک شق پر چاہیں عمل کریں اور چاہیں تو یکے بعد دیگرے سب پر عمل کریں۔ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات وتر کی پہلی رکعۃ میں سبحِ اسم اور دوسری میں قل یایہا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ پڑھا کرتے تھے۔ نمازِ وتر کے بعد تین دفعہ یہ تسبیح کہنا مسنون ہے۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ۔ وتر میں دعائے قنوت پڑھنے کے بارے میں کئی حدیثیں آئی ہیں **پہلی حدیث** اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ اِنَّهٗ[2] لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَیْتَ۔ حضرۃ حسن بن علی فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوتِ وتر میں پڑھنے کے لیے مجھے

[1] فرض اور واجب اور سنت میں فرق یہ ہے کہ فرض کا تارک بالعمد کافر ہے اور واجب کا تارک گنہگار اور سنت کا تارک ملوم۔ سنتیں اس لیے مقرر ہوئی ہیں کہ فرائض میں جو نقصان واقع ہو یہ اُس نقصان کا جبر اور تلافی کردیں۔ سنن اور نوافل تنہا ادا کیے جاتے ہیں اور فرائض و واجبات کو جماعۃ سے ادا کرنا افضل ہے ۱۲ [2] ہمارا بادشاہ پاک و ہر طرح کے عیب سے منزہ ہے ۱۲ [3] خداوندا جن لوگوں کو تُونے ہدایۃ کی ہے اُن کے زمرے میں مجھے بھی ہدایت دے اور مجھے دنیاوی اور اُخروی آفتوں سے عافیۃ میں رکھ۔ اُن لوگوں کے زمرے میں جنھیں تُونے عافیۃ دے رکھی ہے اور اُن لوگوں کے گروہ میں میری کارسازی کر جن کی تُونے مدد کی اور جو تُونے مجھے عطا کیا ہے اُس میں برکت دے اور مجھے اُس چیز کی بُرائی سے بچالے جو تُونے میرے مقدّر میں لکھی ہے کیونکہ تیرا حکم سب پر چلتا ہے اور تجھ پر کسی کا حکم نہیں چلتا جس کا تُو نگہبان ہوا وہ کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا اور جس کو تُونے دشمن رکھا وہ ہرگز عزت نہیں پا سکتا ۱۲

یہی دعا تعلیم فرمائی ہے۔ دوسری حدیث میں دعائے قنوت یوں آئی ہے[۵۱] اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔ تیسری حدیث میں یہ دعا آئی ہے[۵۲] اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَاءَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَاْسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ الْجِدَّ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔ چونکہ آخر کی دونوں حدیثوں میں علمائے فن رجال نے بہت کچھ کلام کیا ہے۔ اس لیے وتر میں وہی دعائے قنوت پڑھنی بہتر ہے جو پہلے گزری۔

اُن باتوں کا ذکر جو نماز میں ناجائز یا جائز ہیں

نماز کی حالت میں سانپ بچھو کو مار ڈالے تو نماز میں کچھ نقص نہیں آتا۔ اگر فرش مسجد تپ رہا ہو تو سجدے کی جگہ کپڑا یا مٹی ڈالنے سے نماز مکروہ نہیں ہوتی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلعم کے ساتھ نماز ظہر پڑھا کرتے زمین گرم ہوتی تو ریت کو مٹھی میں ٹھنڈا کر کے سجدے کی جگہ ڈال لیتے اور اُس پر سجدہ کرتے۔ اندھیرے مکان میں نماز پڑھنا درست ہے بشرطیکہ استقبال قبلہ فوت نہ ہونے دے۔ نمازی چھینکنے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا کہے تو اس سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا آنے والا نمازی کو سلام کرے تو زبان سے جواب نہ دے بلکہ ہاتھ سے اشارہ کر دے اور یہ مبطل نماز نہیں۔ نماز میں سجدے کی جگہ کو مٹی اور غبار سے صاف کرنے کے لیے پھونکنا منع ہے کیونکہ اس میں بوئے استکبار آتی ہے۔ بلکہ آدمی کو مناسب ہے کہ پیشانی کو اچھی طرح خاک آلود ہونے دے تاکہ گروہ[۵۳] سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ[۵۴] میں داخل ہو۔ ہاں کنکریاں تکلیف پہنچائیں تو ایک مرتبہ ہاتھ سے ہٹا دینا جائز ہے۔ اثنائے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے کیونکہ یہ ہیئت کسل و کاہلی پر دلالت کرتی ہے نماز میں ادھر اُدھر دیکھنا بھی جائز نہیں اس لیے کہ یہ منافی ادب اور مخالف خشوع و خضوع ہے۔ دعا کرتے وقت آسمان کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنا نادرست ہے۔ وجہ یہ کہ اس سے خدا کی تجسیم کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ نمازی کو اگر کوئی شخص باہر سے پکارے اور یہ اُسے

---

۵۱ خداوندا ہم تجھ سے مدد مانگتے اور تجھ سے بخشش چاہتے اور تجھ پر ایمان رکھتے اور تجھ پر بھروسا کرتے ہیں اور ہم تیری بہترین تعریف کرتے ہیں۔ ہم تیرا شکر کرتے اور ناشکری نہیں کرتے ہیں ہم اُس کو چھوڑ دیں گے جو تیرا گناہ کرتا ہے خداوندا ہم تجھی کو بندگی کرتے اور صرف تیرے لیے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں ہم تیری خدمت کی طرف دوڑتے اور تیری رحمت کی امید رکھتے اور

۵۲ الٰہی ہم کو اور سب ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے اور اُن کے دلوں میں میل جول پیدا کر دے اور اُن کے سارے کام سنوار دے اور اپنے اور اُن کے دشمنوں پر اُن کی مدد کر۔ خداوندا کفار کو جو تیری راہ سے لوگوں کو روکتے تیرے پیغمبروں کو جھٹلاتے تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں لعنت کر۔ الٰہی! اُن کی باتوں میں مخالفت پیدا کر دے۔ اُن کے قدموں کو ڈگمگا دے اُن پر اپنا وہ عذاب نازل کر جسے تو گنہگار قوم پر سے رد ہی نہیں کرتا۔ شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے۔ خداوندا ہم تجھ سے مدد مانگتے تجھ سے بخشش چاہتے تیری بھلائی کے ساتھ تعریف کرتے اور تیری ناشکری نہیں کرتے ہیں۔ ہم اُس شخص کو چھوڑ دیں اور ترک کر دیں گے جو تیرا گناہ کرے گا۔ شروع اللہ کے نام سے جو بہت رحم والا نہایت مہربان ہے خداوندا! ہم تجھی کو بندگی کرتے تیرے ہی لیے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے اور تیری ہی طرف دوڑتے اور تیری خدمت میں شتابی کرتے اور تیرے یقینی عذاب سے ڈرتے تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں بے شک تیرا عذاب یقینی کفار کو پہنچنے والا ہے ۱۲

۵۳ خدا کو تعریف ہے بہت تعریف پاک تعریف مبارک تعریف ۱۲

۵۴ اُن کی شناخت یہ ہے کہ سجدے کے نشان اُن کی پیشانیوں پر ہیں ۱۲

مطلع کرنے کی غرض سے سُبْحَانَ اللّٰهِ کہہ دے تو درست ہے نماز میں جتنے الامکان جمائی روکے اور مُونہہ سے ہا کا لفظ نہ
نکالے کیونکہ اس وقت شیطان مُونہہ میں داخل ہوتا اور ہنستا ہے۔ نماز میں اگر امام قرأۃ کرتے ہوئے کچھ بھول جائے تو مقتدی
کو جائز ہے کہ اُسے لقمہ دیدے گو فرض نماز ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ سنن ابوداؤد میں آیا ہے کہ ایک دفعہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم جہری نماز پڑھ رہے تھے۔ قرأۃ میں کچھ سہو ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
آپ کو فلاں موقع پر سہو ہو گیا تھا۔ فرمایا کہ پھر تُو نے بتایا کیوں نہیں۔ جب تم میں سے کسی کو قرأۃ میں سہو ہو جائے یا غلط
پڑھنے لگے تو اُس کا بھائی اُسے بتا دیا کرے۔ مگر فقہاء متاخرین کہتے ہیں کہ اگر امام بقدر تین آیتوں کے پڑھ چکا ہے تو مقتدی
کو لقمہ دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ کم از کم تین آیتوں کے مقدار یا ایک بڑی آیۃ کی قرأۃ واجب ہے اور جب امام قرأۃ واجب ادا
کر چکا تو اب مقتدی کو کیا ضرور ہے کہ اُسے لقمہ دے اگر وہ غلط بھی پڑھ رہا ہے تو واجب سے زائد پڑھ رہا ہے۔ بعض قرآنی آیات
کے جواب جو حدیث میں آئے ہیں وہ اس سے مستثنے ہیں بلکہ امام اور مقتدی دونوں کے لیے مسنون اور موجب ثواب ہیں

قرآنی آیات کے جواب

جب کوئی شخص آیۃ فَبِاَیِّ[51] اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پڑھے یا سُنے تو سُننے اور پڑھنے والے دونوں کو یوں جواب دینا چاہیئے لَا[52]
بِشَیْءٍ مِّنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ وَلَكَ الْحَمْدُ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورہ قیامت کی اخیر آیۃ اَلَیْسَ[53]
ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى نماز میں پڑھے تو خارج از نماز پڑھے تو دونوں صورتوں میں لفظ بَلٰی[54] کہنا چاہیئے اور
جو سورہ مرسلات کی اخیر آیۃ فَبِاَیِّ[55] حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ نماز میں یا نماز کے باہر پڑھے اُسے اٰمَنَّا بِاللّٰهِ[56] کہنا چاہیئے
علیٰ ہذا القیاس جو شخص سَبِّحِ[57] اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى پڑھے اُسے سُبْحَانَ[58] رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا چاہیئے۔ سورہ والتین کی پچھلی آیۃ
اَلَیْسَ[59] اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ پڑھے تو پڑھنے اور سُننے والے دونوں بَلٰی[60] وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ کہیں۔ بہتر
تو یہ ہے کہ ان آیات کا جواب پکار کر دے کیونکہ سنت سے ایسا ہی ثابت ہوا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص آہستہ سے بھی جواب
دے دے گا تو بھی جائز ہو جائے گا۔

۵۱ (اے جنو اور آدمیو!) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں سے مکرو گے ۱۲ ۵۲ اے ہمارے پروردگار ہم تیری نعمتوں میں سے کسی نعمۃ کو
نہیں مُکرتے اور تیرے ہی لیے تعریف ہے ۱۲ ۵۳ کیا وہ (خدا جس نے یہ کچھ کیا۔ قیامۃ میں) مُردوں کے جلا اٹھانے پر قادر نہیں ہے؟ ۱۲ ۵۴ ہاں
کیوں نہیں ۱۲ ۵۵ اب اس (قدر وعظ ونصیحت) کے بعد (ایسی اور) کون سی بات (ہے جس) سے یہ لوگ ایمان لائیں گے ۱۲ ۵۶ ہم خدا پر ایمان لائے
۵۷ اے پیغمبر اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی تسبیح و تقدیس کیا کرو ۱۲ ۵۸ میرا پروردگار عالی شان پاک ہے ۱۲ ۵۹ کیا خدا سب حاکموں سے بڑا
حاکم (اور قدرۃ والا) نہیں ہے (تو منکرین قیامۃ اُس سے کیوں نہیں ڈرتے) ۱۲ ۶۰ ہاں قدرۃ والا ہے اور میں اس پر گواہ ہوں ۱۲

اشراق و چاشت کی نمازیں

اشراق کی نماز کا وقت طلوع آفتاب سے لے کر کچھ دن چڑھے تک باقی رہتا ہے[1] جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز فجر سے فارغ ہو کر آفتاب کے طلوع ہونے تک نماز کی جگہ بیٹھا صرف ذکر الٰہی رہتا اُسے بہ روز چار بنی اسمٰعیل غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جو نماز اشراق کی دو یا چار رکعتیں پڑھتا ہے اُسے حج و عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ نماز چاشت کا بہتر وقت وہ ہے کہ ہر طرف دھوپ پھیل جائے۔ ہمارے یہاں یہ وقت علی اختلاف الفصول نو دس بجے کے قریب ہوتا ہے۔ اس نماز کی دو یا چار رکعتیں ہیں اور بعض حدیثوں میں چھ بھی آئی ہیں بلکہ بعض میں بارہ بھی[2] +

صلوٰۃ التسبیح

اس نماز کی بزرگی حدیثوں میں بہت کچھ بیان ہوئی ہے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں جو اس نماز کے متعلق ایک بڑی حدیث مذکور ہے اُس میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو صلوٰۃ التسبیح کی ترغیب اور اُس کے پڑھنے کی ترکیب بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس نماز سے دس طرح کے گناہ مٹ جاتے ہیں یعنی اگلے پچھلے۔ نئے پرانے۔ قصداً سہواً چھوٹے بڑے۔ ظاہر پوشیدہ۔ اس نماز کی چار رکعتیں ہیں۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورۃ پڑھی جاتی ہے اور قراءۃ سے فارغ ہو کر پندرہ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اب رکوع میں جانا ہوتا ہے اور یہی کلمات دس مرتبے کہنے ہوتے ہیں رکوع سے سر اُٹھا کر قومہ میں بھی دس دفعہ یہی کلمات کہے جاتے ہیں۔ سجدے میں اور سجدے کے بعد جلسے میں اور جلسے کے بعد دوسرے سجدے میں بھی دس دس دفعہ کلمات مذکورہ پڑھے جاتے ہیں۔ اور دوسرے سجدے سے اُٹھ کر جلسۂ استراحت میں بھی۔ یہاں تک ایک رکعت ہوئی۔ اور اس میں پچھتر[75] دفعہ کلمات مذکورہ کہے گئے۔ اسی طرح باقی کی تین رکعتیں پوری کرنی ہوتی ہیں۔ اس نماز کے لیے کوئی وقت خاص نہیں ہے۔ بلکہ اوقات ممنوعہ کے علاوہ جس وقت چاہے پڑھ لے +

---

[1] علماء کا بیان ہے کہ جب آفتاب طلوع ہو کر بقدر ایک یا دو نیزے کے آسمان پر چڑھ آئے تو یہ نماز اشراق کا وقت ہے اور جب آفتاب ربع آسمان کی مسافت قطع کر لیتا ہے تو نماز چاشت کا وقت جسے صلوٰۃ الضحیٰ بھی کہتے ہیں شروع ہو جاتا ہے۔ اکثر حدیثوں میں اشراق و چاشت کی دونوں نمازوں کو صلوٰۃ ضحےٰ کہا گیا ہے اور بعض حدیثوں میں چاشت کی نماز کو اشراق کی نماز سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ طبرانی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا یَا اُمَّ هَانِیٔ هٰذِهٖ صَلٰوةُ الْاِشْرَاقِ۔ حالانکہ پیغمبر صاحب نے جو نماز اُمّ ہانی کے گھر میں پڑھی تھی چاشت کے وقت میں پڑھی تھی۔ قاضی بیضاوی بالعشی والاشراق کے تحت میں لکھتے ہیں کہ جب آفتاب خوب روشن ہو جائے اور اُس کی شعاعیں بالکل صاف نظر آنے لگیں تو یہ اشراق کا وقت ہے اور اسی کو چاشت بھی کہتے ہیں۔ بہر صورت دن کے پہلے حصے میں جو نماز پڑھی جائے اُسے اشراق اور اس کے بعد کی نماز کو چاشت کہتے ہیں ۱۲

[2] نماز چاشت کی فضیلت و بزرگی میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! تم میں سے ہر آدمی کی ہڈی ہڈی پر صبح کو صدقہ اور خیرات واجب ہوتی ہے سو ہر بار سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے ہر بار الحمد للہ کہنا صدقہ ہے۔ ہر بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا صدقہ ہے۔ لوگوں کو نیک بات بتانا صدقہ ہے۔ خلاف شرع کام سے روکنا صدقہ ہے۔ اور ان سب کے عوض پہر دن چڑھے کی دو رکعتیں بس کرتی ہیں ۱۲

نمازِ استخارہ

استخارے کے لغوی معنی طلب خیر یعنے بہتری مانگنے کے ہیں اور اِس نماز نفل کا موقع ومحل یہ ہو کہ آدمی کو کوئی غیرمعمولی اور مہتم بالشان ضرورت پیش آجاتی ہو اور وہ حصولِ مدعا کے لیے تدبیر کرنی چاہتا ہو۔ مگر چونکہ انجام کار معلوم نہیں وہ خود اطمینان کے ساتھ کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا۔ ناچار خدا کے پاس حاجۃ لے جاتا ہو کہ وہ تدبیر صائب پر اُس کے ارادے کو استحکام بخشے۔ استخارے کا طریق مسنون یہ ہو کہ اوقات مکروہہ اور محرّمہ کے علاوہ جس وقت چاہے بہ نیّتِ استخارہ دو رکعۃ اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعۃ میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعۃ میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھے۔ بعد کو نہایت عجز و انکسار سے یوں دعا مانگے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ لہ

یہاں تک پہنچ کر اپنی حاجۃ کا نام لے جو اُسے پیش آئی ہو مثلاً سفر ہو تو اُس کا ذکر کرے۔ تجارۃ ہو تو اُس کا نام لے۔ اِسی طرح تعمیر مکان وغیرہ۔ کھانے پینے اور معمولی باتوں میں استخارہ نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس جو کام غیر مشروع ہو اُس کے لیے بھی استخارہ درست نہیں۔ (بخاری)

نمازِ حاجۃ

جب کسی کو خدا سے یا کسی بندے سے کوئی حاجۃ پیش آئے تو اچھی طرح وضو کرکے دو رکعۃ بہ نیّتِ حاجۃ ادا کرے۔ پھر مبالغے کے ساتھ خدا کی حمد و ثنا کرے اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے ازاں بعد یوں دعا کرے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًی اِلَّا قَضَیْتَهَا یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ٹہ (ترمذی ابن ماجہ)

لہ خداوندا میں تیرے علم کی استعانۃ سے تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرۃ کے ذریعے سے اُس خیر و برکت کی تحصیل پر طلب قدرۃ کرتا ہوں اور تیرے فضل بزرگ میں سے کچھ مانگتا ہوں کیونکہ تو سب طرح کی قدرۃ رکھتا ہو اور میں کچھ قدرۃ نہیں رکھتا تو سب کچھ جانتا ہو اور میں کچھ نہیں جانتا۔ اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہو۔ خداوندا اگر تو جانتا ہو کہ جس کام کا میں قصد رکھتا ہوں اگر وہ میرے دین یا ایمان اور میری زندگی اور میرے انجام کار میں دنیا و آخرۃ میں بہتر ہو تو اُسے میرے لیے آسان کردے اور اُس کی مجھے توفیق دے پھر اُس میں مجھے برکت دے۔ خداوندا اگر تو جانتا ہو کہ یہ کام میرے دین اور ایمان اور میری زندگی اور میرے انجام کار میں دنیا و آخرۃ میں بدتر ہو تو اُس کو مجھ سے اور مجھ کو اُس سے پھیر دے اور جہاں کہیں بہتری ہو میرے لیے مقدر کر پھر اُس سے مجھے راضی کردے ۱۲

ٹہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بُردبار (اور) بزرگ ہو عرش عظیم کا مالک خدا پاک ہو اور سب تعریف خدا کے لیے ہو جو دونوں جہان کا پروردگار ہو میں تجھ سے اُن کاموں کی بابت سوال کرتا ہوں جو تیری رحمۃ کے موجب ہیں اور اُن خصلتوں کا سوال کرتا ہوں جس سے تیری بخشش متاکد ہوتی ہو اور ہر نیکی کا حاصل اور خلاصہ اور ہر گناہ سے سلامتی مانگتا ہوں۔ ای ارحم الراحمین تو میرے لیے کوئی گناہ بغیر بخشے اور کوئی رنج و غم بغیر دور کیے اور کوئی حاجۃ جسے تو پسند کرتا ہو بغیر ادا کیے نہ چھوڑ ۱۲

نمازِ جمعہ

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوٓا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا ۚ قُلْ مَا عِندَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (جمعہ ۲ پارہ ۲۸)

مسلمانو! جب جمعے کے دن نماز (جمعہ) کے لیے اذان دی جائے تو یادِ الٰہی (یعنے نماز) کی طرف لپکو اور (اُس وقت) بیچنا (کھوچنا) چھوڑ دو یہ تمھارے حق میں بہتر ہی بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔ پھر جب نماز ہو چکے تو (تم کو اختیار ہی کہ) اپنی اپنی راہ لو اور خدا کے فضل (یعنی معاش) کی جستجو میں لگ جاؤ اور (جہاں ہو) کثرۃ سے خدا کی یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ اور (اے پیغمبر) جب یہ لوگ سودا (بکتا) یا تماشا (ہوتا) دیکھیں (تمھارے پاس سے چھٹک کر اُسی کی طرف کو چل پڑیں اور تمھیں (خطبہ پڑھتے) کھڑا چھوڑ جائیں (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ جو ثواب عبادت اللہ کے ہاں ہی وہ تماشے اور سودے سے بہت بہتر ہی اور اللہ (سب) روزی دینے والوں سے بہتر روزی دینے والا ہی ؎

من المترجم۔ جمعہ کی فضیلۃ میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں **منجملہ** اُن کے ایک یہ ہی کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ یعنی سب دنوں سے بہتر جمعے کا دن ہی اسی میں آدم ع پیدا ہوئے اور اسی میں جنۃ میں داخل کیے گئے پھر اسی دن جنۃ سے باہر کیے گئے ؎ اسی دن قیامۃ برپا ہوگی **منجملہ** اُن کے ایک یہ ہی کہ حضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گو ہم بلحاظِ پیدایش سب سے پیچھے ہیں لیکن مراتب کے اعتبار سے قیامۃ کے روز سب سے سابق ہوں گے ہم ہی سب سے پہلے جنۃ

؎ پیغمبر صاحب کے عہد میں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے اتنے میں ملک شام کا ٹانڈا تجارۃ کا غلّے کا آیا اور اُس نے لوگوں کے خبر کرنے کے لیے نقارہ بجایا جو لوگ بیٹھے خطبہ سُن رہے تھے کچھ ٹانڈے کی سیر دیکھنے کے لیے اور کچھ خرید فروخت کے لیے کھسک گئے صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے تھے اس پر عتاب نازل ہوا جو ان آیتوں میں مذکور ہی ۱۲

؎ حضرۃ آدم کا جنۃ سے باہر آنا نسل آدم کے حق میں بہت بڑی رحمت وبرکت کا موجب ہی کہ آدم سے اُن کا سلسلہ چلا اور ہزاروں انبیا و مرسلین اور نیک بندے اُن سے پیدا ہوگئے دنیا میں خدائی جلال نمودار ہوا اور اہل دنیا پر خدا کی خدائی روز روشن کی طرح ظاہر ہوئی ۱۲

ہیں جائیں گے اور اور لوگ ہمارے پیچھے گو اُن کو ہم سے پہلے کتاب ملی ہے۔ اُنھوں نے جمعے کے روز میں اختلاف کیا تو خدا نے ہمیں اُس کی طرف راہ دکھا دی پس ہماری عید یعنی روزِ جمعہ پہلے ہے۔ اور یہود و نصاریٰ دونوں کی عید کا دن یعنی ہفتہ اتوار جمعے کے بعد ہے۔ **منجملہ** اُن کے ایک یہ ہے کہ جمعے کے دن میں ایک ایسی ساعۃ ہے کہ بندہ اُس میں جو بھی دعا مانگتا ہے قبول ہوتی ہے۔ اِس ساعۃ میں گو علما کا اختلاف ہے کہ وہ کونسی ساعۃ ہے لیکن صحیح حدیثوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ ساعۃ امام کے خطبہ شروع کرنے سے آخر نماز تک ہے۔ **منجملہ** اُن کے ایک یہ ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان جمعے کی شب[1] کو یا دن کو مرے گا خدا اُسے عذابِ قبر سے محفوظ رکھے گا +

مسلمان کو چاہیے کہ نمازِ جمعہ کے لیے غسل کرے جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَقٌّ اللّٰہِ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ یَّغْتَسِلَ فِیْ کُلِّ سَبْعَۃِ اَیَّامٍ یَغْسِلُ رَأْسَہٗ وَجَسَدَہٗ۔ یعنی ہر مسلمان پر خدا کا حق ہے کہ ہر سات دن میں ایک دفعہ سر و بدن دھو ڈالے۔ اگر خوشبو میسر ہو تو اُس کا بھی استعمال کرے مقدور ہو تو جمعے کے لیے علٰحدہ کپڑے بنا رکھنے سنت ہیں۔ جمعہ کی نماز کا وقت زوال سے شروع ہو جاتا ہے۔ سایہ ڈھل چکے تو نمازِ جمعہ ادا کریں اور یہ جمعے کا اول وقت ہے۔ سردی کے موسم میں نمازِ جمعہ اول وقت پڑھیں اور گرمی میں تمازتِ آفتاب کی وجہ سے قدرے توقف کرنا بہتر ہے۔

جمعے کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے مگر مریض اور مسافر اور عورۃ اور لڑکے اور غلام پر نہیں۔ امام کے علاوہ دو آدمی بھی ہوں تو بھی جمعہ قائم کرنا چاہیئے۔ اِس روز امام نماز سے پہلے منبر پر کھڑا ہو اور دو خطبے باوازِ بلند پڑھے۔ زاں بعد دو رکعۃ بہ نیتِ فرض اونچی قراۃ سے پڑھے۔ نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد ہر شخص دو رکعۃ یا چار یا چھ رکعۃ بہ نیتِ سنت ادا کرے جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نہا دھو کر نمازِ جمعہ کی غرض سے مسجد میں جاتا اور لوگوں کی گردنیں نہیں پھلانگتا اُنھیں اُن کی جگہ سے نہیں ہٹاتا پھر جس قدر بن پڑتا ہے نماز نفل پڑھتا اور خطبے کے وقت خاموشی اور سکوت سے بیٹھا رہتا ہے تو اُس کے وہ تمام گناہ بخشے جاتے ہیں جو اگلے جمعے سے اِس جمعے تک ہوئے ہیں بلکہ تین دن کے زیادہ (ترمذی) نمازی اگر امام کے ساتھ ایک رکعۃ بھی پائے گا تو جمعے کا ثواب اُسے مل جائے گا اور اگر پوری ایک رکعۃ نہ پا سکا بلکہ تشہد میں آکر ملا تو اُسے ظہر کی فرض نماز پڑھنی چاہیئے۔ امام کے سلام پھیر دینے کے بعد جو لوگ باقی رہیں وہ علٰحدہ علٰحدہ ظہر کی نماز پڑھ لیں۔ دوبارہ نمازِ جمعہ جماعۃ سے پڑھنا یا ظہر کی نماز جماعۃ سے ادا کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہوتا +

جنابِ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز دو خطبے کھڑے ہو کر پڑھتے بیٹھ کر پڑھنا آنحضرۃ سے ثابت نہیں ہوا آپ دونوں خطبوں کے بیچ میں قدرے بیٹھ جاتے جیسا کہ اِس زمانے میں خطیبوں کا دستور ہے امام کو مقتدیوں کی طرف منہ کرکے منبر پر بیٹھنا چاہیئے اور مقتدی امام کے سامنے بغرضِ استماعِ خطبہ اُس کے قریب بیٹھنے کی کوشش کریں۔ بڑے بڑے شہروں میں جو خطبہ پڑھا جاتا ہے اور وہاں خطیب کی آواز مستمعین کو نہیں پہنچتی تو اگرچہ خطبے کی اصلی غرض مستمعین کو حاصل نہیں ہوتی مگر پھر بھی اسلام کی شان و شوکۃ کا اظہار خالی از منفعۃ نہیں اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ امام منبر پر بیٹھ جائے تو اُس کے سامنے صحنِ مسجد میں باوازِ بلند اذان دی جائے۔ آنحضرۃ کے عہدِ مبارک میں صرف یہی ایک اذان دی جاتی تھی۔ اِسی طرح خلیفہ اول اور خلیفہ دوم کے زمانے میں لیکن جب حضرۃ عثمان رضی کی خلافۃ کا دور دورہ ہوا اور لوگوں کی کثرۃ ہوئی تو آپ نے خطبے سے پہلے

[1] جمعے کی شب سے مراد ہے وہ رات جو پنجشنبہ اور جمعے کے دنوں کے بیچ میں واقع ہوتی ہے انگریزی حساب میں نصف شب سے دن شروع ہو کر دوسری نصف شب پر ختم ہوتا ہے۔ ہم مسلمانوں میں دن کو تلے شب سمجھا جاتا ہے اس لیے کہ پہلے ابتدائے آفرینش کے وقت تمام تاریکی تھی اس کے بعد مدتاً آفتاب اور ستاروں کا نور پیدا کیا ہے۔ اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا

ایک اَور اذان کا حکم دیا اور صحابہ کی موجودگی میں حکم دیا اس پر تو کسی نے انکار کیا نہ اعتراض۔ اس لیے یہ اذان خلفاے راشدین کی سنت میں داخل ہے خطبے کی اذان کے بعد مسلمانوں پر خرید و فروخت حرام ہوجاتی ہے۔ اثنائے خطبہ میں جو لوگ آئیں اُنھیں مختصر سی دو رکعتیں نفل تحیۃ المسجد پڑھ لینی مناسب ہیں۔ حاضرین نہایت سکوت کے ساتھ خطبہ سُنیں اور جہاں جگہ پائیں بیٹھ جائیں۔ خطبے کے وقت بولنے والے کو جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے گدھا فرمایا ہے۔ نمازِ جمعہ بغیر خطبے کے جائز نہیں اور اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو بھی درست نہیں۔ امام ہاتھ میں عصا لے کر نمازِ جمعہ کا خطبہ پڑھے تو بہتر اور مسنون ہے۔ اور یہ ہیأۃ وقار و متانت پر دلالۃ کرتی ہے جو خطیب کی شان کے لائق ہے خطبے کے متعلق ایک بات یہ ہے کہ اِس زمانے میں خطیب جب جمعے اور عیدین وغیرہ میں خطبے پڑھتے ہیں وہ اکثر لوگوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں جن میں عربی کے سخت اور نہایت مشکل الفاظ کی بھرتی ہوتی ہے۔ اور جنھیں سامعین تو سامعین خطیب بھی نہیں سمجھتے۔ پیغمبر صاحب کے خطبے جو حدیث کی کتابوں میں نقل کیے گئے ہیں وہ یہی ہوتے تھے کہ آپ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد احکامِ شرعی اور وعظ و نصیحۃ اور وعظ و نصیحۃ بھی وہ جس کی اُس موقع پر ضرورۃ ہوتی بیان کرتے۔ مثلاً عیدین کے خطبے میں قربانی اور صدقۂ فطر کے احکام اور اُن کے متعلق وعظ و نصیحۃ فرماتے۔ استسقا کے خطبے میں لوگوں کو توبہ و استغفار کرنے کی تحریص دلاتے۔ جمعہ کے خطبے میں احکامِ جمعہ اور فضائلِ جمعہ بیان کرتے۔ غرضکہ جیسا موقع ہوتا ویسا ہی خطبہ پڑھتے۔ اور آپ کا اِس سے مقصود صرف یہ ہوتا کہ لوگ اِن باتوں کو اپنی اپنی جگہ سمجھ جائیں۔ پس اِس زمانے میں چونکہ اکثر لوگ عربی زبان سے ناشناس ہیں اِس لیے خطیبوں کو چاہیے کہ وہ خطبے اُسی زبان میں پڑھیں جسے سامعین اچھی طرح سمجھ سکتے ہوں یا یوں کریں کہ خدا کی حمد و ثنا تو عربی زبان میں پڑھیں تیمناً و تبرّکاً۔ اور وعظ و نصیحۃ اور احکامِ شرع سامعین کی زبانِ عام میں اُن کی حالۃ کے مناسب بیان کریں۔ عید کے روز جمعہ آپڑے تو دونوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں میں ادا کی جائیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اِس صورۃ میں نمازِ جمعہ نہ بھی پڑھے تو مضایقہ نہیں۔ جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نمازِ جمعہ میں اکثر سبح اسم ربك اور سورۂ غاشیہ پڑھا کرتے اور کبھی سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون بھی پڑھا کرتے تھے۔ مگر جمعے کے روز فجر کی نماز میں سورۂ الٓمٓ السجدۃ اور سورۂ دھر ہمیشہ پڑھا کرتے تھے ✤

جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو حاضرین کو ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا بدعۃ ہے۔ ہاں جی ہی جی میں دعا کرنے کا مضایقہ نہیں۔ جو شخص بے عذر جمعہ ترک کردے اُسے چاہیئے کہ نمازِ جمعہ کے کفارے میں ایک دینار یعنے ساڑھے تین روپے رائج الوقت محتاجوں کو خیرات کرے اور اگر اتنا ممکن نہ ہو تو نصف دینار یعنے ایک روپیہ بارہ آنے ہے۔ اور یہ بھی نہ بن پڑے تو ایک صاع یعنی ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانک گیہوں خیرات کردے اور جسے ایک صاع کے خیرات کرنے کا بھی مقدور نہ ہو تو آدھا صاع ہی دے ڈالے۔ بعضی حدیثوں میں ایک مُدّ غلّہ بھی آیا ہے اور آدھا مُدّ بھی۔ مُدّ عرب کا ایک پیمانہ ہے جس میں سیر بھر اناج آتا ہے۔ انگریزی تول کے حساب سے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جسے کچھ بھی میسر نہ ہو وہ صرف ایک درم یعنی سوا پانچ آنے یا نصف درم خیرات کرے اور خدا سے توبہ و استغفار بکثرۃ کرے ✤

نمازِ عیدین

من المترجم مسلمانوں کے لیے سال بھر میں دو دن خوشی کے مقرر ہیں۔ ایک عید کا دن دوسرے بقرعید کا۔ جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکّے سے ہجرۃ کر کے مدینے تشریف لے گئے تو اہلِ مدینہ کے لیے خوشی کے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں عرض کیا گیا یہ وہ دن ہیں جن میں ہم زمانہ جاہلیۃ میں کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ فرمایا خدا تعالےٰ نے تمھارے لیے اِن سے بہتر دو دن ٹھیر لیے ہیں اُن میں کھیلو کودو خوشیاں مناؤ۔ ایک عید الفطر کا دن دوسرے عید اضحےٰ کا۔ (ابو داؤد)

یہ دن اچھے کھانے کھانے اچھے کپڑے پہننے خوشی منانے کے ہیں بشرطیکہ خلافِ شرع کوئی بات نہ ہو۔ خود جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم عید کے روز اچھا کپڑا زیبِ جسم فرمایا کرتے تھے اور ایک چادر جو عمدہ اور قیمتی ہوتی تھی عیدین اور جمعے کے روز اوڑھا کرتے تھے۔ کبھی ایسی چادر جس میں سُرخ و سبز دھاریاں پڑی ہوتیں اوڑھا کرتے تھے۔ عیدین کی نماز کا وقت سورج بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے جس وقت نمازِ اشراق پڑھی جاتی ہے اور دوپہر تک باقی رہتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عید اضحےٰ کی نماز ذرا سویرے اور عید الفطر کی کچھ دیر کر کے پڑھا کرو چونکہ عید اضحےٰ میں قربانی کرنی ہوتی ہے اس لیے اس نماز میں تعجیل بہتر ہے اور عید الفطر میں قربانی نہیں ہے اس لیے اُس کی تاخیر میں کچھ حرج نہیں۔ جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور اضحےٰ کے دن سب کاموں سے پہلے نمازِ عید ادا کرتے اور سب عبادتوں میں نماز کو مقدم رکھتے یعنی نمازِ فجر سے فارغ ہو کر عیدگاہ تشریف لے جانے کا اہتمام کرتے اور عیدگاہ پہنچتے تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ نماز سے پیشتر نہ تو اذان ہی ہوتی نہ نمازِ نفل ہی پڑھی جاتی نہ تکبیر ہی کہی جاتی تھی بلکہ آپ صحابہؓ کے ساتھ صرف دو رکعۃ نماز ادا کرتے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کی طرف مُونہ کر کے کھڑے ہوتے اور وعظ و نصیحۃ سے بھرے ہوئے دو مؤثر خطبے سُناتے۔

دونوں عیدوں کی نمازیں ایک ہی طرح پڑھی جاتی ہیں یعنی صرف دو رکعۃ خطبوں سے پیشتر۔ تکبیراتِ عیدین میں علما کا اختلاف ہے بعض چھ کے قائل ہیں اور بعض بارہ کے لیکن ہم صرف ایک صحیح حدیث اس جگہ ذکر کرنی مناسب سمجھتے ہیں جس سے نمازِ عیدین کی کیفیۃ اچھی طرح سمجھ میں آتی ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک لے گئے پھر ہاتھ باندھ کر دعائے استفتاح[۱] پڑھی اور سات دفعہ بلند آواز سے "اللہُ اکبرُ" کہا۔ پھر سورۂ فاتحہ اور قراءۃ پڑھکر رکوع میں تشریف لے گئے۔ دوسری رکعۃ پڑھنے کھڑے ہوئے تو قراءۃ سے فارغ ہو کر پانچ تکبیریں کہیں۔ غرضکہ دونوں رکعتوں میں بارہ تکبیریں ہوئیں تکبیرِ اُولےٰ اور تکبیرِ قیام کے علاوہ۔ ایک حدیث میں چھ تکبیریں بھی آئی ہیں مگر اُس کی سند میں علما نے کلام کیا ہے۔ پیغمبر صاحب عیدین کی نمازوں میں اکثر تو پہلی رکعۃ میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قٓ اور دوسری رکعۃ میں فاتحہ کے بعد سورۂ قمر بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور کبھی دوسری رکعۃ میں سورۂ غاشیہ بھی لیکن جب عید اور جمعہ ایک دن آپڑتے تو سبّح اسم اور ہل اتٰک دونوں نمازوں میں پڑھتے۔ اگر اختلافِ ہلال کی وجہ سے

[۱] دعائے استفتاح کے لیے صفحہ ۸۶ دیکھو ۱۲

نمازِ عید۔ عید کے دن نہ ہوسکے مثلاً مسلمان عیدگاہ میں بآسانی جمع نہ ہوسکیں اور نماز کا وقت تنگ ہوجائے یا بارش کی شدت سے عیدگاہ تک پونہچ نہ سکیں یا دوپہر کے بعد چاند کی خبر لگے تو دوسرے روز صبح کو نمازِ عید ادا کریں +

اگر کوئی شخص نمازِ عید کی ایک رکعۃ بھی پائے گا تو اُسے ثواب نماز مل جائے گا۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اُٹھ کر دوسری رکعۃ تنہا پڑھ لے۔ جسے نمازِ عید نہ ملے وہ تنہا دو رکعۃ نماز پڑھ لے لیکن اگر دو تین یا زیادہ آدمی ہوں تو جماعۃ کر لینی درست ہے۔ اِس صورۃ میں خطبے کی ضرورۃ نہیں +

عید الفطر کے دن نماز سے پہلے طاق کھجوریں کھانی سنت ہیں مگر عید قربانی کے روز نماز کے بعد کھانا مسنون ہے اگر میسّر ہو تو اپنی قربانی کے جانور کا گوشت کھائیں۔ عیدگاہ جاتے وقت ایک رستے سے جائیں اور آتے وقت دوسرے سے تاکہ تمام بستی کو خبر ہوجائے اور اسلامی شوکۃ ظاہر ہو۔ عیدگاہ پونہچ کر بلند آواز سے تکبیر کہیں۔ نابالغ لڑکوں کو بھی عیدگاہ لے جانا مناسب ہے۔ عیدگاہ پا پیادہ جانا مسنون ہے۔ بارش کی وجہ سے عیدگاہ نہ جاسکیں تو محلے کی مسجدوں ہی میں نماز پڑھ لینا جائز ہے +

عیدین کی نماز کے بعد امام کو چاہیئے کہ خطبہ پڑھنے کھڑا ہوجائے اور حاضرین اسی طرح جہاں کے تہاں بیٹھے ہوئے نہایت سکوت اور خاموشی سے خطبہ سنیں جس طرح جمعے کے روز امام دو خطبے پڑھتا ہے۔ اسی طرح عیدین کی نماز میں بھی دو خطبے پڑھے اور نمازیوں کو عید الفطر اور عید اضحےٰ کے مسائل سے آگاہ کرے۔ خطبوں سے فارغ ہونے کے بعد ہر شخص اپنی نماز کی جگہ بیٹھکر دعا مانگے۔ عیدین کے خطبے سُنۃ موکدہ ہیں اور نماز میں واجب +

حدیثی روایۃ کی رو سے صدقۂ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے موقع پر ایک شخص کو حکم فرمایا کہ مکّے کے بازاروں میں پکار دو کہ صدقۂ فطر ہر مسلمان مرد وعورۃ غلام آزاد چھوٹے بڑے سب پر واجب ہے تو مسلمانوں کو ضرور ہے کہ صدقۂ فطر نماز سے پیشتر اپنے ہی شہر اور اپنی ہی بستی کے محتاجوں بلکہ اپنے غریب ومفلس رشتہ داروں اور یتیموں مسکینوں مسافروں اور مانگنے والوں کو تقسیم کرکے نماز کے لیے عیدگاہ جائیں۔ نماز کے بعد صدقۂ فطر ادا کریں گے تو وہ معمولی صدقۂ نفل ہوگا نہ صدقۂ فطر۔ ہلالِ عید دیکھ کر اگر رات ہی کو صدقۂ فطر تقسیم کردیں تو بھی درست ہے صحابہؓ اسی طرح کیا کرتے تھے بلکہ دو ایک روز پہلے بھی دے دیں تو بھی جائز ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ ہم لوگ جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں گیہوں یا جو یا خشک چھوہارے یا پنیر یا خشک انگور کا ایک صاع صدقۂ فطر دیا کرتے تھے۔ صاع عرب کا ایک پیمانہ ہے جس میں ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانک غلہ آتا ہے انگریزی تول کے حساب سے۔ اگر کسی سے اس قدر نہ ہوسکے تو سوا سیر سوا چھٹانک گیہوں یا جو خیرات کردے لیکن جس کے پاس ایک دن کی خوراک سے زیادہ غلہ نہ ہو اُس کو صدقۂ فطر معاف ہے +

رہی عید اضحےٰ کی قربانی۔ اِس میں علماء کا اختلاف ہے بعض واجب بتاتے ہیں اور بعض سنت۔ لیکن جمہور علماء سنتِ موکدہ ہونے کے قائل ہیں۔ صاف بات یہ ہے کہ اگر کسی کو قربانی کرنے کا مقدور ہے تو اُسے قربانی کرنی واجب ہے ورنہ نہیں۔ قرض لے کر قربانی کرے گا تو سنّت ادا ہوجائے گی اور ثواب بھی ملے گا۔ لیکن سودی قرض لے کر یا فخر ونمود کے طور پر کرے گا تو قربانی مقبول نہ ہوگی اور مواخذۂ الٰہی ہوگا سو الگ۔ عید اضحےٰ کی قربانی اصل میں اُس واقعۂ عظیم کی یاد کو تازہ کرتی ہے جو حضرۃ ابراہیم علیہ السلام سے

واقع ہوا یعنے خواب میں فرزندِ عزیز حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرتے دیکھا تو سچ مچ انھیں ذبح کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ یہ قصّہ قرآن مجید کی ان آیتوں میں مذکور ہو رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِينَ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيمٍ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّي أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِينَ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَنَادَيْنٰهُ أَنْ يٰإِبْرٰهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِينُ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ (یعنی ابراہیم علیہ السلام نے جنابِ الٰہی میں یہ بھی دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار مجھ کو نیک و حوں میں سے (ایک نیک روح بطور فرزند) عطا فرما تو ہم نے اُن کو ایک بڑے بُردبار لڑکے (اسمٰعیل کے پیدا ہونے) کی خوش خبری دی پھر جب لڑکا (جوان ہوا اور) ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے کہا بیٹا! میں خواب میں (کیا) دیکھتا ہوں کہ (جیسے) میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ پس تم (بھی تو اپنی جگہ) سوچو کہ تمھاری کیا رائے ہو (بیٹے نے) کہا کہ ابّا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہو (بے تامّل) اُس کی تعمیل کیجیے۔ ان شاء اللہ آپ مجھ کو بھی صابر (ہی) پائیں گے۔ پھر جب دونوں (باپ بیٹے) تعمیلِ حکم پر آمادہ ہوئے اور باپ نے (حلال کرنے کے لیے) بیٹے کو ماتھے کے بل پچھاڑا (تو ہم کو ان کی فرماں برداری نہایت پسند آئی اور) ہم نے ابراہیم سے پکار کر کہا کہ ابراہیم! تم نے (اپنے) خواب کو خوب سچ کر دکھایا (اب ہم تم کو بڑے بڑے مراتب دیں گے اور) نیک بندوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں بے شک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی اور ہم نے بڑی قربانی[1] کو اسمٰعیل کا فدیہ[1] بنا دیا۔

مقدور والے اگر اپنے گھر کے ہر ہر آدمی کی طرف سے بہ نیّتِ ثواب و تقرّبِ خداوندی جدا جدا قربانی کریں تو بہت اچھا ہے ورنہ سارے خاندان کی طرف سے ایک قربانی بھی جائز ہو سکتی ہو۔ بہتر ہو کہ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کریں۔ قربانی کا گوشت محتاجوں مسکینوں۔ پڑوسیوں۔ دوستوں اور رشتے داروں کو تقسیم کریں۔ تھوڑا سا خود بھی کھائیں اور اہل و عیال کو بھی کھلائیں قربانی کا گوشت یا چمڑا قصاب کی مزدوری میں نہ دیں ہاں قصاب محتاج ہو تو مزدوری کے علاوہ تھوڑا سا گوشت بہ نیّتِ صدقہ دے دیں۔ قربانی کا چمڑا بیچ کر اپنے صرف میں لانا منع ہو مگر خود چمڑے کو کام میں لانے کا مضایقہ نہیں۔ لیکن بہتر ہو کہ کسی مسجد کے متولّی یا مدرسے کے منتظم کو خیرات کر دیں۔ قربانی کا جانور ذبح کرنے لگیں تو إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ[2] اور إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ[3] پڑھ کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ کہتے ہوئے گلے کے پاس سے ذبح کریں۔ اپنی طرف سے قربانی کریں تو اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي[4] اور دوسرے کی طرف سے کریں تو اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ[5] کہیں اور فلاں کی جگہ اُس کا نام زبان سے لیں یا دل میں نیّت کریں۔ پھر کچھ یہی ضرور نہیں کہ ان لفظوں کو عربی زبان میں کہیں۔ چاہیں تو اردو میں ادا کر دیں۔ میّت کی طرف سے بھی قربانی کرنے کا ثبوت حدیث سے ملتا ہو بشرطیکہ وہ وصیت کر مرا ہو۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کی طرف سے قربانی کی۔ جنابِ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کی طرف سے بھی قربانی کرتے تھے

---

[1] مفسرین نے تو بڑی قربانی سے وہ موٹا تازہ دُنبہ مراد لیا ہو جو اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلے میں خدا نے جنت سے ذبح ہونے کے لیے بھیجا تھا اور ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ بڑی قربانی سے بقرعید کی قربانی مراد ہو کہ یہ بھی سنتِ ابراہیمی ہو ۱۲

[2] میں نے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اُسی (ذاتِ پاک) کی طرف کر لیا ہو جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں ۱۲ [3] بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہو اور میں اُس کے فرماں برداروں میں پہلا (فرماں بردار) ہوں ۱۲ [4] الٰہی یہ میری طرف سے قبول فرما ۱۲ [5] خداوندا اسے فلاں شخص کی طرف سے قبول فرما ۱۲

مشکوٰۃ کی ایک حدیث میں آیا ہو کہ پیغمبر صاحب اپنی قربانی اپنے دستِ مبارک سے ذبح کرتے۔ اور ذبح سے پیشتر مذکورہ بالا دعا پڑھتے اور فرماتے خداوندا اس قربانی کو میرے اور میری اُس اُمت کی طرف سے قبول فرما جو قربانی نہیں کر سکتی ؛

دسویں ذی الحج نماز عید کے بعد سے لے کر بارھویں اور بقول بعض تیرھویں تاریخ کی نماز عصر کے وقت تک قربانیاں کریں جو شخص نماز عید سے پہلے قربانی کرے گا وہ قربانی نہ ہوگی بلکہ معمولی گوشت ہوگا جو اُس نے اپنے لیے ذبح کیا۔ بکرا یا بکری۔ گائے یا بیل دو برس کے پورے ہو کر تیسرے میں لگیں تو انھیں مُسِنَّہ یعنی دو دانت کہتے ہیں۔ ان جانوروں میں اتنی عمر کا جانور قربانی کے قابل ہوتا ہی۔ مینڈھا اور بھیڑ اور دنبہ۔ یہ جب ایک سال کے ہو کر دوسرے سال میں لگیں تو قربانی کے قابل ہوں گے۔ اونٹ اور اونٹنی اُس وقت قابلِ قربانی ہوتے ہیں جب چھٹے برس میں لگیں۔ لنگڑا یا کانڑا یا ایسا کمزور و لاغر جانور جس کی ہڈی میں گودا نہ رہا ہو یا بیمار یا سینگ ٹوٹا یا کان کٹا یا اندھا ہو یا اوپر نیچے سے کان چرے ہوئے ہوں یا کم نظر آتا ہو۔ اور عیب بخوبی ظاہر ہوں تو ان جانوروں کی قربانی نہیں ہو سکتی۔ قربانی کا جانور فربہ اور موٹا تازہ ہونا چاہیئے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ لوگو! قربانی کے جانوروں کو خوب موٹا تازہ کرو۔ کیونکہ وہ پل صراط پر تمھاری سواریاں ہوں گے اور بات بھی یہی ہی کیونکہ جب خدا کے نام قربانی کرنی ہی تو ردی اور نکمی کیوں کی جائے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اُن لوگوں کو سرزنش کی ہی جو ردی مال خدا کی راہ میں خیرات کرتے ہیں چنانچہ فرمایا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ[1] اور ایک جگہ یوں ارشاد کیا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ[2] ؛

نماز استسقاء

جس سال بارش بند ہو جاتی اور قحط کے عام آثار نمایاں ہوتے تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن معیّن کر کے نہایت میلے اور عجز و مسکنت کے کپڑے زیبِ جسم فرما کر عیدگاہ تشریف لے جاتے وہاں مسلمان جمع ہوتے اور آپ دو رکعت نماز بلند قراءۃ سے ادا کرتے۔ نماز کے ساتھ خطبہ بھی پڑھتے مگر کبھی نماز سے پیشتر اور گاہے نماز کے بعد۔ نماز کے بعد قبلہ رُخ ہو کر دونوں ہاتھ اونچے کرتے اور بے انتہا عجز و انکسار کے ساتھ دعا کرتے۔ ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین کی جانب اور پشت آسمان کی طرف رکھتے اور چادر مبارک کو لوٹاتے۔ چادر کے لوٹانے میں تفاول لینا مقصود ہوتا تھا کہ جس طرح چادر کی حالت بدل جاتی ہی۔ اسی طرح زمانے کی حالت بدل جائے۔ یعنی کال سے سماں اور قحط سالی سے فراخ سالی ہو جائے۔ خطبہ استسقاء ان لفظوں سے شروع کرتے ؛

[1] مسلمانو! (خدا کی راہ میں) عمدہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے (تجارت وغیرہ سے) آپ کمائی ہوں اور وہ ہم نے تمھارے لیے زمین سے پیدا کی ہوں اور ناکارہ چیز کے دینے کا ارادہ بھی نہ کرنا کہ لگو اُس میں سے خرچ کرنے حالانکہ وہی چیز کوئی تم کو دینی چاہے تو تم اُس کو کبھی خوشی سے نہ لو مگر یہ کہ دیدہ و دانستہ اُس (کے لینے) میں چشم پوشی کرو اور جانے رہو کہ اللہ بے نیاز (اور) سزاوارِ حمد (و ثنا) ہی ۱۲ [2] (لوگو!) جب تک (خدا کی راہ میں) اُن چیزوں میں سے خرچ کرو گے جو تم کو عزیز ہیں نیکی (کے درجے) کو ہرگز نہ پہنچ سکو گے اور کوئی سی چیز بھی خرچ کرو اللہ اُس کو جانتا ہی ۱۲

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ عَلَیْنَا قُوَّتًا وَّبَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ۔ زاں بعد یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا مَرِیْئًا مَّرِیْعًا نَافِعًا غَیْرَ ضَآرٍّ عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادَکَ وَبَھَآئِمَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت کے عہدِ مبارک میں قحط پڑا لوگوں نے پانی نہ برسنے کی شکایت آپ سے کی۔ حضور نے حکم فرمایا کہ عیدگاہ میں منبر رکھا جائے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ آپ علی الصباح عیدگاہ تشریف لے گئے اور سورج نکل آیا تو خدا کی حمد و ثنا کی اور تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے خطبہ شروع کیا۔ خطبے سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دیر تک عجز و زاری کے ساتھ دعا کرتے رہے۔ پھر چادر کو پلٹائی اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی۔ زاں بعد منبر سے اُتر کر دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ کی دعا کے آثارِ قبولیت نمایاں ہوئے۔ دھواں دھار ابر اُٹھا اور موسلا دھار پانی برسنا شروع ہوا +

نمازِ کسوف و خسوف

عرف میں اکثر سورج گہن کو کسوف اور چاند گہن کو خسوف کہتے ہیں جب ایسا موقع پیش آئے تو امام کو مناسب ہے کہ کسی آدمی کو بھیج کر مسلمانوں کو جمع کر لے اور جب وہ جمع ہو جائیں تو مسجد میں دو رکعۃ نماز جماعۃ سے ادا کرے۔ قراۃ بلند آواز سے پڑھے پہلی رکعۃ میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ عنکبوت اور دوسری میں سورہ روم پڑھنا مسنون ہے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گہن پڑا تو آپ نے دو رکعتیں جماعۃ سے پڑھیں۔ اِس نماز میں آپ کا قیام بہت طولانی تھا یعنے سورۂ بقرہ کے مقدار قرآن پڑھا۔ پھر رکوع کیا اور بہت دیر تک رکوع میں رہے۔ رکوع سے اُٹھ کر پھر قیام کیا۔ لیکن یہ قیام پہلے سے قدرے خفیف تھا۔ اس کے بعد پھر رکوع کیا اور پہلے رکوع کی بہ نسبت یہ رکوع بہت ہی خفیف تھا۔ پھر کھڑے ہوئے اور سجدے میں تشریف لے گئے ایک سجدے کے بعد دوسرا سجدہ کیا۔ زاں بعد دوسری رکعۃ پڑھنے کھڑے ہوئے اور جس طرح پہلی رکعۃ پڑھی تھی وہ دوسری بھی اُسی طرح پوری کی یعنی اس میں بھی دو رکوع تھے دو قیام تھے۔ دو قراتیں تھیں۔ لیکن اِس رکعۃ کا قیام اور رکوع اور قراتیں پہلی رکعۃ کے قیام اور رکوع اور قراتوں سے کم تھیں۔ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج بالکل صاف اور روشن تھا۔ اس کے بعد آپ نے اُٹھ کر ویسے ہی دو خطبے پڑھے جیسے جمعے میں پڑھے جاتے ہیں۔ اِن خطبوں میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ سورج اور چاند خدا کی دو نشانیاں ہیں اور یہ دونوں کسی کے مرنے یا پیدا ہونے پر نہیں گہتے۔ لوگو! جب تمھیں یہ موقع پیش آئے تو ذکر اللہ میں مصروف ہو جاؤ دعا مانگو۔ تکبیر و تہلیل میں مشغول ہو نماز پڑھو خیر خیرات دو۔ زاں بعد ارشاد فرمایا کہ اُمّتِ محمدؐ! خدا تعالیٰ سخت غیر تمند ہے۔ اُس سے بڑھ کر کوئی غیور نہیں۔ بخدا اگر تمھیں اُن باتوں کا علم ہو جن کا مجھے علم ہے تو روؤ بہت اور ہنسو تھوڑا +

لہ سب تعریف خدا کو ہے جو دنیا جہان کا پروردگار ہے نہایت مہربان بہت رحم والا۔ روزِ جزا کا مالک۔ خدا کے سوا کوئی قابلِ پرستش نہیں وہ جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے بار خدایا تو ہی خداوند ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بے پروا اور بے نیاز ہے اور ہم فقیر و محتاج تو ہم پر مینہ برسا اور جتنا برسائے اُس سے ہمیں روزی دے اور ایک مدت تک فائدہ پونہچا ۱۲

لہ خداوندا ہمیں مینہ کا پانی پلا کہ وہ ہماری فریادرسی کرے اور انجام کار کے اعتبار سے بہ جانسل شاداب ہو نفع پونہچائے اور نقصان نہ دے جلدی برسے تاخیر نہ کرے الٰہی اپنے بندوں اور جانوروں کو پانی پلا اور اپنی وسیع رحمۃ کو ہر طرف پھیلا اور اپنے مُردہ شہر کو جلا اُٹھا یعنے زمین کو سرسبزی اور شادابی سے مالا مال کر دے خداوندا ہمیں پانی پلا خداوندا ہمیں پانی پلا خداوندا ہمیں پانی پلا ۱۲

اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ عالم پر جب کوئی عظیم الشان حادثہ پڑنے کو ہوتا ہے مثلاً کوئی بڑا شخص مرنے کو ہوتا یا ضررِ عام پیدا ہوا چاہتا ہے تو سورج گہن اور اسی طرح چاند گہن پڑتا ہے۔ پیغمبر صاحب کے عہد مبارک میں سورج گہن پڑا تو اتفاق سے اسی روز آپ کے فرزند ابراہیم کا جو بطن ماریہ قبطیہ سے تھے حالتِ شیرخوارگی میں انتقال ہوگیا۔ ماریہ قبطیہ پیغمبر صاحب کی لونڈی تھیں جنھیں مقوقس بادشاہ نے ہدیۃً پیغمبر صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ابراہیم کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اپنے پرانے خیال کے مطابق کہنا شروع کیا کہ پیغمبر صاحب کے فرزند ابراہیم کے انتقال ہونے پر سورج گہن پڑا ہے چونکہ لوگوں کے اس اعتقاد میں ایک طرح کی بوئے شرک پائی جاتی تھی۔ اس کے دفع کرنے کے لیے پیغمبر صاحب نے خطبے میں فرمایا کہ چاند سورج خدا کی دو نشانیاں ہیں اور یہ دونوں کسی کے مرنے یا پیدا ہونے پر نہیں گہنتے۔ پیغمبر صاحب کا یہ خطبہ آپ کی کمالِ عبودیت اور صداقت پر بڑی بھاری دلیل ہے*

حضرت ابراہیم کے متعلق ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جب اُن کا انتقال ہونے کو ہوا تو پیغمبر صاحب مع چند صحابیوں کے ابو سیف آہنگر کے مکان پر تشریف لے گئے۔ یہ ابو سیف ابراہیم کی دایہ اور مرضعہ کے شوہر تھے ان کا نام براء بن آعوش اور ان کی بی بی کا نام خولہ بنت المنذر۔ پیغمبر صاحب نے ابراہیم کو گودی میں لے کر اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور سونگھا حالانکہ ابراہیم نزدیک تھے کہ جان دے دیں۔ اس وقت اُن کی عمر دو برس کی تھی اور بعض کہتے ہیں سولہ مہینے آٹھ روز کی اور بروایت بعض ایک سال دس مہینے چھ روز کی۔ بہرکیف حالتِ رضاع میں تھے کہ انتقال کیا۔ اس وقت پیغمبر صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آپ زار زار رو رہے تھے عبدالرحمٰن بن عوف جو ایک بڑے جلیل القدر صحابی تھے اور اس جلسے میں موجود تھے لگے کہنے یا رسول اللہ آپ باوجود اس معرفۃ اور جلالۃ شان کے روتے ہیں فرمایا۔ ابن عوف! یہ آنسو بے صبری اور ناشکیبائی اور جزع کی وجہ سے نہیں بہتے بلکہ رحمۃ اور رقۃ کے اثر سے بہتے ہیں۔ ازاں بعد آپ متواتر آنسو بہانے اور فرمانے لگے کہ آنکھیں آنسو بہاتیں اور دل غمگین ہوتا ہے اور ہم وہی بات کہتے ہیں جسے ہمارا پروردگار پسند کرتا ہے۔ اور اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے غمگین ہیں*

کسوف و خسوف کی حقیقۃ یہ ہے کہ ستارے دو قسم کے ہوتے ہیں ثوابت و سیّار۔ جو ٹھیرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ثوابت ہیں اور جو حرکۃ کرتے ہیں سیّار۔ ثوابت میں سے ایک ہمارا آفتاب بھی ہے۔ آفتاب کا طلوع وغروب اُس کی حرکۃ سے نہیں ہے بلکہ زہرہ مشتری۔ عطارد۔ زحل۔ مریخ اور زمین یہ سیّارے اُس کے ساتھ وابستہ ہیں اور اُس کے گرد گھومتے ہیں۔ زمین بھی ایک سیّارہ ہے متحرک۔ اور جس طرح ریل اور کشتی کے سوار کو درخت اور مکانات اور دوسری ٹھیری ہوئی چیزیں نظر کی غلطی سے چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اسی طرح اصل میں زمین چلتی ہے اور اس کی وجہ سے بنظر ظاہر آفتاب چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے حالانکہ آفتاب ساکن ہے۔ پھر جو سیّارے آفتاب کے ساتھ وابستہ ہیں اُن میں بعض ایسے بھی ہیں کہ اُن کے ساتھ اور چھوٹے سیّارے وابستہ ہیں جو چاند کہلاتے ہیں مثلاً مشتری سیارہ ہے اُس کے گرد آٹھ چاند گھوم رہے ہیں۔ زمین سیارہ ہے اُس کے گرداگرد ہمارا چاند گردش کرتا ہے۔ یہ سب سیّارے اپنے چاندوں کے ساتھ آفتاب کے گرد گھومتے ہیں اور آفتاب اپنے سیّاروں سمیت ایک نظامِ جداگانہ سمجھا گیا ہے اور اس کا نام ہے نظامِ شمسی۔ اسی طرح ہر چھوٹے سے چھوٹا ثابت ستارہ بجائے خود آفتاب ہے اور اُس کا نظام جداگانہ ہے

یہ باتیں علم ہیأۃ کی ہیں جن کو خاص لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ یہ ہمارا آفتاب اپنی ذات سے روشن ہے۔ ہمارا چاند زمین کی طرح تاریک ہے جس طرح ہمارے ہاں آفتاب کی دھوپ پڑتی ہے چاند پر جو آفتاب کی دھوپ پڑتی ہے وہی نورِ قمر ہے۔ گھومتے گھامتے جب چاند زمین اور آفتاب کے بیچ میں حائل ہو جاتا ہے تو سورج گہن ہوتا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ کرۂ قمر نے نورِ آفتاب کو زمین تک پونہچنے سے روک دیا۔ سورج گہن کے وقت آفتاب سے نور سلب نہیں ہوتا بلکہ چاند کے آڑے آجانے کی وجہ سے ہم تک نہیں پونہچنے پاتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آفتاب تاریک ہو گیا۔ چاند گہن اُس وقت ہوتا ہے جب زمین آفتاب اور چاند کے بیچ میں حائل ہو۔ بہرکیف یہ انقلاب جو اجرامِ فلکی کی حالت میں کبھی کبھی واقع ہوتا ہے خدا کی قدرت کی بڑی زبردست نشانی ہے۔ لوگ اس کو مقدمۂ آفت سمجھتے ہیں اور یہ نجومیوں کے اوہام ہیں۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو گہن کے وقت خدا کی طرف رجوع لاتے تھے وہ کسی وہم کے سبب سے نہ تھا بلکہ خدا کی عظمۃ کا خیال کر کے مصروفِ عبادت ہو جاتے تھے +

سورج اور چاند گہن کی نمازوں کا وہی وقت ہے جب گہن پڑنے لگے لیکن جن وقتوں میں نماز پڑھنے کی شرعی ممانعت ہے یعنے سورج نکلتے ڈوبتے اور زوال کے وقت تو ان وقتوں میں نہ پڑھیں بلکہ خدا کی حمد وثنا اور تکبیر وتہلیل میں مشغول ہوں اور گناہوں سے توبہ کریں۔ شرمندگی وندامت اُٹھائیں۔ بن پڑے تو خیرات وصدقہ دیں۔ ان اوقات کے نکل جانے کے بعد بھی گہن باقی رہے تو نماز ادا کریں خطبہ پڑھیں۔ لیکن جمعے کے دن عین زوال کے وقت اور خانۂ کعبہ میں ہر وقت یہ نماز پڑھنا درست ہے +

جب کبھی گہن پڑتا تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم ڈر جاتے کہ مبادا آج ہی قیامۃ نہ ٹوٹ پڑے آپ گھبرائے گھبرائے مسجد میں تشریف لاتے اور نماز پڑھنی شروع کر دیتے اور حاضرین کی طرف روئے سخن کر کے فرماتے کہ لوگو! خدا اپنے بندوں کو ان نشانیوں سے ڈراتا ہے +

کسوف وخسوف کی نماز پیغمبر صاحب سے کئی طرح پر منقول ہے کبھی تو آپ ان دو رکعتوں میں دو رکوع کرتے کبھی تین کبھی چار کبھی پانچ اور ہر رکوع کے بعد قرارت پڑھتے کبھی ایسا ہوتا کہ ہر رکعۃ میں ایک ہی رکوع کرتے۔ ان دونوں نمازوں میں عورتوں اور بچّوں کا شامل ہونا اور نماز پڑھنا بھی پایۂ ثبوت کو پونہچ گیا ہے۔ اس لیے اگر ان دنوں میں بھی بوڑھی عورتیں اور بچے سورج اور چاند گہن کی نمازوں میں شامل ہوں تو مضایقہ نہیں +

نماز خوف و سفر

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ
إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا
إِنَّ الْكٰفِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا ○
وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ
فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا
أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ
وَّرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ
يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا
حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ
فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا
جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَّطَرٍ
أَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَ
خُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْكٰفِرِينَ
عَذَابًا مُّهِينًا ○ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى
جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ

اور (مسلمانو!) جب تم (جہاد کے لیے) کہیں کو جاؤ اور
تم کو خوف ہو کہ (نماز پڑھنے میں کہیں) کافر تم سے (لڑائی کی)
چھیڑ چھاڑ (نہ) کرنے لگیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز میں سے
(کچھ) گھٹا دیا کرو بے شک کافر تو تمہارے کھلے دشمن
ہیں (تم کو اطمینان سے نماز نہیں پڑھنے دیں گے) ف۱
اور (اے پیغمبر) جب تم (مسلمانوں کی فوج کے ہمراہ ہو
اور (امام بن کر) ان کو نماز پڑھانے لگو تو مسلمانوں کی
ایک جماعت (مقتدی بن کر) تمہارے ساتھ کھڑی ہو
اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب سجدہ کر چکیں تو پیچھے ہٹ
جائیں اور دوسری جماعت جو (اب تک) شریک نماز نہیں
ہوئی آ کر تمہارے ساتھ نماز میں شریک ہو اور ہوشیاری
(رکھیں) اور اپنے ہتھیار لیے رہیں کافروں کی (تو) یہ تمنا ہے کہ
تم (ذرا بھی) اپنے ہتھیاروں اور ساز و سامان (جنگ)
سے غافل ہو جاؤ تو یکبارگی تم پر ٹوٹ پڑیں اور اگر
تم لوگوں کو مینہ کی وجہ سے کچھ تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے
ہتھیار اتار رکھنے میں (بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں۔ ہاں
اپنی ہوشیاری رکھو اللہ نے کافروں کے لیے ذلت کا
عذاب تیار کر رکھا ہے پھر جب تم نماز (خوف) پوری
کر چکو تو (اس کے بعد) کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے
اللہ کی یادگاری میں لگے رہو پھر جب تم (دشمن کی
طرف سے) مطمئن ہو جاؤ تو (معمول کے مطابق)
نماز پڑھو۔

ف۱ کچھ گھٹا دینے سے چار رکعۃ کا دو رکعۃ کر دینا مراد ہے اور اتنا بھی موقع نہ ملے تو ایک ہی پر کفایۃ کرے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اور اس کا بھی موقع نہ ملے تو قضا کرے جیسا کہ پیغمبر صلعم اور حضرت عمر رضہ سے غزوہ خندق میں عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی تو

م سفر کے ساتھ ادا کی یہ آیۃ مجاہدین کی صلٰوۃ الخوف کے متعلق ہے اور عام مسافروں کا قصر صلٰوۃ احادیث سے ثابت ہوا ہے ۱۲

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء ع ۱۴ - پارہ ۵)

کیونکہ مسلمانوں پر نماز بقیدِ وقت فرض ہو ف

ف مطلب یہ ہو کہ اگر خوف کی حالت ہو اور نماز کا وقت نکلا چلا جا رہا ہو تو جیسی نماز بن پڑے پڑھو اور اُس کو قضا نہ ہونے دو ۱۲

من المترجم - مسافر کو قصرِ نماز یعنی چار رکعت والی فرض نماز کو دو رکعت پڑھنا واجب ہو کیونکہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی سفر میں پوری چار رکعتیں پڑھنا ثابت نہیں ہُوا اور یہی معنے ہیں وجوب کے۔ ہجرۃ سے پیشتر نمازِ مغرب کے علاوہ تمام نمازیں دو دو رکعتیں فرض تھیں مگر ہجرۃ کے بعد بجز نمازِ فجر کے جس نماز کی دو رکعتیں فرض تھیں چار فرض ہو گئیں۔ حالتِ سفر میں صرف اُن ہی نمازوں میں قصر ہو جن کی چار رکعتیں ہیں اور وہ تین نمازیں ہیں ظہر عصر عشار +

قصرِ صلاۃ کچھ خوف دشمن ہی پر موقوف نہیں ہو بلکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امن و امان اور آدمیوں کی کثرۃ کے ہوتے بھی موضع منا میں قصر کے ساتھ جماعۃ سے نماز پڑھی - اور اسی واقعے کو قصرِ صلوٰۃ پر دلیل گردانا گیا ہو عازمِ سفر تاوقتیکہ اپنے شہر و بستی میں ہو قصر نہ کرے - البتہ جب شہر سے باہر نکلے اور آبادیِ شہر ختم ہو جائے تو قصر کرنا شروع کر دے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں ظہر کی پوری نماز ادا کی اور ذو الحلیفہ[ف] میں پہنچکر نمازِ عصر میں قصر کیا - چونکہ حدیث میں پیادے اور سوار میں کسی طرح کا فرق نہیں کیا گیا یعنی قصرِ صلوٰۃ جیسا پیادے کو ویسا سوار کو تو اس کے قیاس پر ریل کے مسافر کو بھی قصرِ صلوٰۃ کرنا چاہیئے - گو ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک جو غالباً نو میل سے زیادہ فاصلہ رکھتا ہو کیوں نہ سفر کرتا ہو - اللہ اللہ دین میں کیسی آسانیاں ہیں اور لوگ اُن سے محروم - افسوس ہو کہ علمار نے عموماً اسلامی مسائل اور خصوصاً مسئلہ قصرِ صلوٰۃ میں اِس قدر تضییق و تنگی کر دی ہو کہ بیان سے باہر ہو - عوام مسلمان چونکہ لاعلم ہیں علمار کی اِن تنگیوں میں پھنس کر دنیا و دین سے گئے گزرے ہوتے چلے جاتے ہیں +

اب ایک بات یہ ہو کہ مسافر باوجود امن کے پوری نماز پڑھ سکتا ہو یا نہیں - اِس کے بارے میں جمہور علمار کا قول ہو کہ اُسے حالتِ سفر میں ہمیشہ قصرِ صلوٰۃ کرنی چاہیئے - نسائی میں یعلے بن امیہ سے روایۃ ہو کہ میں نے حضرۃ عمر بن الخطاب سے پوچھا کہ آیہ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے معلوم ہوتا ہو کہ صرف حالتِ خوف میں قصرِ صلوٰۃ کرنی چاہیئے اور اب لوگ ہیں کہ امن کے ساتھ ہر طرف آمد و رفت کر سکتے اور پھر بھی قصرِ صلوٰۃ کرتے ہیں تو کیا ایسے وقت میں قصرِ صلوٰۃ کیا جائے گا - حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ یعلے! جس طرح اس آیۃ کے مفہوم سے تجھے تعجب ہوا مجھے بھی ہوا تھا میں نے پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو فرمایا یہ خدا کا تم پر صدقہ ہو تو اُس کے صدقے کو قبول کر لو - اِس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ حالتِ سفر میں قصرِ صلوٰۃ واجب ہو اور اُس کا تارک گنہگار - وجہ یہ کہ اصول کے قاعدے کے رُو سے صیغہ امر وجوب کو مقتضی ہوتا ہو اور تارکِ وجوب آثم و گنہگار - علاوہ بریں بندہ خدا کے آگے ایسا ہی فقیر و محتاج ہو جیسا غلام آقا کے سامنے اور رعیۃ بادشاہ کے روبرو - اور غلام کے حق میں یہ نہایت قبیح بلکہ بغاوۃ کی دلیل ہو کہ بادشاہ دے اور غلام اُسے رد کر دے - ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی کا عطیہ یا صدقہ رد کر دیتا ہو تو صدقہ دینے والا

ف یہ مقام مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہو اور یہیں سے اہلِ مدینہ حج کا احرام باندھتے ہیں +

اُس سے انتہا درجے ناراض ہوتا ہی۔ پھر خدا تعالیٰ اُس بندے سے کس طرح راضی ہو سکتا ہی جو اُس کے عطیے کو رد کردے
خدا تعالیٰ نے دین میں ہر طرح کی آسانی رکھی ہی۔ عبادات میں سب سے افضل عبادۃ نماز ہی۔ پھر روزہ پھر زکوٰۃ پھر حج۔ نماز کے بارے میں یہ آسانی رکھی کہ سفر میں ہو تو قصر کر لو۔ کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکو تو لیٹے لیٹے اشاروں سے نماز پڑھ لو۔ حتّٰے کہ طہارۃ یعنی غسلِ جنابۃ اور وضو تک میں جو شرائطِ نماز ہیں خدا کو آسانی مدِّنظر ہی مثلاً بے وضو اور جُنبی کو پانی سے تکلیف پونہچنے کا اندیشہ ہو تو تیمّم کرلے۔ روزے میں یہ سہولۃ پیدا کی کہ مریض و مسافر اور حاملہ اور مرضعہ وغیرہ روزہ نہ رکھیں۔ ازالۂ عذر کے بعد چاہیں روزے کی قضا بھر دیں چاہیں فدیہ دے دیں۔ چنانچہ قرآن مجید کے ایک موقع پر روزے کے سلسلۂ بیان میں ارشاد ہوا ہی يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ[1] حج کے بارے میں ارشاد ہوا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا[2]۔ الغرض دین میں ہر طرح کی آسانی ہی کسی قسم کی تنگی اور مشکل نہیں هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ[3] تو جو لوگ خدا کے دین میں سختیاں اور مشکلات پیدا کر کے اُس کے دائرے کو تنگ کرتے ہیں اُنہیں ہر وقت ترساں و خائف رہنا چاہیئے۔ جس سفر میں نماز قصر کی جاتی ہی اُس کی حدِّ مسافۃ میں علما کا اختلاف ہی بعض تین منزلوں کی قید لگاتے ہیں او ربعض اس سے کم لیکن صحیح حدیثوں سے نو میل ثابت ہوتے ہیں یعنی اگر کوئی شخص نو میل کا سفر کرے تو اُسے قصرِ نماز جائز ہی اگر کہیں چار روز کے ٹھیرنے کی نیّۃ کی ہی تو نماز قصر کرے اور چار روز سے زیادہ ٹھیرنے کا قصد کیا تو پوری نماز پڑھے۔ ہاں اگر قیام میں متردِّد ہو اور آج کل کوچ کرنے کی نیّۃ ہو تو قصر کیئے جائے گو بیس روز کیوں نہ گزر جائیں لیکن بیس روز سے متجاوز ہونے میں پوری نماز ادا کرنی پڑے گی[4]۔ ریل کا سفر بھی کشتی جیسا ہی۔ اُس میں بھی نماز قصر کرنا جائز ہی۔ صرف نیّۃ اور تکبیرِ تحریمہ کے وقت استقبالِ کعبہ کافی ہی۔ بعد کو جس طرف سواری کا رُخ ہو نماز ہو جاتی ہی۔ اگر کوئی شخص قافلے کے ساتھ سفر کر رہا ہو اور سواری سے اُتر کر نماز پڑھنے میں جان و مال کا اندیشہ یا رستہ بھول جانے کا خوف ہو تو چلتی سواری پر نمازِ فرض ادا کرے مگر قیام گاہ پر پونہچکر اُس کا اعادہ کر لینا انسب ہی۔ سفر کی حالۃ میں علاوہ نمازِ فجر کے اَور نمازوں میں جمع جائز ہی یعنے دو وقت کی نمازیں ایک وقت میں پڑھنا درست ہی۔ مثلاً ظہر و عصر دونوں کو ظہر یا عصر کے وقت میں پڑھنا اور مغرب و عشا کی دونوں نمازوں کو مغرب یا عشا کے وقت ادا کرنا درست ہی۔

---

[1] اللہ تمھارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہی اور تمھارے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہتا ۱۲

[2] اور لوگوں پر فرض ہی کہ خدا کے لیے خانۂ کعبہ کا حج کریں جن کو اُس تک پونہچنے کا مقدور ہو ۱۲

[3] اُسی نے تم کو (دنیا کے لوگوں میں سے) انتخاب فرمایا اور دین (کے بارے) میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی ۱۲

[4] یہ علمائے محدثین کے نزدیک ہی فقہا کہتے ہیں کہ متردِّد کو ہمیشہ قصر کرنی چاہیئے گو سالہا سال تک بھی اُس کا تردد باقی رہے ۱۲

سجدۂ سہو

جسے نماز میں شک واقع ہو کہ میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار۔ تو وہ شک کو دور کرے اور جتنی رکعتوں پر دل ٹھیرے اور یقین ہو اُن پر بنا کر کے سلام پھیرنے سے پیشتر دو سجدے کرے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان آکر اُسے بھلاتا بھٹکاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ دوسرے خیال میں محو ہو کر بھول جاتا ہے کہ کئی رکعتیں پڑھیں۔ اُس وقت تمھیں چاہیئے کہ کمی کا اعتبار کرو۔ مثلاً دو تین میں شبہہ ہو تو دو اور تین چار میں شبہہ ہو تو تین پر یقین کرو۔ پھر باقی رکعتوں کی تکمیل کر کے آخر کے تشہد میں التحیات اور درود شریف پڑھ کر سہو کے دو سجدے کر کے سلام پھیر دو۔ سلام پھیرنے کے بعد بھی سجدۂ سہو کا جواز بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوا ہے۔ امام اور تنہا نمازی اگر نماز میں سہو کریں گے تو اُنہیں سہو کے دو سجدے کرنے پڑیں گے۔ امام کے سہو سے مقتدی کو بھی سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔ مگر مقتدی کے سہو سے خود اُس کو یا امام کو نہیں۔ امام نماز میں سہو کرے مثلاً کھڑا ہونا چاہئے تھا اور وہ لگے بیٹھنے یا بیٹھنا چاہیئے تھا اور وہ لگے کھڑا ہونے تو مقتدی اُسے سُبْحَانَ اللہِ کہہ کر یاد دلا دے۔ امام اگر پہلے قعدے میں نہ بیٹھے اور سیدھا کھڑا ہو جائے تو مقتدیوں کو بھی اُس کے ساتھ سیدھا کھڑا ہو جانا چاہیئے پھر اخیر رکعۃ میں امام سلام پھیرنے سے پیشتر یا بعد کو دو سجدے کرلے اور مقتدی بھی اُس کا اتباع کریں۔ اگر کوئی قعدے میں بیٹھنا بھول گیا اور سیدھے کھڑے ہونے سے پہلے یاد آگیا تو فوراً بیٹھ جائے اور اب اُس کو سہو کے دو سجدے کرنے ضرور نہیں۔ ہاں پورا کھڑا ہو گیا ہو تو نہ بیٹھے اور آخر میں سجدۂ سہو کرلے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نماز عصر پڑھائی۔ اور تین رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا۔ حجرے میں تشریف لے گئے تو پیچھے سے ایک صحابی نے یاد دلایا۔ آپ اُسی وقت مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں سے تصدیق فرما کر ایک رکعۃ اور پڑھی اور سلام پھیر کر دو سجدے کر کے نماز سے باہر آگئے۔ اگر کوئی ضمِ سورہ کرنا بھول گیا یا پڑھنی تھی خالی رکعۃ اور بھری رکعۃ پڑھ گیا یا اُسکے برعکس کر لیا تو محدثین کے نزدیک سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اُن کے نزدیک ضمِ سورہ سُنّۃ مؤکدہ ہے مگر فقہا کے نزدیک چونکہ ضمِ سورہ واجب ہے اور واجب کے ترک پر سجدۂ سہو لازم۔ اِس لیے وہ سجدۂ سہو کو لازم بتاتے ہیں۔ نماز خواہ فرض ہو یا سُنّۃ یا نفل سب میں بحالتِ سہو دو سجدے کرنے چاہئیں۔ کئی دفعہ کی بھول چوک کے لیے صرف ایک ہی آخر کے دو سجدے کفایۃ کرتے ہیں۔

سجدۂ شکر

خوشی اور فتح پہنچنے کے وقت سجدۂ شکر بجا لانا مسنون ہے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی خوشی کی بات سنتے تو خدا کے لیے سجدے میں گر پڑتے۔ آپ نے ایک دفعہ حضرۃ علی رض کو یمن کی طرف بھیجا جب اُنھوں نے اہل یمن کے مسلمان ہونے کا حال آپ کو لکھا تو آپ بہت خوش ہوئے اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ ابو جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم ایک ضعیف الحرکۃ ناقص الخلقۃ آدمی کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑے۔ ظاہر اسجدہ شکر کے لیے باوضو ہونا ضرور نہیں اور علے ہذا القیاس استقبالِ قبلہ بھی۔ مگر ہم کو کہیں سے اس کی سند بہم نہیں پونہچی۔

تلاوۃِ قرآن کے سجدے

قرآن مجید میں پندرہ آیتیں ایسی ہیں کہ انہیں پڑھ کر یا سُن کر سجدہ کرنا مسنون ہو۔ ایک سورہ اعراف میں اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیُسَبِّحُوْنَہٗ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ پر۔ دوسرے سورہ رعد میں وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّظِلٰلُھُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ پر۔ تیسرے سورہ نحل میں وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّۃٍ وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ پر۔ چوتھے سورہ بنی اسرائیل میں وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا پر۔ پانچویں سورہ مریم میں اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا پر۔ چھٹے سورہ حج میں آیہ وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ پر۔ ساتویں اسی سورہ حج میں آیہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ پر۔ آٹھویں سورہ فرقان میں آیہ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَھُمْ نُفُوْرًا پر۔ نویں سورہ نمل میں آیہ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ پر۔ دسویں سورہ سجدہ میں آیہ اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِھَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ پر۔ گیارھویں سورہ صٓ میں آیہ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰہُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّہٗ وَخَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ پر۔ بارھویں سورہ فصلت میں یُسَبِّحُوْنَ لَہٗ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَھُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ پر۔ تیرھویں سورہ النجم میں آیہ فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا پر۔ چودھویں سورہ انشقت میں وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْھِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ پر۔ پندرھویں سورہ علق میں آیہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ پر۔

جب ان آیتوں میں سے کوئی آیہ پڑھے یا سُنے تکبیر کہہ کر سجدہ کرے۔ حالتِ سواری میں اگر سجدے کی آیہ پڑھے یا سُنے تو زین پر دونوں ہاتھ رکھ کر سجدہ کرے اور پیدل ہو تو زمین پر۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم شب کو آیہ سجدہ پڑھتے تو سجدے میں یہ دعا پڑھا کرتے۔ سَجَدَ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَشَقَّ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ بِحَوْلِہٖ وَقُوَّتِہٖ یعنی میرا مُونہ اُس کے لیے جُھک گیا۔ جس نے اُسے بنایا اور اپنی قوۃ وقدرۃ کے ساتھ اُس کے کان اور آنکھیں پیدا کیں۔

استقبالِ قبلہ اور وضو کے بارے میں جو ہم سجدہ شکر میں لکھ آئے ہیں وہی یہاں بھی سمجھو۔

نمازِ جنازہ

جنازے کی نماز مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے یعنی اگر چند لوگ پڑھ لیں گے تو اوروں کی طرف سے فرض اُتر جائے گا ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ اگر مردہ دفن ہو چکا ہو تو جنازے کی نماز قبر پر پڑھنی حدیث سے ثابت ہے۔ نمازِ جنازہ خواہ جنگل میں پڑھیں یا مسجد میں دونوں طرح جائز ہے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بیضا صحابیہ کے دونوں بیٹوں پر نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔ عورتیں بھی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھ سکتی ہیں۔ خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ پیغمبر صاحب نے نہیں پڑھی۔ جنازہ مرد کا ہو تو امام کو میت کے سر کے مقابل اور عورت کا ہو تو ناف کے محاذات میں کھڑا ہونا چاہیے کئی میتیں جمع ہو جائیں تو سب کے لیے ایک ہی نماز بس کرتی ہے۔ کچا بچہ جس میں روح نہ پڑی ہو اور پڑی ہو تو مرا ہوا پیدا ہو اُس پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ نمازِ جنازہ کے لیے زندگی شرط ہے۔

نمازِ جنازہ پڑھنے کی ترکیب یہ ہے۔ کہ امام اور امام کے ساتھ مقتدی تکبیرِ تحریمہ کہہ کر دل ہی دل میں وہ دعا پڑھیں جو معمولاً ہر نماز میں تحریمہ کے بعد اور قرأۃ سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ ان بعد اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھیں اور چاہیں تو سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورۃ بھی ضم کر لیں۔ پھر دوسری تکبیر کہہ کر معمولی درود شریف پڑھیں جو سب نمازوں میں پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد تیسری تکبیر کہیں اور یہ دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ۔ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر ذیل کی دعا پڑھیں جنازہ مرد کا ہو یا عورت کا بوڑھے کا ہو یا بچے کا سب کے لیے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم یہی دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ۔ بعض صحابہ بچوں کی نمازِ جنازہ میں مذکورۂ بالا دعاؤں کے بعد ذیل کی دعا بھی پڑھا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا۔ اس کے بعد امام اور امام کے پیچھے مقتدی دونوں طرف سلام پھیریں اس اعتبار سے کہ نمازِ جنازہ بھی ایک خاص قسم کی نماز ہے اور نماز ہے تو عبادۃ ہے اور عبادۃ ہے تو صرف خدا کا حق ہے غرض اس اعتبار سے نمازِ جنازہ کو دوسری نمازوں کے شمول میں حقوق اللہ کے ذیل میں رکھنا وضع الشئ فی محلہٖ ہے۔ مگر نمازِ جنازہ کا ایک پہلو اور بھی ہے کہ اس میں مرنے والے کے حق میں دعائے مغفرۃ کی جاتی ہے اور اس اعتبار سے اس کو حقوق العباد کے ذیل میں جانا چاہیے مگر نماز کے نام کی رعایت سے ہم نے اس کو نماز کے ذیل میں سمیٹ دیا اور حق میت ہونے کے اعتبار سے ہم کو جو کچھ لکھنا ہے ان شاء اللہ وہ حقوق العباد کے باب میں لکھیں گے۔

لے الٰہی اس کے گناہ بخش دے اور اس پر رحمت کر اور اسے نجات دے اور اس کی خطا معاف فرما اور اس کا ٹھکانا عمدہ بنا اور اس کی قبر کشادہ کر اور اس کو پانی اور برف اور اولے سے پاک صاف کر دے

جیسا کہ تو کپڑے کو میل کچیل سے صاف کر دیتا ہے اور اس کو دنیا کے گھر سے بہتر گھر اور اہل سے بہتر اہل۔ اور دنیا کی بی بی سے اچھی بی بی بدل دے اور اسے بہشت میں لے جا داخل کر اور عذاب قبر

روزہ

دنیا میں جتنے مذہب مروّج ہیں سب میں فاقہ عبادۃ سمجھا گیا ہی۔ روزے سے مزاج میں عجز و انکسار کی صفۃ پیدا ہوتی ہی اور روزہ دار کو روزی کی قدر آتی ہی۔ اس کے علاوہ روزہ جسمانی تندرستی کے لیے بھی مفید ہی کہ اس سے ردی رطوبتیں جو اکثر مولّد امراض ہوتی ہیں خشک ہو جاتی ہیں اور سب سے بڑی بات تو یہ ہی کہ روزہ دار اُن مصیبۃ مندوں کی مصیبۃ کا اندازہ کر سکتا ہی جن کو پیٹ بھر کر روزی میسر نہیں آتی۔ اور جب دوسروں کی مصیبۃ کا اندازہ کرے گا تو اُس کی طبیعۃ میں اُن کی امداد کا بھی تقاضا ضرور پیدا ہوگا۔ اور لوگ روزوں کے دنوں میں توسیع رزق بھی کرتے ہیں۔ اس سے لوگوں کو فائدہ پونہچتا ہی۔ روزوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہی کہ شب کو لوگ تراویح میں قرآن پڑھتے ہیں اور اس سے لوگوں کو قرآن کے حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہی اور اس ذریعے سے خدا اپنا وہ وعدہ ایفا کرتا ہی جو اُس نے قرآن کے محفوظ رکھنے کی بابت کیا ہی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ روزے کو عبادات میں داخل کرنے سے شارع کی اصلی غرض یہ ہی کہ وہ مسلمانوں کو چست و چالاک اور صابر و ضابط قوم بنائے نہ بندۂ شکم اور حریص و طامع کہ تھوڑی دیر بھی بھوک و پیاس ضبط کرنے پر قادر نہ ہوں ❖

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ

مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے لوگوں (یعنی اہل کتاب) پر روزہ رکھنا فرض تھا تم پر بھی فرض کیا گیا تاکہ تم (بہت سے گناہوں سے) بچو (وہ بھی گنتی کے چند روز ہیں) اس پر بھی جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں (ہو) تو دوسرے دنوں سے گنتی (پوری کرے) اور جن (مریضوں اور بیماروں) کو کھانا دینے کا مقدور ہی اُن پر ایک روزے کا) بدلہ ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہی اور جو شخص اپنی خوشی سے نیک کام کرنا چاہے تو یہ اُس کے حق میں زیادہ بہتر ہی اور سمجھو تو روزہ رکھنا (بہر حال) تمھارے حق میں بہتر ہی[ف] (روزوں کا مہینا

رمضان کا مہینا ہی جس میں (قرآن) اُترا ہے

ف مطلب یہ معلوم ہوتا ہی کہ ہر ایک مسلمان کو فرضی روزہ رکھنا چاہیئے مگر بیمار اور مسافر کو رخصۃ ہی کہ رمضان میں روزہ نہ رکھے بعد کو قضا رکھ لے اور یہی مریض و مسافر مقدور والا ہو تو قضا بھی نہ رکھے بلکہ روزے پیچھے ایک محتاج کا پیٹ بھر دے اور روزہ قضا بھی رکھے اور محتاج کا پیٹ بھی بھرے تو نُورٌ عَلٰى نُوْرٍ کہ روزے کے بدلے روزہ ہوا اور فضیلۃ رمضان جو فوت ہو گئی تھی اُس کی تلافی کے لیے محتاج کا پیٹ بھر دیا۔ اگرچہ بیماری اور سفر کی حالۃ میں مقدور والوں کو قضا کے بدلے فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا ہی مگر اُن کے لیے بھی روزۂ قضا کا رکھنا اولےٰ ہی تاکہ لوگ روزے سے بچنے کے لیے بہانے نہ ڈھونڈیں ۱۲

اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۞ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ

خدا کی طرف سے قرآن (میں حکم) نازل ہوا ہی[ف۱] (اور قرآن) لوگوں کا رہنما ہی اور (اس میں) ہدایت اور (حق و باطل کی) تمیز کے کھلے کھلے حکم (موجود ہیں)، تو (مسلمانو!) تم میں سے جو شخص اس مہینے میں (زندہ) موجود ہو تو چاہیے کہ اس مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں (ہو) تو دوسرے دنوں سے گنتی (پوری کرلے) اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہی اور تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہتا اور (یہ حکم اس نے اس غرض سے دیے ہیں) تاکہ تم (روزوں کی) گنتی پوری کرلو اور تاکہ اللہ نے جو تم کو راہ راست دکھادی ہی اس (نعمت) پر اس کی بڑائی کرو اور تاکہ تم (اس کا) احسان مانو اور (اے پیغمبر) جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو (ان کو سمجھا دو کہ) ہم (ان کے) پاس ہیں جب کبھی کوئی ہم سے دعا کرے تو ہم (ہر ایک دعا کرنے والے کی دعا کو سنتے اور مناسب[ف۲] ہوتا ہی تو قبول (بھی) کرلیتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ ہمارا حکم (بھی) مانیں اور ہم پر ایمان لائیں تاکہ وہ سیدھے رستے لگ لیں[ف۳] (مسلمانو!) روزوں کی راتوں میں اپنی بیبیوں کے پاس جانا تمہارے لیے جائز کر دیا گیا ہی وہ تمہارے دامن (کی جگہ) ہیں اور تم ان کی چولی (کی جگہ) ہو[ف۴] اللہ نے دیکھا کہ تم چوری چوری ان کے پاس جانے سے اپنا (دینی) نقصان کرتے تھے تو اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تمہاری خطا سے درگزر کی پس اب (روزوں میں رات کے وقت) ان سے ہمبستر ہو اور ہمبستری کا جو نتیجہ

ف۱ اکثر مفسرین نے انزل فیہ القران کے یہ معنی لکھے ہیں کہ ماہِ رمضان میں قرآن کا اترنا شروع ہوا جیسا کہ پارۂ اخیر کی سورۂ قدر میں مذکور ہی مگر جو معنی ہم نے اختیار کیے ہیں تفسیر کبیر میں ان کا ماخذ موجود ہی اور ہم کو یہی چسپاں معلوم ہوئے ۱۲ ف۲ عرب کے لوگ سیدھے سادے ان پڑھ تو تھے ہی اور خدا کے بارے میں ان کو نئے نئے خیالات تعلیم کیے جاتے تھے بعض کو یہ واہمہ گزرا کہ خدا کی بڑی اونچی شان ہی تو چلا چلا کر اس سے دعائیں مانگیں۔ اس آیت میں ان کے واہمے کو دور کر دیا۔ پھر دعا کی قبولیت کا حال یہ ہی کہ خدا کے سوا کسی کو غیب کا حال تو معلوم نہیں ایسا بھی ہوتا ہی کہ بندہ دعا کرتا ہی اور فی علم اللہ وہ اس کے حق میں مضر ہی تو خدا محض اپنے فضل سے اس کا وہ مطلب نہیں ہونے دیتا ایسی حالت میں جو بندہ خدا سے تعلق رکھتا ہی صبر کرتا ہی اور اس کو ناکامی کا رنج نہیں ہوتا غرض دعا کی مقبولیت کے دو پیرایے ہیں حصول مدعا یا دل کی تسلی ۱۲ ف۳ ایک چیز ایک چیز کو ایسی لازم ہو کہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکیں تو کپڑے کے ضلعے میں اس لزوم کو ہمارے ہاں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ دونوں میں

مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ (بقرہ ع ۲۳ پارہ ۲)

تم کو صاف دکھائی دینے لگے[1] پھر رات تک روزہ پورا کرو اور (ہاں) تم مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہو تو (رات کو بھی) اُن سے ہمبستر نہ ہونا یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں تو اُن کے پاس بھی نہ پھٹکنا اسی طرح اللہ اپنے احکام لوگوں سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ (خلافِ حکم کرنے سے) بچیں ✤

مِنَ المترجم مسلمانوں پر خدا تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کیے ہیں۔ بغیر عذر کے روزہ نہ رکھنے کا ویسا ہی گناہ ہے جیسا نماز نہ پڑھنے کا اور زکوٰۃ نہ دینے کا۔ غرض اہمیت اور وجوب التعمیل ہونے میں تمام فرائض برابری کے درجے میں ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ رمضان کی بڑی آؤ بھگت کرتے ہیں۔ اتنی نماز کی نہیں اور زکوٰۃ کی تو شاید کچھ بھی نہیں اِلَّا مَا شَاءَ اللہ۔ رمضان چونکہ برسویں دن آتا ہے کچھ تو زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا کی رو سے اور زیادہ تر افطاری اور سحری کے مزوں کی وجہ سے روزے کا اہتمام زائد از واجب کیا جاتا ہے۔ اور ہاں تراویح کے حیلے سے مساجد کی روشنی کا تماشا بھی سیر کی چیز ہے ✤

جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کا روزہ بغیر عذر کے نہ رکھا اگر تمام سال یا تمام عمر نفلی روزے رکھے یا دنیا کی ساری نعمتیں خیرات کر دے تب بھی اُس ایک روزے کے درجے کو نہ پہنچے گا۔ جو بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عورتیں حیض و نفاس میں ہوں یا حمل سے ہوں یا بچے کو دودھ پلاتی ہوں اور خوف ہو کہ روزے کی وجہ سے بچے کو نقصان پہنچے گا تو یہ سب لوگ روزہ موقوف رکھیں جب عذر جاتے رہیں روزوں کی قضا رکھیں سال بھر میں پورے کر لیں۔ چاہیں ایک دم رکھیں چاہیں تھوڑے تھوڑے کر کے کئی دفعہ میں پورے کر لیں۔ جو شخص اس قدر بوڑھا ضعیف ہو کہ روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو اُسے روزہ معاف ہے۔ ہر روزے کے بدلے ایک محتاج کا پیٹ بھر دیا کرے۔ روزہ رکھنے والا صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عورتوں کی ہمبستری سے بندر ہے۔ کسی کی برائی غیبت نہ کرے۔ عذر بیماری کی وجہ سے قے کریں تو روزے کی قضا لازم آئے گی ورنہ خود بخود قے ہو جانے سے روزے میں نقصان نہ آئے گا۔ روزے میں خوشبو لگانا سر میں تیل ڈالنا۔ سرمہ لگانا۔ فصد کھلوانا۔ بھری سینگی کھنچوانا۔ پچھنے لگانا۔ مسواک کرنا۔ کلی کرنا۔ غسل کرنا۔ ناک میں پانی دینا یہ سب باتیں درست ہیں لیکن زیادہ مبالغہ کرنا نہ چاہیئے۔ روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے جسم سے جسم لگانا درست ہے۔ مگر جوان بے صبر آدمی کو مناسب نہیں۔ اگر کسی کو رات کو نہانے کی ضرورۃ ہوئی تو رات ہی کو نہا لینا بہتر ہے ورنہ صبح کو بھی نہانے سے روزے میں کچھ نقصان واقع نہیں ہوتا۔ جو شخص روزے میں عمداً صحبۃ کرے گا اُسے ایک روزے کے بدلے ایک غلام آزاد کرنا پڑے گا۔ اور چونکہ ہندوستان میں غلام آزاد کرنے کا رواج نہیں ہے اس لیے اب ایک روزے کے بدلے دو مہینے کے پےَ درپےَ روزے رکھے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ محتاجوں کا پیٹ بھر دے

[1] صبح صادق ہوتی ہے تو اول وقت تاریکی اور روشنی کی دو دھاریاں سی مشرق میں دکھائی دیتی ہیں۔ پھر روشنی غالب آکر تاریکی مٹ جاتی ہے ۱۲

پھر روزے کے بدلے روزہ رکھے اور خدا سے معافی چاہے۔ روزے میں جان کر کھا پی لے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے
بعض کے نزدیک کفارہ ہے اور بعض کے نزدیک صرف قضا۔ مگر حدیث سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ پیغمبر خدا صلے
اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کفارے کا ذکر فرمایا ہو۔ اس لیے محدثین کے نزدیک محقق مسئلہ یہی ہے کہ عورت سے
جان کر صحبت کرنے والے پر کفارہ اور جان کر کھانے پینے والے پر قضا لازم آتی ہے اگر ابر کی وجہ سے وقت معلوم نہیں ہوا
اور روزہ کھول لیا پھر سورج نکل آیا تو روزے کی قضا رکھنی ہوگی۔ بھوک پیاس کی شدۃ سے جان کے تلف ہونے کا خوف
ہو تو روزہ توڑ دینا اور بعد کو قضا کرنا چاہیئے۔ روزے دار بھول کر سیر ہو کر بھی کھا پی لے تو بھی روزہ سلامت رہتا ہے۔ روزے دار
بیمار پڑ جائے یا سفر کو چلا جائے اور روزہ توڑ دے تو کچھ گناہ نہیں۔ حضرتؐ نے ایک مرتبہ حالتِ سفر میں عصر کے وقت خود
بھی روزہ توڑ دیا اور صحابہؓ کا بھی تڑوا دیا اور فرمایا سفر میں روزہ رکھنا کچھ نیکی میں داخل نہیں اگر تکلیف ہو۔ ایک حدیث میں
فرمایا حالتِ سفر میں تکلیف کے ساتھ روزہ رکھنے والے گنہگار ہیں۔ مسافر کو بحالتِ سفر روزہ رکھنے اور نہ رکھنے میں بہت سی
مختلف حدیثیں آئی ہیں بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی حالۃ میں روزہ رکھنا گناہ ہے اور پیغمبر صاحب نے ایسے
لوگوں کو نافرمان فرمایا ہے اور کچھ حدیثیں اس مضمون کی بھی ہیں کہ پیغمبر صاحب نے مسافر کو روزے سے ممانعۃ نہیں فرمائی
بلکہ انہیں ان کے روزے پر رہنے دیا۔ اس اختلاف کو دیکھ کر ہم نے چاہا کہ ایک ایسا قولِ فیصل لکھ دیں جس میں دونوں قسم
کے مضمون بجائے خود درست اور ٹھیک بیٹھ جائیں۔ سو واضح ہو کہ شارع نے مسافر کے لیے عبادۃ میں آسانی مدِنظر
رکھی ہے۔ عبادات میں صرف دو ہی قسم کی عبادتیں ہیں جن پر آدمی کو اکثر عمل کرنا پڑتا ہے۔ نماز جو دن رات میں پانچ دفعہ
پڑھی جاتی ہے۔ روزے جو سال بھر میں ایک مہینے تک متواتر اور پے درپے رکھے جاتے ہیں۔ نماز میں تو مسافر کے لیے یہ آسانی کی گئی
کہ قصر کرے جہاں قصر ممکن ہو یعنے چار رکعۃ والی فرض نماز کو دو رکعۃ ادا کرے اور روزے میں یہ آسانی کی گئی کہ اگر سفر
میں کسی طرح کی مشقۃ و تکلیف کا اندیشہ ہو تو قطعاً روزہ نہ رکھے بلکہ اس کے بدلے فدیہ دے دے یا اور دنوں میں قضا کرلے
ایسی صورۃ میں اگر مسافر روزہ رکھ لے گا تو خدا کی نعمۃِ رخصۃ کا ناقدردان اور گنہگار سمجھا جائے گا۔ ہاں اگر تکلیف و مشقۃ کا سفر
نہ ہو تو بہتر تو یہی ہے کہ اب بھی روزہ نہ رکھے کیونکہ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ اس نے خدا کی رخصۃ کو قبول نہیں کیا۔ مگر روزہ رکھ
لے گا تو گنہگار نہ ہوگا۔ اب دونوں حدیثوں کے مضمون اپنی اپنی جگہ ٹھیک بیٹھ گئے۔

سفر و بیماری کے زمانے میں جو روزے نہ رکھے جائیں ان کی قضا لازم ہے۔ شک کے روز روزہ رکھنے والا جناب رسولِ
خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے (شک کے روزے کے یہ معنی ہیں کہ چاند کا ہونا تحقیق نہ ہو اور اگلے دن احتیاطاً روزہ رکھ لیا جائے)
رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہیئے اور ابر ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے اکتیسویں روز اگر ایک مسلمان بھی
رویتِ ہلال کی گواہی دے گا تو شہر کے تمام مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہو جائے گا۔ مگر عید کے چاند دیکھنے کی جب تک دو
مسلمان گواہی نہ دیں افطار کرنا نہ چاہیئے۔ اگر آسمان پر ابر محیط ہو اور دوسرے شہروں سے رویتِ ہلال کی شہادۃ پونہچے
تو اس شہادۃ کو تسلیم کر لیا جائے مگر بہت دور دراز شہروں کی رویت کا اعتبار نہ کیا جائے۔ تار کی خبریں بھی شہادۃ کے
قائم مقام ہیں بشرطیکہ کوئی معتبر آدمی خبر دے اور چاند کا ہونا محتمل ہو۔

سحری کھانا مسنون ہے۔ حضرۃ نے فرمایا کہ ہمارے اور یہود و نصاریٰ کے روزوں میں صرف سحری کا فرق ہے ہم سحری کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتے۔ اور فرمایا لوگو! سحری کھاؤ اس میں برکت ہے۔ سحری کا بہتر اور عمدہ وقت ہے صبح کاذب سے طلوع صبح صادق تک۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمدہ سحری یہ ہے کہ آخر وقت میں کھائی جائے۔ سحری کے وقت کوئی مخصوص عا روزے کی نیۃ کے واسطے پڑھنا آنحضرۃ سے ثابت نہیں صرف روزے کی نیۃ اور ارادہ کافی ہے۔

جب آفتاب کا گردہ مغرب میں چھپ جائے اور مشرق کی طرف سے سیاہی نمودار ہو تو روزہ افطار کیا جائے۔ حضرۃ نے فرمایا کہ جب تک مسلمان افطار میں جلدی کرتے رہیں گے دین کو غلبہ رہے گا۔ اور فرمایا کہ خدا فرماتا ہے مجھے افطار میں جلدی کرنے والے بندے بہت پیارے ہیں۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ افطار میں تعجیل کرنا گویا احتیاج رزق کو خدا کے سامنے ظاہر کرنا ہے اور خدا جو بندوں کا رازق ہے اُسے اپنے بندوں کی یہ ادا بہت پسند آتی ہے۔ روزہ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھنی مسنون ہے اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ اور چاہیں تو یہ دعا پڑھیں۔ ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ بعض حدیثوں میں یہ دعا بھی آئی ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ ذُنُوْبِیْ۔

اعتکاف بیٹھنے کا بڑا ثواب ہے۔ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رمضان کے آخری دہے میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ اعتکاف کے لیے مسجد میں ایک علحدہ جگہ مقرر کر کے فجر کی نماز پڑھ کر وہاں داخل ہونا چاہیے۔ حاجات ضروریہ کے علاوہ مسجد سے باہر نہ نکلیں حتےٰ کہ کسی کی عیادۃ کو بھی نہ جائیں۔ ہاں رستے میں گزرتے ہوئے بیمار کو پوچھ لیں تو مضایقہ نہیں اسی طرح دفن میت اور نماز جنازہ کے واسطے بھی باہر جانا درست نہیں۔ اعتکاف کی حالۃ میں عورۃ سے ہمبستری نہ کریں بوسہ نہ لیں معانقہ نہ کریں۔ اگر مسجد سے باہر سر نکال کر بال دُھلوئیں یا کنگھی کرائیں تو جائز ہے۔ اعتکاف کی حالۃ میں روزہ رکھنا شرط اعتکاف نہیں ہے البتہ بہتر اور مستحسن ہے کہ روزے سے ہو۔ بیماری یا کسی ضرورۃ کی وجہ سے اعتکاف کو توڑے تو اُس کی قضا لازم ہو جاتی ہے۔ کسی نے اعتکاف کی مِنّت مانی ہو تو اُس کا پورا کرنا واجب ہے جتنے دنوں کی نذر مانی ہوگی اُتنے ہی دنوں اعتکاف بیٹھنا پڑے گا۔ عورتوں کو اعتکاف میں بیٹھنا بھی سُنّت سے ثابت ہے۔ صحیح حدیثوں کی رو سے اعتکاف کی مُدۃ دس روز ثابت ہوتے ہیں۔ اس سے کم مدت کا اعتکاف نہ تو حضرۃ ہی سے ثابت ہوتا ہے نہ خلفائے راشدین ہی کے طریقے سے۔ اعتکاف اگرچہ تمام مسجدوں میں جائز ہے مگر جامع مسجد میں اولےٰ اور بہتر ہے۔ کیونکہ جُمعے کی نماز کے لیے اگر معتکف جائے گا تو بعض صحابہؓ اور تابعین کے نزدیک اُس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ حالۃ اعتکاف میں۔ قرآن پڑھنا۔ حدیث کا مطالعہ کرنا۔ اذان دینا۔ فتوے لکھنا۔ خطبہ پڑھنا۔ دینی باتوں کی تعلیم دینا۔ حجامۃ و غسل کرنا۔ کپڑے بدلنا۔ ضروری مختصر باتیں کرنا کھانا پینا سب درست ہے۔

اعتکاف ایک طرح کی خلوۃ ہے کہ آدمی دنیا کے بکھیڑوں سے علحدہ ہو کر اتنا وقت خدا کی یاد اور غور و فکر میں صرف کرے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نبوۃ سے پہلے غار حرا میں اپنا وقت اسی طرح صرف فرماتے تھے۔ اسی طرح کی خلوۃ

۵۱ خداوندا میں نے خاص تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق سے افطار کیا ۱۲ ۵۲ پیاس جاتی رہی اور رگیں تر و تازہ ہو گئیں اور اجر ثابت ہوا۔ ان شاء اللہ ۱۲ ۵۳ خداوندا میں تیری رحمۃ کا واسطہ دے کر جس نے ہر چیز کو سما لیا ہے سوال کرتا ہوں کہ میرے گناہ بخش دے ۱۲

اعتکاف سے مقصود ہے*

نفلی

رمضان کے علاوہ کچھ روزے بھی ہیں جو پیغمبر صاحب اور آپ کے صحابی رکھا کرتے تھے۔ مثلاً عید کے بعد چھ روزے یوم عاشورا کا روزہ پیر اور جمعرات کا روزہ ہر مہینے کی تیرھویں چودھویں پندرھویں کے تین روزے اور ان ہی کو ایام بیض بھی کہتے ہیں مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں ہفتے اور اتوار اور پیر کے تین روزے۔ اسی طرح آخری تاریخوں میں منگل بدھ جمعرات کے تین روزے۔ لیکن متواتر اور پے در پے روزے رکھنے سے پیغمبر صاحب نے بڑی سختی کے ساتھ ممانعت کی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرۃ ابو قتادہ سے روایۃ ہے کہ حضرۃ عمر بن الخطاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو شخص ہمیشہ یعنے تمام سال روزے رکھتا ہے وہ کیسا ہے۔ فرمایا اُس نے نہ تو روزہ ہی رکھا اور نہ افطار ہی کیا۔ عرض کیا اور جو شخص دو دن روزہ رکھتا اور ایک دن افطار کرتا ہے؟ فرمایا۔ کیا کوئی اتنی طاقۃ رکھتا ہے! عرض کیا اور جو شخص ایک دن روزہ رکھتا اور ایک دن افطار کرتا ہے؟ فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ عرض کیا اور جو شخص ایک دن روزہ رکھتا اور دو دن افطار کرتا ہے؟ فرمایا کاش ہمیں اس قدر طاقۃ دیا جاتا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہر مہینے کے تین روزے اور رمضان کے روزے سارے برس کے روزوں کے برابر ہیں۔ ام المومنین حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم یہاں تک روزے رکھے چلے جاتے تھے کہ ہم کہتے تھے اب آپ افطار نہ کریں گے اور افطار کیے چلے جاتے تھے حتےٰ کہ ہم کہتے تھے کہ اب روزہ نہ رکھیں گے میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں*

رمضان کے روزوں کی قضا کے لیے آدمی مکلّف نہیں ہے کہ جتنے روزے فوت ہو گئے ہوں سب کی قضا برابر اور متواتر کرے بلکہ اُسے اختیار ہے کہ سال بھر میں جب چاہے اور جس طرح چاہے قضا کرے خواہ متواتر قضا بھر دے خواہ ایک ایک دو دو کرکے۔ اگر کوئی شخص مر جائے اور اُس پر رمضان کے روزے ہوں تو کیا کیا جائے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام احمد اور ایک روایۃ میں امام شافعی اور محدثین کی ایک جماعۃ اس طرف گئی ہے کہ جتنے روزے میت کے ذمے ہوں اُتنے روزے اُس کا ولی رکھدے۔ اور ان کی دلیل صحیحین کی یہ حدیث ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ[۱]۔ لیکن بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھ سکتا نہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا اور صحیح روایۃ کی رو سے امام شافعی کا بھی۔ ان کی حجۃ موطا کی یہ حدیث ہے عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُسْأَلُ هَلْ يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ أَوْ يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ فَيَقُولُ لَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ[۲]۔ اب رہی یہ بات کہ میت کے روزے کی قضا کی جائے تو کیونکر کی جائے۔ قضا کی جائے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دینے سے۔ اگر میت وصیۃ کر گیا ہے تو اُس کے ثلث مال میں سے یا کل مال میں سے اور وصیۃ نہیں کر گیا تو ورثہ تبرعاً اُس کے ساتھ سلوک کر سکتے ہیں ضرور نہیں کہ کریں ہی کریں*

[۱] ابن عمر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایۃ کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص مر جائے اور اُس کے ذمے روزہ ہو تو اُس کا ولی وارث اُس کی طرف سے روزہ رکھ دے ۱۲

[۲] امام مالک رحمہ سے روایۃ ہے کہ انھیں حضرت ابن عمر کا یہ اثر پہنچا کہ جب اُن سے پوچھا جاتا کہ کیا کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھ سکتا یا کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے؟ تو جواب میں فرماتے نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھ سکتا نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے ۱۲

نفلی روزہ اگر رکھ کر توڑ دیا تو اس میں کفارہ لازم نہیں آتا۔ البتہ قضا واجب ہوتی ہے کیونکہ جب نفلی روزہ رکھ لیا گیا تو اس کا پورا کرنا واجب ہو گیا اور ترکِ واجب سے قضا لازم ہوتی ہے۔

کسی نے روزے کی منت مانی ہو تو منت کا پورا کرنا یعنی روزہ رکھنا واجب ہے۔ بشرطیکہ جس دن روزہ رکھنے کی منت مانی ہو اس میں روزہ رکھنا حرام نہ ہو۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے اور ایک شخص سامنے کھڑا ہوا تھا۔ پیغمبر صاحبؐ نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ابواسرائیل[1]۔ اس نے منت مانی ہے کہ یوں ہی کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں نہ اپنے اوپر سایہ کرے گا۔ نہ کسی سے بات کرے گا۔ اور ہمیشہ روزے سے رہے گا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہو کہ بات کرے سائے میں ہو جائے بیٹھ جائے اور روزہ پورا کرے (بخاری)۔

رمضان شریف میں ایک رات نہایت برکت والی ہے جس میں عبادت کرنا ایک ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے اسی کو **لیلۃ القدر** کہتے ہیں۔ جو شخص اس رات کی عبادت سے محروم رہا وہ بڑی نعمتوں سے محروم رہا۔ اس مبارک رات کی تعیین میں شارعِ اسلام سے کوئی قولِ فیصل منقول نہیں ہے۔ صرف اس قدر بتایا گیا ہے کہ رمضان کے آخر دہے میں کسی طاق رات میں ہوتی ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں آیا ہے کہ اکثر یہ رات رمضان کی اکیسویں[۲۱] یا تیئیسویں یا پچیسویں[۲۵] یا ستائیسویں یا انتیسویں تاریخ کی راتوں میں پھرتی ہوئی ہر سال ہوا کرتی ہے۔ اس رات کی بڑی علامت یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج کی روشنی مدہم پڑ جاتی ہے۔ اس رات میں حضرت جبرئیل آسمان سے اُترتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ مقرب فرشتوں کی ایک جماعت ہوتی ہے۔ عبادت کرنے والے مسلمانوں کے حق میں دعاے مغفرت کرتے ہیں اور خدائے تعالےٰ اُن کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اور اس رات کی عبادت کی برکت سے مسلمانوں کے اگلے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔

رمضان المبارک کے فضائل حدیث شریف میں بہت آئے ہیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنتوں کے دروازے کھل جاتے اور دوزخ کے بند ہو جاتے ہیں۔ متمرد اور سرکش شیطانوں کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی جاتی اور جنات قید کر دیئے جاتے ہیں۔ ایک رمضان کے ختم ہونے اور دوسرے رمضان کے آنے تک پورے گیارہ مہینے جنتوں کی تیاریاں خدا کے حکم سے ہوتی رہتی ہیں رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو جنت کی خوشگوار ہوا عرش کے نیچے سے ہو کر حورانِ بہشت کے سروں پر چلتی ہے اُس وقت انھیں ایک جوش و ولولہ پیدا ہوتا اور وہ جنابِ الٰہی میں دعا کرتی ہیں کہ خداوندا! ہمیں ہمارے شوہر عطا فرما کہ اُن سے ہماری آنکھیں اور ہم سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

---

[1] ابو اسرائیل اُس شخص کا نام ہے ۱۲

حقوق اللہ

کا

چوتھا باب

یعنی اعمالِ مالی

زکوٰۃ[1]

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ (بقرہ ع ۵ - پارہ - الم)	اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جو لوگ (ہمارے حضور میں بوقتِ ادائے نماز) جھکتے ہیں ان کے ساتھ تم بھی جھکا کرو ✣
وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ط هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○ (التوبہ ع ۵ پارہ ۱۰)	اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو (اے پیغمبر) اُن کو روزِ قیامت کے عذابِ دردناک کی خوش خبری سنا دو جبکہ اُس (سونے چاندی) کو دوزخ کی آگ میں (رکھ کر) تپایا جائے گا پھر اُس سے اُن کے ماتھے اور اُن کی کروٹیں اور اُن کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور اُن سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے جو تم نے اپنے لیے (دنیا میں) جمع کیا تھا تو (آج) اپنے جمع کیے کا مزہ چکھو ✣

من المترجم خدا کی شان اور بندوں کے ساتھ اُس کا معاملہ اُس کے احسانات اُس کی بے شمار نعمتیں جب ہم ان باتوں کا خیال کرتے ہیں اور نیز اس کا کہ آدمی ایک شریف النفس مخلوق ہے ایک تنکا اُتارے کا بھی احسان مانتا ہے تو بے اختیار ماننا پڑتا ہے کہ آدمی خدا کے شکر سے کسی طرح عُہدہ برآ نہیں ہو سکتا **قطعہ**

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیرِ خویش　　عذر بدرگاہِ خدا آورد

ورنہ سزاوارِ خداوندیش　　کس نتواند کہ بجا آورد

[1] زکوٰۃ کے بارے میں جس قدر آیتیں قرآن مجید میں ہم کو دستیاب ہو سکیں سب نماز کے عنوان میں لکھ دی ہیں وہاں ملاحظہ ہو۔ قرآن میں جہاں جہاں نماز کا حکم ہے وہاں اُس کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی ہے گویا نماز اور زکوٰۃ لازم ملزوم ہیں ۱۲ [2] اَقِیْمُوْا اور اٰتُوْا کے مخاطب اصل میں یہود ہیں جیسا کہ عنوانِ صلوٰۃ کے نوٹ ایک میں بیان کیا گیا ہے ۱۲

خدا کو تو ہماری شکر گزاری ہماری احسان مندی کی کچھ بھی پروا نہیں اور دیکھتے بھی ہیں کہ بندے نافرمانیاں کرتے ہیں اور بہتیرے تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ خدا بھی کوئی ہے۔ بلکہ کتنے تو یہ غضب کرتے ہیں کہ خدائی میں خدا کی مخلوقات کا ساجھا لگاتے ہیں کہ یہ کھلی بغاوت ہے۔ بااین ہمہ زندگی کے ساز و سامان جو فرماں برداروں کے لیے وہی نافرمانوں کے لیے جو نزدیکوں کے لیے وہی دوروں کے لیے جو دوستوں کے لیے وہی دشمنوں کے لیے۔ جیسے جیسے سلوک خدا بندوں کے ساتھ کرتا ہے اگر اُس کا عُشرِ عشیر بھی کوئی ہمارا ہم جنس ہمارے ساتھ کرے تو ہم اگر آدمی ہیں اور ہمارے دل میں حق شناسی ہے حتے الامکان اُس کی خدمت گزاری میں ہرگز دریغ نہ کریں خدا کے بارے میں خاص بات یہ ہے کہ وہ بے نیاز ہے ہم اُس کی کوئی خدمت کر نہیں سکتے۔ مگر آدمی سے خدا کی کوئی خدمت نہ بن پڑے تو کیا وہ اظہارِ عبودیت سے بھی گیا گزرا ہوا عبادت کسی طرح کی بھی ہو یہ سمجھ کر نہیں کرنی چاہیے کہ خدا کے حکم کی تعمیل یا اُس کی خدمت کرتے ہیں نہیں بلکہ عبادت سے ہم عبودیت کا اظہار کرتے ہیں اور خود ہماری فطرت ہم سے عبادت کراتی ہے۔ بدنی عبادتوں میں تو کوئی بات نہیں جس کی وجہ سے اُس کو خدا کی خدمت سمجھا جائے ہاں مالی عبادت یعنی زکوٰۃ کو خدا کی خدمت سمجھا جائے تو شاید بالکل بے جا نہ ہو اس لیے کہ حدیث میں اَلخَلقُ عِیَالُ اللہِ آیا ہے اور عیال اللہ میں سے جو لوگ محتاج ہیں اُن ہی کو زکوٰۃ دی جاتی ہے۔

بدنی عبادت کے مقابلے میں مالی عبادت کو ترجیح ہے۔ دو وجہ سے۔ ایک یہ کہ مال بدنی عبادت کا کفّارہ ہو سکتا ہے جیسے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ اور مالی عبادت کا کفارہ بدنی عبادت نہیں ہو سکتی۔ دوسری یہ کہ بدنی عبادت سے صرف خدا کے حقوق متعلق ہیں اور مالی عبادت سے خدا اور بندگانِ خدا دونوں کے۔ کیونکہ زکوٰۃ جیسے خدا کا حق ہے ویسے ہی محتاجوں کا۔ عبادت کو خدا کی خدمت سمجھو تو اور خدا کا حکم سمجھو تو۔ دونوں حالتوں میں خلوص شرط ہے نماز کا خلوص یہ ہے کہ دکھاوا نہ ہو تاکہ لوگ اُس کو دیندار پابندِ شرع سمجھ کر اُس کے حق میں نیک گمان رکھیں ؎

پارسایاں روے در مخلوق　　پُشت بر قبلہ مے کنند نماز

پھر نماز میں اِس طرح مشغول ہو کہ جیسے ایک زبردست بادشاہ کے سامنے ہاتھ باندھے مجرم عجز و درماندگی بیم و رجا کی مجسّم تصویر بنا ہوا کھڑا ہے۔ چاپلوسی اور خوشامد کی کوئی ادا نہیں جو اس سے سرزد نہ ہوتی ہو۔ روزے کا خلوص یہ ہے کہ روزے کی تکلیف کو راحت سمجھ کر خوش دلی سے انگیز کر رہا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس حج کہ وہ طرح طرح کی تکالیف کے اعتبار سے بڑی شاقّ عبادت ہے۔ چونکہ معاملہ خدا کے ساتھ ہے آدمی کو چاہیے کہ جو عبادت بھی کرے اپنے نفس میں اُس کے خلوص کو جانچ لے۔ بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ۔ ہم کو اپنا حال تو معلوم ہے اور لوگوں کے ظاہر حال سے نتیجہ نکال سکتے ہیں تو عبادت کو عبادت کہتے ہوئے بھی تامل ہوتا ہے۔ نماز کے بارے میں تو ہماری عقل اس میں حیران ہے کہ جو نمازی الفاظِ نماز کے معنی تک نہیں سمجھتے اور بدقسمتی سے اکثر ایسے بہت ہیں اُن کو نماز میں حضورِ قلب کیسے ہوتا ہوگا۔ رہا روزہ تو اس میں شک نہیں کہ رمضان شریف برس میں ایک بار تشریف لاتے ہیں اور مسلمان زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا کے مطابق رمضان کا استقبال بھی بڑے تپاک سے کرتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ لوگوں نے رمضان کو ایک میلہ

۵۱ مخلوق خدا کی عیال ہے ۱۲ ۵۲ اور جس (مریض و مسافر) کو کھانا دینے کا مقدور ہے اُن پر (ایک روزے کا) بدلا ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہے ۱۲ ۵۳ بلکہ خود انسان اپنے معاملے میں حجت ہے گو وہ (اپنے تئیں بے قصور ثابت کرنے کے لیے کتنے ہی) بہانے پیش لایا کرے ۱۲ ۵۴ کبھی کبھی زیارت و ملاقات کیا کر اس سے محبت زیادہ ہوتی ہے ۱۲

بنا رکھا ہی اور عوام ہرگز عبادت کے طور پر روزہ نہیں رکھتے اور خاص کر گرمیوں میں جبکہ دن بھی بڑے ہوتے ہیں فاقے اور کمزوری کی فریاد بھی عام طور پر سُنی جاتی ہی۔ اور جن کو حقّے اور زردے کی لت ہوتی ہی وہ تو رمضان بھر ایسے چڑچڑے رہتے ہیں کہ ہوا سے لڑنے لگتے ہیں۔ حج کے بارے میں جو کچھ کوتاہیاں لوگوں سے ہوتی ہوں ایک بات خاص کر کھٹکا کرتی ہی کہ لوگ حاجی کے لفظ کو جزوِ نام کیوں قرار دے لیتے ہیں +

تاکید کے اعتبار سے دیکھا جاتا ہے تو بدنی عبادتوں میں اول درجے نماز پھر روزہ پھر حج۔ نماز دن رات میں پانچ بار۔ روزہ برس روز میں تیس دن۔ حج عمر میں ایک بار وہ بھی بشرط مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا۔ لفظ حاجی کو جزوِ نام قرار دینے سے دوسری بدنی عبادتوں پر اس کی افضلیت سمجھی جاتی ہو حالانکہ ایسا نہیں ہو +

بدنی عبادتوں پر زکوٰۃ کی ترجیح کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ انسان کو مالی نقصان بدنی تکلیفات سے زیادہ کھَلتا ہے

گرجاں طلبی مضایقہ نیست زرمے طلبی سخن درین است

مال کے لیے دنیا میں انواع و اقسام کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اسی لیے زکوٰۃ ہر چند بہت ہی قلیل ہو مگر مال کی محبت ہم لوگوں کے دلوں پر اس قدر غالب ہو کہ زکوٰۃ کا جزوِ قلیل بھی دیتے ہوئے جی کڑھتا ہی۔ غرض آدمی بالطبع زکوٰۃ کو ناپسند کرتا ہی اور لوگ ہیں کہ اس حکم کی تعمیل میں بہت ہی ٹال مٹول کرتے ہیں بہتیروں نے تو عملاً زکوٰۃ کو احکامِ الٰہی سے خارج کر رکھا ہی اور ادائے زکوٰۃ کا انہیں بھول کر بھی خیال نہیں آتا۔ اور جو دیتے ہیں تو ناحق کی خفّت سمجھ کر اور وہ بھی پوری نہیں اور منّ و اذٰی اور نام و نمود کے عیوب کے علاوہ چاروں طرف سے فریاد ہو رہی ہو کہ مسلمانوں کی دنیاوی حالت روز بروز بگڑتی اور خراب ہوتی چلی جا رہی ہو۔ ایک دن تھا کہ ہندوستان میں ان کی سلطنت تھی یا اب انگریزوں کی رعیت ہیں اور رعیت بھی ہیں تو دوسری رعایا کے مقابلے میں مفلس اور تنگ حال جتنے دروازے معاش کے ہیں اُن کے لیے قریب قریب بند کے ہیں سرکاری نوکری کے لیے سرکاری مدارس کی تعلیم شرط ہو اور یہ تعلیم سے متنفر۔ زمینداری۔ ساہوکاروں اور مہاجنوں کی طرف بہت کچھ منتقل ہو چکی اور قدرے قلیل جو باقی ہو مصرعہ اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند + تجارت کے لیے چاہیے سرمایہ اور وہ مسلمانوں کے پاس نام کو نہیں۔ جہالت کی وجہ سے اُن کے اخلاق بد سے بدتر ہو گئے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر مسلمانوں میں جو صاحب الرائے اور دل درد مند بھی رکھتے تھے درپئے تفتیش سبب ہوئے اور آخر کار فقدان تعلیم کو تمام خرابیوں کا سبب قرار دیا۔ مگر تعلیم بھی افلاس کی وجہ سے مسلمانوں کے بس کی نہیں۔ پس سوائے اس کے چارہ نہیں کہ مسلمان ہی اپنا پیٹ کاٹ کر روپیہ جمع کریں اور قوم کو تعلیم دلائیں سو مسلمان سِسک سِسک کر کچھ کرتے بھی ہیں مگر دل کھول کر نہیں کرتے اور جتنا کچھ کیا ہو قومی ضرورت کے لیے کافی نہیں مسلمان کچھ نہ کریں صرف زکوٰۃ کو جتنی کچھ بھی ہو قومی تعلیم میں صرف کریں تو قوم کا بیڑا پار ہی مگر بدقسمتی نے یہ حال کر رکھا ہی کہ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ ۝

۵۱ عمر کے ساتھ ہی اس شرط پر کہ (زادِ راہ وغیرہ) کا مقدور ہو ۱۲

۵۲ اُن کے دل تو ہیں (مگر) ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور اُن کی آنکھیں بھی ہیں (مگر) ان سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور اُن کے کان بھی ہیں (مگر) اُن سے سننے کا کام نہیں لیتے (غرض) یہ لوگ چارپایوں کے مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے ہوئے یہی وہ لوگ ہیں جو (دین سے بالکل) بے خبر ہیں ۱۲

مسائل زکوٰۃ

(نقدین کے متعلق)

جس کے پاس دو سو درہم یعنے باوّن روپے کلدار ہوں اور پورا برس گزر جائے تو اُس کو چالیسواں حصّہ یعنی ایک روپیہ پانچ آنے دینے آئیں گے اور یہی نصاب ہے چاندی کا یعنی جس شخص کے پاس اُنسٹھ تولے تین ماشے کے قریب چاندی ہو اور چاندی کا نرخ فی تولہ بارہ آنے ہو جیسا کہ اِس زمانے میں اکثر یہی نرخ رہتا ہے تو بھی ایک روپیہ پانچ آنے اُس پر فرض ہوں گے۔ اِس سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ اگر نصاب تو پُورا ہو لیکن سال کے اندر اندر اُس میں کمی واقع ہو جائے تو بھی اُس میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ ہاں جس قدر نصاب بڑھتا جائے گا زکوٰۃ کی رقم بھی بڑھتی جائے گی۔ مثلاً چار سو درہم یعنے ایک سو چار روپے ہو جائیں گے تو دو روپے دس آنے دینے ہوں گے کیونکہ چار سو درہم کا چالیسواں حصّہ حسابی قاعدے کی رُو سے دو روپے دس آنے ہوتے ہیں۔ مگر آسانی کے لیے یہ قاعدہ ٹھیرایا گیا ہے کہ فی صدی ڈھائی روپے نکالتے جائیں۔ سال کے اندر کچھ اَور روپیہ جمع ہو جائے اور اُس پر پُورا سال نہ گزرے تو زائد روپے پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی جب تک اِس زائد روپے پر تاریخ جمع سے لے کر پُورا سال نہ گزرے اور یہ روپیہ حدِّ نصاب کو نہ پونہچ جائے۔ مثلاً ایک شخص باوّن روپے کا مالک تھا اُس نے ایک روپیہ پانچ آنے زکوٰۃ کے نکال دیئے۔ اب سالِ آیندہ میں اُس کے پاس دس یا بیس روپے اَور جمع ہو گئے تو باوّن روپے سے جس قدر رقم زائد ہے۔ اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں مگر ہاں جب یہ زائد رقم حدِّ نصاب یعنی پورے باوّن روپے تک پونہچ جائے اور پُورا سال بھی گزرے تو اُسے دو روپے دس آنے دینے ہوں گے ایک روپیہ پانچ آنے پہلے نصاب کے اور ایک روپیہ پانچ آنے اِس دوسرے نصاب کے۔ جو رقم نصاب سے کم ہوگی اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ الغرض زکوٰۃ کے ادا کرنے کی شرط ہے نصاب کا پُورا ہونا اور برس روز کا گزر جانا۔ اور جب یہ ہے تو نصاب کی کسر اور اسی طرح برس کی کسر پر زکوٰۃ نہیں۔ اور اِس میں شارع کی طرف سے بہت بڑی آسانی ہے چاندی اور سونے کا نصاب الگ الگ ہے جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا ہو اور اُس پر پُورا سال گزر جائے تو دو ماشے سونا یا اُس کی قیمت جو کچھ اُس وقت کے نرخ کے حساب سے پڑے دینا فرض ہے۔ اِس سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ زیور کی زکوٰۃ کے بارے میں مختلف حدیثیں آئی ہیں مگر قوی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زیور کی زکوٰۃ بھی چاندی سونے کی طرح دینی چاہیئے۔ البتہ پہننے کے کپڑوں میں رہنے کے مکان میں زکوٰۃ نہیں اگر اِس کا کسی پر قرضہ آتا ہو اور اُمید وصول کی ہو تو اُس پر زکوٰۃ واجب ہے اور جو وصول ہونے کی اُمید نہ ہو تو نہیں لیکن زکوٰۃ اُسی وقت ادا کی جائے جب قرضہ وصول ہو۔

جانوروں کی زکوٰۃ

جس کے پاس چالیس بکریاں ہوں اور اُن پر پُورا سال گزر جائے تو ایک بکری یا اُس کی قیمت زکوٰۃ میں دے دے ایک سو بیس تک یہی ایک بکری دینی ہوگی۔ ایک سو بیس سے آگے دو سو تک میں دو بکریاں اور دو سو سے تین سو تک میں تین پھر اِسی قیاس پر ہر سیکڑے میں ایک ایک بکری زیادہ کرتے جائیں۔ اور بیچ میں جس قدر بچے بڑھتے یا مرجائیں تو زکوٰۃ میں اُسی طرح کی

بیشی ہوتی جائے گی جس طرح نقدین میں ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ بکریوں کا نصاب چالیس راسیں ہیں جب ان پر پورا سال گزرے گا زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جنگل میں چرتی ہوں گھر میں کھڑی ہو کر کھائیں تو زکوٰۃ نہیں۔ بھینس گائے بیل پر تاوقتیکہ پورے تیس نہ ہوں زکوٰۃ فرض نہیں۔ پورے تیس ہو جائیں اور برس بھی گزرلے تو سال بھر کا ایک بچھڑا زکوٰۃ میں دینا فرض ہے اور چالیس ہوں تو دو برس کا۔ اونٹوں میں پانچ سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں تو چوبیس[۲۴] تک ہر پانچ میں ایک بکری دینی ہوگی پچیس[۲۵] سے پینتیس[۳۵] تک میں ایک اونٹنی جو دوسرے سال میں لگ گئی ہو پھر چھتیس سے پینتالیس[۴۵] تک میں وہ ایک اونٹنی جو دو سال پورے کرکے تیسرے میں شروع ہو۔ چھیالیس سے ساٹھ تک وہ اونٹنی جو چوتھے برس میں لگی ہو۔ اکسٹھ سے لگا کر پچھتر تک ایک اونٹنی جو پانچویں سال میں لگی ہو۔ چھہتر سے نوّے تک وہ دو اونٹنیاں جو دو سال پورے کرکے تیسرے میں لگی ہوں۔ اکیانویں[۹۱] سے ایک سو[۱۲۰] بیس تک میں دو اونٹنیاں جو چوتھے سال میں لگی ہوں۔ اور جب ایک سو بیس اونٹوں سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک اونٹنی جو دو سال بھر کر تیسرے سال میں لگی ہو اور ہر پچاس پر سالہ اونٹنی جو چوتھے سال میں لگی ہو۔ جانوروں میں زکوٰۃ اُسی وقت فرض ہوتی ہے جب وہ گھر میں نہ پلتے ہوں۔

کھیتی میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے جسے عُشر کہتے ہیں۔ بشرطیکہ اُس کی پیداواری برسات یا تالاب یا نہر کے پانی یا زمین کی تری سے ہو۔ اس صورت میں فرض کرو کہ کسی کے کھیت میں بیس مَن غلہ پیدا ہو تو اُس میں سے دسواں حصہ یعنی دو مَن غلہ زکوٰۃ میں دینا چاہیے۔ مگر جو کھیتی کنویں کے پانی سے ہوتی ہو۔ اُس میں صرف بیسواں حصہ زکوٰۃ کا دینا ہوگا۔ مثلاً بیس مَن غلہ پیدا ہو تو مَن بھر زکوٰۃ میں دیں۔ کھجور منقیٰ۔ گیہوں جو کا نصاب انگریزی وزن سے اکیس مَن ہے۔ اس سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں جب یہ چیزیں پورے اکیس مَن ہوں تو ان میں دسواں حصہ دینا ہوگا۔ شہد میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ ہندوستان میں باوجودیکہ سیکڑوں مسلمان مویشی اور باغات اور زراعت کے مالک ہیں۔ مگر وہ ان چیزوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے گویا ان چیزوں سے زکوٰۃ نکالنے کی رسم ہندوستان سے بالکل اُٹھ گئی بلکہ اب تو نقدین یعنی سونے روپے کی زکوٰۃ دینے کے بھی لالے پڑ گئے۔ فی صدی ایسے دو آدمی بھی نظر نہیں آتے جو حساب کے رُو سے اپنے موجودہ مال میں سے پوری اور کامل زکوٰۃ نکالتے ہوں۔

سواری کے گھوڑوں۔ خدمت کے غلاموں اور کام کاج کے گدھوں خچروں اور رہنے کے مکانوں اور کرائے کے جانوروں اور سبز ترکاریوں اور جواہرات اور موتیوں پر زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح یتیم اور دیوانے اور جو مال نصاب سے کم ہو یا اُس پر برس تمام نہ ہُوا ہو اور کار آمد کتابوں اور برتنوں اور گھر کے فرش فروش اور سامان آراستگی پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں یہ چیزیں تجارتی ہوں گی تو ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ حضرت کے عہد مبارک میں زکوٰۃ کا مال فقرا، مساکین زکوٰۃ وصول کرنے والوں نومسلموں حاجتمندوں کو دیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے جرمانے ادا کرنے اور دینی کاموں مثلاً مساجد و مدارس میں اور مسافروں کی امداد میں بھی صرف کرنا مناسب سمجھا جاتا تھا۔ مصارف زکوٰۃ کے بارے میں ایک جامع آیۂ قرآن میں یوں ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ

عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ۝ یعنی خیرات (کا مال) تو بس فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور اُن کارکنوں کا جو (مالِ) خیرات (کے وصول کرنے) پر (تعینات) ہیں اور اُن لوگوں کا جن کے دلوں کو پرچانا منظور ہے (ان مصارف میں مالِ خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے) اور (نیز قیدِ غلامی سے غلاموں کی) گردنوں (کے چھڑانے) میں اور قرضداروں (کے قرضے) میں اور (نیز) خدا کی راہ (یعنی مجاہدین کے سازوسامان) میں اور مسافروں (کے زادِ راہ) میں (یہ حقوق) اللہ کے ٹھیرائے ہوئے (ہیں) اور اللہ جاننے والا (اور) صاحب تدبیر ہے"۔ بہتر تو یہی ہے کہ اس قسم کے سب لوگوں کو جمع کر کے مالِ زکوٰۃ تقسیم کریں لیکن اگر ان میں سے ایک قسم کے ایک آدمی اور ایک مصرف میں بھی دیں گے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ✤

زکوٰۃ کے وصول کرنے والے اور مسافر گو اپنے گھروں میں مالدار ہو۔ تو بھی اُنہیں مالِ زکوٰۃ لینا جائز ہوتا ہے عورت اپنے مال کی زکوٰۃ محتاج خاوند اور مفلس بچوں کو دے تو بھی درست ہے مگر خاوند اپنی بی بی اور نابالغ بچّوں کو مالِ زکوٰۃ نہیں دے سکتا کیوں کہ اُن کا نان و نفقہ اُس کے ذمّے واجب ہے۔ دولتمند اور قوی اور روزگار پیشہ کو زکوٰۃ کا مال نہ دینا چاہیئے اگر پیشہ ور آدمی تندرست ہے مگر ہے مفلس لاچار تو اُسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس بستی کے تونگروں سے زکوٰۃ لی جائے وہیں کے فقراء پر تقسیم کر دی جائے۔ صاحبِ نصاب تونگر ہے اور فقیر وہ جو نصاب کا مالک نہ ہو۔ اور جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ مسکین ہے ✤

علماء کہتے ہیں کہ سیّدوں اور اُن کے لونڈی غلاموں کو زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ اور سیّدوں سے مراد ہیں بنی ہاشم یعنی آلِ عباس اور آلِ عقیل اور آلِ علی اور آلِ جعفر۔ اگر کسی محتاج کو صدقہ دیا جائے اور وہ اپنی طرف سے کسی بھوکے سیّد کو ہدیۃً پیش کر دے تو سیّد کو اُس کا لینا اور کھانا درست ہے۔ مالِ زکوٰۃ غریب مُسلمانوں کو دینا چاہیئے کافروں کو دینا درست نہیں۔ سوائے فاسق مُسلمانوں کو دینا جائز ہے جو شخص مستحق زکوٰۃ نہ ہو اُسے جانے بوجھے زکوٰۃ دی جائے گی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ بلکہ دوبارہ دینی پڑے گی۔ ہاں اگر ناواقفیت اور لاعلمی میں نامستحق کو زکوٰۃ دے گا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ چاہیئے کہ والدین کو مالِ زکوٰۃ میں سے کچھ نہ دیں بلکہ اَور طرح اُن کی خدمت کریں۔ اور جہاں تک بن پڑے سلوک سے پیش آئیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے اَنْتَ وَ مَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی تو اور تیرا مال باپ کے لیے ہے تو والدین کو محتاج سمجھ کر محتاجوں کی طرح دینا نہایت نالائقی اور دُوں ہمتی ہے۔ اور اس سے اُن کی تذلیل و تحقیر لازم آتی ہے ✤

یہ تمام مصارفِ زکوٰۃ[1] پہلے وقتوں میں جاری تھے۔ اب ان میں سے چار مصرف متروک ہیں۔ ایک وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا۔ یعنی وہ کارکن جو مالِ زکوٰۃ کے وصول کرنے پر تعینات تھے کیونکہ پیغمبر صاحبؐ اور اُن کے بعد خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کے عہد تک مالِ زکوٰۃ بیت المال میں جمع کیا جاتا تھا اور اس وجہ سے عاملین اور محصلین مالِ زکوٰۃ کے جمع کرنے اور وصول کرنے پر تعینات تھے۔ اور تعینات تھے تو اُن کی تنخواہیں اسی مد میں سے نکالی جاتی تھیں۔ لیکن جب خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کا دور دورہ ہوا تو اُنھوں نے مالِ زکوٰۃ بیت المال میں جمع کرنا موقوف کر دیا اور حکم دیا کہ لوگ بطورِ خود زکوٰۃ ادا کر دیا کریں۔ چنانچہ اس وقت تک یہی دستور جاری ہے یعنی لوگ بطورِ خود زکوٰۃ دیتے ہیں نہ کوئی بیت المال قائم ہے نہ اُس پر عاملین تعینات ہیں اور جب یہ نہیں تو عاملین مصرفِ زکوٰۃ بھی نہیں۔ دوسرے اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ یعنی وہ

[1] جو آیۂ انما الصدقات میں مذکور ہوئے ۱۲

نومسلم جن کے دل پرچانے منظور تھے۔ یہ لوگ ابتدائے اسلام میں مصرفِ زکوٰۃ سمجھے جاتے تھے۔ کیونکہ اُن دنوں اسلام ضعیف تھا اور لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کی سخت ضرورۃ تھی۔ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوتے تھے پیغمبر صاحبؐ اُن کی تالیفِ قلوب میں مالِ زکوٰۃ خرچ کرتے تھے۔ لیکن جب اسلام قوی ہوگیا تو نومسلموں کی تالیفِ قلوب میں مال صرف کرنے کی کوئی ضرورۃ نہیں رہی اور خدا نے صاف طور پر فرمادیا فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ یعنی خدا لوگوں کے ایمان وکفر سے بالکل بے پرواہ ہے۔ جس کا جی چاہے ایمان لائے جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔ تیسرے وَفِي الرِّقَابِ یعنی وہ لونڈی غلام جو قیدِ غلامی میں گرفتار ہوں۔ یہ لوگ بھی ہمارے ملک میں مصرفِ زکوٰۃ نہیں۔ کیونکہ حقیقۃ میں لونڈی غلام وہ ہیں جو لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوکر آئے ہوں اور جب سرے سے جہاد ہی نہیں رہا تو لونڈی غلام کہاں۔ چوتھے وَفِي سَبِيلِ اللهِ۔ اِس کا ظاہر اور متبادر محمل ہے مجاہدین۔ اور اِس زمانے میں جہاد ہوتا نہیں تو مجاہدین مصرفِ زکوٰۃ سے خارج۔

غرضکہ اِن چار گروہوں کے خارج ہوجانے کے بعد چار گروہ باقی رہے۔ فقرا ایک مساکین دو۔ غارمین تین۔ ابن السبیل چار۔ اور اب یہی لوگ مصارفِ زکوٰۃ ہیں اور بس۔ فقرا اور مساکین کے معنوں میں امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا اختلاف ہے۔ لیکن قولِ فیصل یہ ہے کہ شدید الحاجۃ مفلس کو فقیر اور قلیل الحاجۃ کو مسکین کہتے ہیں۔

عبادتوں میں نماز روزہ حج خالص حق اللہ ہیں اور اُن کا فائدہ یعنی اجر و ثواب صرف عبادۃ گزار کو پہنچتا ہے۔ ایک زکوٰۃ ایسی عبادۃ ہے کہ زکوٰۃ دہندہ کو اجر و ثواب جو کچھ ہوگا سو ہوگا سردست زکوٰۃ لینے والوں کو اِس سے مالی امداد ملتی ہے غرض فرض ہونے میں سب عبادتیں برابر ہیں۔ مگر زکوٰۃ کو زکوٰۃ لینے والوں کے لحاظ سے کل عبادتوں پر ترجیح ہے۔ بایں ہمہ اول تو مسلمانوں میں مالکانِ نصاب گھٹتے گھٹتے بہت تھوڑے رہ گئے ہیں اور جو ہیں خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ نہیں دیتے اور جو بادلِ ناخواستہ دیتے ہیں وہ مستحقین کے انتخاب اور مصرف کی تعیین میں احتیاط نہیں کرتے۔ اِن گئے گزرے وقتوں میں بھی مسلمانوں میں اتنا دم ہے کہ اگر زکوٰۃ کی رقم کو جتنی کچھ بھی ہے مفید طور پر خرچ کریں تو قوم کی حالۃ بہت کچھ بہتر ہوسکتی ہے مگر نصیحۃ سنتا ہی کون ہے۔ ہر ایک کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا ہے۔

زکوٰۃ ہے تو اصل میں حق العباد کیونکہ وہ مددِ خرچ کے طور پر حاجتمندوں کو دی جاتی ہے۔ بااینہمہ ہم نے زکوٰۃ کو حقوق اللہ میں رکھا اِس لیے کہ خدا کی طرف سے ادائے زکوٰۃ کی سخت تاکید ہے۔ اب یہی یہ بات کہ خدا کی طرف سے ادائے زکوٰۃ کی سخت تاکید ہوئی ہے سو تاکید اِس لیے ہے کہ قرآن اسلامی زندگی کا دستور العمل ہے اُس میں جتنی ہدایتیں ہیں اِس مطلب کے لیے ہیں کہ آدمی جو اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا ہے دنیا میں اشرف المخلوقات بن کر رہے۔ ضوابطِ الٰہی کی پابندی کے ساتھ موجوداتِ عالم پر حکمرانی کرے خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے شکرگزارانہ متمتع ہو نہ آپ تکلیف پائے نہ کسی دوسرے کو ستائے اور نہ دنیا کی چلتی گاڑی میں روڑے اٹکائے۔ غرض آسودہ اور مطمئن زندگی کرے۔ یہ سارے احکام اِس اعتبار سے کہ وہ آدمی کے مفاد کے لیے ہیں حق العبد ہیں اور اِس اعتبار سے کہ خدا نے انتظامِ دنیا کے لیے نافذ کیے ہیں حق اللہ ہیں۔

زکوٰۃ حاجتمندوں کا حق ہے مگر نہ ایسا کہ صاحبِ نصاب سے قرض کی طرح کوئی حاجتمند اُس کا مطالبہ کرسکے۔ پس صاحبِ نصاب خدا کے

ڈر سے کسی زکوٰۃ دے تو دے نہیں تو کون پوچھتا اور کون پوچھ سکتا ہی۔ وہی وقت اچھے تھے کہ آغاز اسلام میں تحصیل زکوٰۃ کا ایک محکمہ قائم تھا اور لوگوں سے حکماً زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی جیسے ہمارے وقتوں میں انگریز ٹیکس لیتے ہیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد سے شروع ہو کر حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ کی خلافۃ تک یہی دستور رہا۔ مگر کوڑی کوڑی پیسے پیسے کا حساب رکھنا تھا دقت طلب۔ اور علاوہ بریں عمری فتوحات کی وجہ سے مسلمانوں کی اچھی خاصی سلطنۃ قائم ہو گئی تھی اور بہت کچھ محاصل ہونے لگا تھا حضرۃ عثمان رضی اللہ عنہ نے اِس کو کوہ کندن و کاہ برآوردن سمجھ کر اِس دردِ سر کو موقوف اور تحصیل زکوٰۃ کے محکمے کو برخاست کر دیا +

جب حضرۃ عثمان رضی اللہ عنہ سے جو خلیفہ اور امیر المومنین بھی اپنے وقت کے بادشاہ تھے اِس جھٹکل حساب کا انتظام نہ ہو سکا اور اُنھوں نے تنگ دل ہو کر قِسم زکوٰۃ ہی کو حساب سے خارج کیا تو اب کیا ہو سکتا ہی جبکہ اسلام کی جھاڑو کا بندھن ٹوٹ کر ساری سینکیں بکھری ہوئی ہیں مسلمانوں کا کوئی سر دھرا نہیں۔ اُن میں ربط و ضبط اور اجتماعی حیثیۃ سے انتظام کی لیاقت نہیں۔ اِس حالۃ کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ زکوٰۃ کی سب سے زیادہ مٹی پلید ہی۔ سب سے پہلے تو نصاب میں ترمیم کی ضرورۃ ہی۔ اِس واسطے کہ نقد کی قیمت بہت گھٹ گئی ہی۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے روپے کے آٹھ آنے تو اب رہ گئے ہیں آیندہ کی خدا کو خبر ہی۔ مگر یہ ترمیم کریں نہ کریں مولوی جو منصب اجتہاد لیے بیٹھے ہیں۔ سو خدا نے اِن کو اِس قسم کے دل و دماغ ہی نہیں دیئے۔ ہر چند مسلمانوں میں سے تونگری روز بروز اُٹھتی چلی جاتی ہو الا ماشاء اللہ مگر ابھی تک بھی جس قدر ہی غنیمۃ ہی۔ اِسی کا مناسب طور پر انتظام کیا جائے تو طاعونِ افلاس کی شدۃ میں بہت کچھ کمی ہو سکتی ہی لیکن مصیبۃ تو یہ ہی ؎

کچھ اِس طرح کے ہضم بگڑے ہوئے ہیں　　کہ فاقے نہیں ہیں تو تخمے ہوئے ہیں

اپنی کمائی سے قومی دولۃ کو تو کیا خاک تِپھر بڑھائیں گے کسی کے پاس بزرگوں کے وقت کا کچھ بچا کھچا ہی بھی تو وہ اُس کو بے دریغ اُڑا رہا ہی۔ یہ نہیں کہ مسلمان دل کے تنگ ہیں۔ نہیں۔ بلکہ سچ پوچھو تو مُسرِف اور فضول خرچ اور ناعاقبۃ اندیش ہیں۔ خیر خیرات کرتے بھی ہیں تو ایسی بھونڈی طرح کہ گدھے کا کھایا پاپ نہ پُن۔ دیتے ہیں اُن کو جنھوں نے بے غیرتی کا ٹھیکرا آنکھوں پر رکھ لیا ہی۔ اور باوجودیکہ خیرات کا لینا اُنھیں حرام ہی مفت کا مال شیر مادر سمجھ کر ڈکوسے چلے جاتے ہیں اور جونک کی طرح لپٹے ہوئے قوم کا گاڑھا خون پڑے چوس رہے ہیں۔ ایسا دینا اور ایسوں کو دینا نیکی برباد گناہ لازم۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝[1] قوم میں کاہلی اور بے غیرتی بڑھتی چلی جا رہی ہو اِن بھک منگے فقیروں کو ناجائز بھیک کا جو کچھ گناہ ہوتا ہو سو ہوتا ہو عجب نہیں کہ صبح سویرے اندھیرے مُونھ جگا دینے کا کچھ نہ کچھ ثواب بھی ملتا ہو گا۔ ابھی آنکھ کھلنے نہیں پائی کہ اُنھوں نے دروازے پر آ دستک دی اور پھر جو تانتا شروع ہوا تو پہر رات گئے تک وا نہیں آنے پاتا۔ اور رمضان میں تو نمازِ تراویح اور سحری اور فقیروں کی صدائے بے ہنگام سے رات کا سونا حرام ہی۔ خیر ایک بلا تو اِن فقیروں کی ہی۔ اُس سے بڑھ چڑھ کر جوڑدار فقیر ہیں جو مسجدوں اور مدرسوں اور خانقاہوں

[1] اُس نے دنیا (بھی) کھوئی اور آخرۃ (بھی) صریح گھاٹا یہی (کہلاتا) ہی ۱۲

ہیں مولوی یا واعظ یا مشائخ چندیں شکل برائے اکل بگلا بھگت بنے ہوئے لوگوں کو ٹھگتے ہیں اور تعلیم دین اور ہدایۃ کی پوچھو تو سوائے انفاق فی سبیل اللہ کے دوسری بات نہیں۔ جس قوم پر اتنی بلائیں مسلط ہوں اُس کو برسوں کی برباد ہوتی ہوئی کل اور کل کی برباد ہوتی ہوئی آج برباد ہوئی سمجھو۔ زکوٰۃ کے متعلق ایک پیچیدہ بحث مصارفِ زکوٰۃ کی ہے خدا نے تو آیۃ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ اِلیٰ اٰخر میں زکوٰۃ کے مستحقوں کو قسم وار گنوا دیا ہے پیچیدگی آکر پڑی اس سے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقات کو خواہ از قسم زکوٰۃ ہوں یا از قسم خیر خیرات۔ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ آلِ ہاشم پر حرام کر رکھا تھا۔ ہاشم پیغمبر صاحب کے پرداوا تھے۔ اس طرح پر کہ آپ کے والد ماجد عبد اللہ۔ جدّ بزرگوار عبد المطّلب پرداداہاشم۔ ہاشم کے ایک فرزند عبد المطّلب۔ اِن کے فرزند ذکور دس۔ ابولہب جس کا دوسرا نام عبد العزیٰ اور جس کی شان میں سورہ لہب نازل ہوئی۔ عباس۔ حارث۔ زبیر۔ قثم۔ ضرار۔ حمزہ۔ حجل جس کا دوسرا نام مغیرہ۔ ابوطالب عبد اللہ۔ اِن میں ابولہب۔ زبیر۔ قثم۔ ضرار۔ حجل چھوڑ کر باقیوں پر اور اُن کی نسلوں پر صدقات کا لینا حرام ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ پیغمبر صاحب نے اپنے اور آلِ حارث اور آلِ عباس اور آلِ حمزہ اور آلِ ابوطالب پر صدقات کو کیوں حرام کیا تھا۔ لوگوں کی رائے تو یہ ہے کہ صدقات کا لینا ذلت کی بات ہے پیغمبر صاحب نے اس عار کو اپنے لیے اور اپنے اُن ہمجدیوں کے لیے جو اسلام لے آئے تھے گوارا نہیں فرمایا اور ہم کہتے ہیں کہ یہ سارا انتظام لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا[سلہ] کا ثابت کر دکھانا تھا۔ اگر پیغمبر صاحب صدقات کا دروازہ اپنے پر اور اپنے ہم جدیوں پر کھول دیتے تو یہ بھی ایک طرح پر تبلیغ رسالۃ کا اجر سمجھا جاتا۔ اگر یہ توجیہ ٹھیک ہے تو منع صدقات کا حکم موقّت حکم تھا اور جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ختم ہوگیا۔ اب نہ رسولِ خدا رہے نہ تبلیغ رسالۃ رہی نہ اجر کے طعن کا موقع باقی رہا۔ اِسلامی سلطنۃ پیغمبر صاحب کی زندگی ہی میں قائم ہو چکی تھی۔ خلفاء رضی اللہ عنہم کے عہد میں كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ[۵۲] ہوگئی۔ سلطنۃ نے تمام مسلمانوں کو مالا مال کر دیا۔ از انجملہ پیغمبر صاحب کے مسلمان ذوی القربےٰ کو بھی۔ غرض یہ لوگ پیغمبر صاحب کی زندگی میں لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا کی وجہ سے ممنوع الصدقات تھے پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد سے تا بقائے سلطنۃ یُسر وغنا کی وجہ سے۔ مگر اب کیا حال ہے نسبی فخر و فضیلۃ کو تو خود پیغمبر صاحب ہی ملیامیٹ کر گئے تھے اُن ہی کی زبان سے خدا نے کہلوایا تھا۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ[۵۳]۔ پھر جب آیۃ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو پیغمبر صاحب نے تمام قریشیوں کو جمع کر کے وعظ فرمایا چنانچہ صحیحین میں حضرۃ ابن عباس رضی سے روایۃ ہے کہ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتَّى اجْتَمَعُوْا فَقَالَ اَرَاَيْتَكُمْ لَوْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ

سلہ میں تم سے (اس تبلیغ رسالۃ پر) کوئی مزدوری تو مانگتا نہیں ۱۲ ۵۲ جیسے کھیتی کہ اس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس نے (غذائے نباتی کو ہوا اور مٹی سے جذب کر کے) اپنی اُس سوئی کو (قوی کیا چنانچہ وہ رفتہ رفتہ) موٹی ہوئی (یہاں تک کہ) آخر کار کھیتی اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی (اور اپنی سرسبزی سے) لگی کسانوں کو خوش کرنے (اور خدا نے اُن کو روز افزوں ترقی اس لیے (دی ہے) کہ اِن (کی ترقی) سے ترسا ترسا کر کافروں کو جلائے ۱۲

۵۳ لوگو! ہم نے تم (سب) کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورۃ (حوّا) سے پیدا کیا اور (پھر) تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھیرائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو (ورنہ) اللہ کے

خیلاً بالوادی تریدُ ان تغیر علیکم اکنتم مصدقی قالوا نعم ما جربنا علیک الا صدقا قال فانی
نذیر لکم بین یدی عذاب شدید قال ابو لہب تبًا لک یا محمد الہذا جمعتنا فنزلت تبت یدا ابی لہب
وتب۔ یعنی جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر
بطونِ قریش میں سے ہر ایک بطن کو اُس کا نام لے لے کر پکارنا شروع کیا کہ ای بنی فہر ای بنی عدی حتے کہ جب سب جمع ہو گئے
تو آپ نے فرمایا بھلا دیکھو تو اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر نکل کر تم کو غارت کرے گا تو کیا تم مجھے
سچا جانوگے؟ سب نے متفقہ الفاظ میں کہا کہ ہم نے تمہیں ہمیشہ سچا پایا ہی۔ فرمایا تو میں تمہیں اُس عذابِ سخت سے ڈراتا ہوں
جو آگے آتا ہی۔ اس پر ابولہب بول اُٹھا کہ محمد تجھے خرابی ہو کیا تو نے ہم کو اسی لیے جمع کیا تھا اُس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی
تبت یدا ابی لہب وتب۔ ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔ یعنی (جیسے ابولہب نے پیغمبر کو کوسا تھا اُلٹے) ابولہب
(ہی) کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (آپ ہی) ہلاک ہُوا نہ تو اُس کا مال ہی اُس کے کچھ کام آیا اور نہ اُس کی کمائی (نے
اُس کو کچھ فائدہ پونہچایا) مفسرین نے اِس آیۃ سے یہ بات نکالی ہی کہ خدا کی جناب میں صرف ایمان اور اعمالِ صالح کی پوچھ
ہوتی ہی وہاں نسب کچھ کام نہیں آتا جیسا کہ ابولہب کو پیغمبر صاحب کی قرابۃ مندی نے کچھ فائدہ نہیں پونہچایا یہی وجہ ہی
کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سب قرابتمندوں کو جتا بتا دیا تھا کہ جو کچھ مجھ سے لینا ہو دنیا ہی میں لے لو
میں خدا کے ہاں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتا چنانچہ آپ نے اپنی پیاری بیٹی بی بی فاطمہ اور پھوپی صفیہ تک سے کہہ دیا کہ
یا صفیۃ عمۃ رسول اللہ سلینی ما شئت لا اغنی عنک من اللہ شیئا یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار
سلینی ما شئت لا اغنی عنک من اللہ شیئا یعنی ای رسولِ خدا کی پھوپی صفیہ تم مجھ سے جو چاہو مانگ لو لیکن میں تم
سے عذابِ خدا کچھ بھی دفع نہیں کر سکتا۔ ای فاطمہ تو اپنے نفس کو عذابِ دوزخ سے بچالے دنیا میں مجھ سے جو چاہے مانگ
لے لیکن میں عذابِ خدا تجھ سے کچھ بھی دفع نہیں کر سکتا۔ کسی نے خوب کہا ہی۔ بندگی باید پیمبر زادگی درکار نیست۔

غرض اسلام نے ذات اور پیشے کے تمام امتیاز اٹھا دیے کہ شرافۃ کا مدار ایمان اور اعمالِ صالح پر رکھا تھا۔ چنانچہ
اسی قاعدے کی بنا پر جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش کو جو اُن کے رشتے کی پھوپی زاد بہن ہوتی
تھیں اپنے آزاد کیے ہوئے بردے زید بن حارثہ کے ساتھ بیاہ دیا تھا۔ یہ وہی زینب ہیں جو زید سے چھوٹ کر امہات المومنین
میں داخل ہوئیں یعنی خود پیغمبر صاحب کے نکاح میں آئیں اور اِن کے بارے میں قرآن کا ایک رکوع بھی نازل ہوا[۵]۔

[۵] سورۂ احزاب میں دو جگہ اس قسم کی آیتیں ہیں جن میں زید بن حارثہ اور حضرت زینب کا قصہ مذکور ہی۔ ہم دونوں مقاموں کی آیتیں
اس جگہ اس لیے لکھ دیتے ہیں تاکہ قصے کی اچھی طرح توضیح ہو جائے۔ پہلا مقام یہ ہی ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ وما جعل
ازواجکم الّٰئی تظٰہرون منہن امہٰتکم وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ذٰلکم قولکم بافواہکم واللہ یقول الحق
وھو یہدی السبیل ادعوھم لاٰبائہم ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اٰبائہم فاخوانکم فی الدین وموالیکم ولیس علیکم جناح فیما
اخطاتم بہ ولکن ما تعمدت قلوبکم وکان اللہ غفورا رحیما۔ یعنی اللہ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے اور نہ تم لوگوں کی
بیبیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں بنایا اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا۔ یہ تمہارے اپنے مونہ کی کہن ہی اور اللہ تو

(سورۂ احزاب ع ۱ پ ۲۱)

پیغمبر صاحب کے بعد اُن کی آل کے ساتھ مسلمانوں کے برتاؤ کو دیکھتے ہیں تو عقل حیران ہوتی ہے کہ ایک طرف تو وہ لوگ مسلمان تھے اور مسلمان بھی پیغمبر صاحب کا زمانہ دیکھے ہوئے مسلمان اِن لوگوں کے مقابلے میں ہم لوگوں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۷) حق بات فرماتا ہے اور وہی (لوگوں کو سیدھا) رستہ دکھاتا ہے ف۱ لے پالکوں کو اُن کے (حقیقی) باپوں کے نام سے بلایا کرو یہی بات اللہ کے نزدیک زیادہ قرینِ انصاف ہے پس اگر تم کو اُن کے باپ معلوم نہ ہوں تو تمہارے دینی بھائی اور (نیز) تمہارے (دینی) دوست ہیں (تو اُن ہی کے مناسبِ حال لفظوں ف۲ سے اُن کو بلایا کرو) اور تم سے اِس میں بھول چوک ہو جائے تو اِس میں تم پر کچھ گناہ نہیں مگر ہاں دل سے ارادہ کرکے ایسا کرو (تو البتہ گناہ کی بات ہے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۲

دوسرا مقام یہ ہے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۝ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ اور کسی مسلمان مرد اور کسی مسلمان عورۃ کو شایاں نہیں کہ جب اللہ اور اُس کا رسول (اُن کے بارے میں) کوئی بات ٹھیرا دیں (تو اپنی رائے کو دخل دیں اور) اُس بات میں اُن کا (اپنا) اختیار (باقی) رہے اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں پڑ چکا۔ اور (اے پیغمبر اُس بات کو یاد کرو کہ) جب تم اُس شخص کو سمجھاتے تھے (یعنے زید بن حارثہ کو) جس پر اللہ نے (اپنا) احسان کیا (کہ اُس کو اسلام کی توفیق دی) اور تم بھی اُس پر احسان کرتے رہے ف۳ کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر (اور اُس کو چھوڑ نہیں) اور تم اِس (بات) کو اپنے دل میں چھپاتے تھے ف۴ جس کو (آخر کار) اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم (اِس معاملے میں) لوگوں سے ڈرتے تھے اور خدا اِس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو۔ (بقیہ بر صفحہ ۱۸۹)

ف۱ اسلام سے پہلے عرب میں ایک طرح کی طلاق کا رواج تھا۔ جس کو ظِہار کہتے ہیں وہ اِس قسم کے الفاظ سے واقع ہوتی تھی کہ مرد نے عورۃ کو کہہ دیا کہ تیری پیٹھ مجھے اپنی ماں کی پیٹھ کی جگہ ہے جس کا مطلب یہ ہوتا کہ تو میری ماں کی جگہ ہے اتنا کہہ دینے سے عورۃ مرد سے چھوٹ جاتی تھی۔ اب بھی لوگوں سے اِس قسم کی نادانیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ مگر اسلام نے اِس کو طلاق نہیں مانا بلکہ اِس کا ایک کفّارہ ٹھیرا دیا ہے جس کی صراحۃ اٹھائیسویں پارے کی سورۂ مجادلہ میں ہے دوسری رسم لے پالک کی تھی اور اب بھی ہے کہ متبنّٰی کو تمام باتوں میں اصلی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے اِن دونوں رسموں کو یہ فرما کر اُٹھا دیا کہ کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ آدمی کی طرزِ خاص کا میلانِ طبیعۃ دو طرف نہیں ہو سکتا تو جو میلان آدمی کو اپنی ماں کی طرف ہوتا ہے اِس قسم کا میلان بی بی کی طرف کیوں ہونے لگا۔ پس اگر آدمی بی بی کو کہہ دے کہ تو میری ماں کی جگہ ہے۔ اِس سے بی بی ماں کی جگہ نہیں ہو جاتی ماں ماں ہی کی جگہ ہے اور بی بی۔ بی بی ہی کی جگہ۔ اِسی طرح غیر کے فرزند کو بیٹا بنا لینے سے وہ اصلی بیٹا نہیں ہو جاتا۔ پس اِس قسم کی باتیں خدا کے نزدیک معتبر نہیں۔ ہم نے اپنی کتاب محصنات کے لوح کے صفحے پر اِس آیۃ کا حاصلِ ترجمہ یوں نظم کر دیا ہے ؎ ہم معتقدِ دعویٔ باطل نہیں ہوتے + سینے میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے ۱۲

ف۲ مناسبِ حال لفظوں کا یہ مطلب ہے کہ مثلاً صاحبزادے یا میاں لڑکے یا اسی طرح کا کوئی اور لفظ کہہ کر بلانا ۱۲

ف۳ یعنے پالا پوسا پھر غلامی سے آزاد کیا اور اپنی پھوپی زاد بہن زینب اُس سے بیاہ دی ۱۲

ف۴ یعنے زید چھوڑ دے گا تو میں زینب سے نکاح پڑھا لوں گا ۱۲

اسلام تقلیدی اسلام ہیں وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۔ ہم سے کوئی مسلمان ہونے کی وجہ دریافت کرے تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے مسلمانوں کا سا نام رکھا گیا مسلمانوں میں پرورش پائی تو ہم موروثی مسلمان ہیں۔ اور وہ لوگ سمجھ بوجھ کر اسلام لائے تھے اور مجتہد مسلمان تھے نہ ہماری طرح مقلد اور اسی لیے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸) پھر جب زید اُس (عورت) سے بے تعلقی کر چکا (یعنی طلاق دے دی اور عدت کی مدت پوری ہوگئی) تو ہم نے تمہارے ساتھ اُس (عورت) کا نکاح کر دیا تاکہ (عام) مسلمانوں کے لے پالک جب اپنی بیبیوں سے بے تعلق ہو جائیں تو مسلمانوں کے لیے اُن (عورتوں) سے نکاح کر لینے میں (کسی طرح کی) تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے۔ اللہ نے پیغمبر کے لیے جو بات ٹھیرا دی ہو۔ اُس (کے کرنے) میں پیغمبر کے لیے کچھ مضایقے (کی بات) نہیں جو (پیغمبر) پہلے ہو چکے ہیں اُن میں (بھی یہی) عادتِ الٰہی (رہی) ہے (کہ اُن پر خدا نے نکاح کے بارے میں تنگی نہیں کی) اور خدا کے (جتنے کام (ہیں ایک امر) تقدیری (ہیں جو روزِ ازل سے) ٹھیرے ہوئے ہیں وہ اگلے پیغمبر (اس صفت کے تھے کہ) خدا کے پیغام (لوگوں کو) پہنچاتے اور خوفِ خدا رکھتے تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے (تو اے پیغمبر تم کیوں ڈرو) اور حساب (اعمال) کے لیے اللہ بس ہے (وہ سب سمجھ لے گا۔ لوگو! محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (تو زید کے کیوں ہوں) وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور (خطوں کی مُہر کی طرح سب) پیغمبروں کے آخر میں ہیں اور اللہ تمام چیزوں (کے حال) سے واقف ہے ف ؀

ف یہ واقعہ پیغمبر صاحب کی زندگی کے بڑے واقعات میں سے ہے بات یہ ہے کہ زینب بنت جحش پیغمبر صاحب صلعم کی پھوپی زاد بہن تھیں۔ ان کی والدہ کا نام اُمیمہ اور وہ بیٹی تھیں پیغمبر صاحب کے جدِ بزرگوار عبد المطلب کی۔ یہ تو زینب کا حال ہوا۔ دوسری طرف زید بن حارثہ تھے شریف زادے مگر بچپن میں اُن کو لوگ پکڑ کر لے گئے تھے اور اُس وقت دستور تھا اور اب تک بھی ہے کہ بچوں کو زبردستی پکڑ لے جاتے اور غلام بنا لیتے۔ ابھی جوان نہ ہوئے تھے کہ زید غلامی کی حالت میں بکتے بکتے آکر فروخت ہوئے۔ پیغمبر صاحب نے اُن کو خرید لیا اور آزاد کر کے اپنے پاس رکھا۔ اُنس بڑھتے بڑھتے پیغمبر صاحب نے اُن کو اپنا متبنّٰے کر لیا۔ اُس وقت تک متبنّٰے کے بارے میں کوئی حکم خدا کی طرف سے صادر نہیں ہوا تھا۔ اور متبنّٰی بیٹے کے ساتھ ہر طرح پر صلبی بیٹوں کی سی مدارات کی جاتی تھی۔ اور اب تک بھی ہندوستان کے مسلمانوں کا قریب قریب یہی حال ہے۔ زید پیغمبر صاحب کو بھی یہاں تک عزیز تھے کہ آپ نے زینب کے ساتھ اُن کا نکاح کر دیا اور زینب اُس وقت بھی اس نکاح سے ناخوش سی تھیں کیونکہ زید اگرچہ پیغمبر صاحب کے متبنّٰے کہلاتے تھے مگر تھے تو غلام آزاد۔ اور اس کے علاوہ شاید صورۃ کے اعتبار سے بھی زینب کی جوڑ نہ تھے۔ بہرکیف میاں بی بی میں موافقت نہ آئی۔ یہاں تک کہ زید زینب کے چھوڑنے پر آمادہ ہوئے۔ پیغمبر صاحب نے اُن کو بہتیرا سمجھایا لیکن جب طبیعتوں میں ناموافقت ہوتی ہے تو میاں بی بی کے تعلق میں لطف باقی نہیں رہتا۔ آخر زید نے زینب کو طلاق دے ہی دی۔ اب پیغمبر صاحب کو کئی مشکلیں پیش آئیں۔ سب سے پہلے زینب کی دلجوئی کہ اُن کو پیغمبر صاحب نے زید سے بیاہ دیا تھا اور وہ نکاح اُن کو ناگوار تھا اب اس پر طلاق کا دیا جانا یہ دوسری ناگواری اور اسی کی مقارن خدا کو منظور ہوا کہ متبنّٰے کی رسمِ بد بھی موقوف کی جائے۔ نہ یہ کہ لوگ لے پالک نہ بنائیں بلکہ لے پالک کو صلبی بیٹے کی طرح نہ سمجھیں اور نہ صلبی بیٹے کے سے اِن کے حقوق تسلیم کیے جائیں۔ اور جب ایک شخص دنیا میں کوئی اصلاح کرنی چاہتا ہے تو سب سے عمدہ تدبیر اُس اصلاح کے جاری کرنے کی یہ ہے کہ خود اُس پر عمل کر کے اپنا نمونہ دوسروں کو دکھائے۔ اب یہ موقع تھا کہ پیغمبر صاحب زینب سے خود نکاح کر لیں مگر معلوم تھا کہ متبنّٰے کی بی بی سے نکاح کرنا صلبی بیٹے کی بی بی سے نکاح کرنے کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ اگر پیغمبر صاحب زینب سے نکاح نہ کرتے تو زینب کی دلجوئی نہیں ہو سکتی تھی اور نہ متبنّٰے کی رسم کی اصلاح ہو سکتی تھی۔ لوگ یہ حُجّت کرتے کہ خود پیغمبر صاحب کو ایسا موقع ملا اور جو دوسروں سے کرانا چاہتے تھے آپ نے کیا۔ اور نکاح کرنے میں یہ قباحت تھی کہ رسمِ مروّجہ کے مطابق نہایت مکروہ الزام پیغمبر صاحب کے ذمے عائد ہوتا تھا بے شک پیغمبر صاحب بہ تقاضائے بشری اُس وقت بہت ہی متردّد ہوئے ہوں گے۔ مگر آخر کار اصلاح کا پہلو غالب رہا اور آپ نے خود زینب سے نکاح کر لیا اور کرنا چاہیئے تھا۔ اور اصلاح کے واسطے پیغمبر صاحب نے خود اپنا نمونہ دکھایا۔ تاکہ جو اسلام کا دعوے کرتا ہے متبنّٰے کے بارے میں ذرا نہ ہچکچائے اور متبنّٰے کو صلبی بیٹا نہ سمجھے ۱۲

ف ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا اور اُن ہی کے قدم بہ قدم ہم بھی ٹھیک رستے پر چلے جا رہے ہیں ۱۲

اسلام کی رسّی کو خوب مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے تھے۔ شاید نمازِ پنجگانہ میں کہ یہی اسلام کی ظاہری علامت ہو اُن کی ایک نماز بھی قضا نہ ہوتی ہوگی۔ اور نماز کے پابند تھے تو بہ تعمیلِ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ اور نیز لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی تشہد میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ بھی ضرور پڑھتے رہے ہوں گے اور اب تیرہ سو برس [۱۳۰۰] کے بعد آلِ پیغمبر میں کلام تو ہو کہ ہمارے وقتوں میں جو لوگ سیادۃ کے مدّعی ہیں آلِ پیغمبر ہیں یا نہیں مگر اُن وقتوں میں تو سب کو معلوم تھا کہ نسل کہو۔ آل کہو۔ اولاد کہو۔ ذوی القربےٰ کہو جو کچھ ہیں پیغمبر صاحب کے دو نواسے حسن و حسین ہیں رضی اللہ عنہما۔ پھر ان دو بزرگوں اور بزرگ زادوں اور نہ صرف بزرگ زادوں بلکہ پیغمبر زادوں کے ساتھ اسی پیغمبر کی اُمّت نے جو سلوک کیا آج تک اُس کا ماتم کیا جا رہا ہے قطعہ

اَتَرْجُوْ اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا	شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ
فَلَا وَاللّٰہِ لَیْسَ لَھُمْ شَفِیْعٌ	وَّھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِی الْعَذَابِ

امام حسینؓ کی مظلومانہ شہادۃ کچھ فوری مخالفۃ کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ یہ آگ پیغمبر صاحب کی زندگی ہی میں سلگنی شروع ہوئی حضرۃ علی کرّم اللہ وجہہٗ نے پیغمبر صاحب کی وفاۃ ہی کے بعد اُن چند در چند خصوصیتوں کی وجہ سے جو اُن کو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور وہ اپنی ذات سے بھی بڑے بہادر اور بڑے خطیب تھے خلافۃ کی توقّع کی ہوگی مگر وہ اُن کی تقدیر میں نہ تھی۔ چوتھے نمبر پر اُن کی باری آئی تو امیر معاویہ نے اُن کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اُن کی جگہ برائے نام امام حسنؓ ہوئے تو وہ معاویہ کی مقاومۃ نہ کر سکے اور خون خرابے سے ڈر کر خلافۃ سے دست بردار ہو گئے۔ اِن کے بعد امام حسینؓ نے خلافِ مصلحۃ دعوےٰ کیا تو اُس کا خمیازہ بھگتا کہ اُن کی جانِ گرامی گئی سو گئی آلِ پیغمبر کا رہا سہا ادب بھی اُٹھ گیا۔ پھر تو باطمینان بنی امیہ خلافۃ پر مسلّط ہوئے اور اُن کی سلطنۃ کا سارا زمانہ نسلِ پیغمبر کی توہین اور تحقیر اور تذلیل اور بیخ کنی میں گزرا۔ بنی عباس کی حکومۃ کے زمانے میں یہ لوگ کچھ پنپ چلے تھے سو بھی آلِ پیغمبر ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ خلفائے وقت کے ہمجدّی ہونے کی وجہ سے عباسیوں کی سلطنۃ کے زوال کے بعد پھر قدیمی کس مپرسی میں پڑ گئے۔ اب اِن میں سے دولۃ یا لیاقۃ کی وجہ سے بین الاقران کوئی جاہ پیدا کرے تو کرے آلِ پیغمبر ہونا تو کچھ امتیاز کی بات نہیں۔ سیّد کا لقب بھی اِن لوگوں نے ہندوستان میں اختیار کر لیا ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حسنینؓ کی شان میں سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فرمایا ہے ورنہ حدیث اور فقہ اور تاریخ میں لفظ سیّد کا کوئی آدھ ماخذ بھی نہیں پایا جاتا اور یوں زبانِ عرب میں تعظیمًا سبھی کو سیّد کہہ دیا کرتے ہیں شکر ہے کہ مسلمانوں میں ہندوؤں کی طرح کا تفرقہ تو ہی نہیں کہ ایک جتھے کا آدمی دوسرے جتھے میں شادی بیاہ نہ کرے اُن کے ساتھ کھائے پیئے نہیں مگر ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ہند کے مسلمانوں نے بھی نسب و پیشوں کے لحاظ سے ذاتیں بنا رکھی ہیں اور شادی بیاہ میں حتی الوسع کفو کا لحاظ کرتے ہیں ممنوع الصدقات تو تمام بنی ہاشم ہیں مگر ہندوستان میں صرف بنی فاطمہ سیّد سمجھے جاتے ہیں اور اِن کو ادعائی فخرِ نسب نے تباہ کر رکھا ہے ممنوع الصدقات ہونا اِن کے حق میں مرتے کو مارے شاہ مدار ہے یا مرے پر سو دُرّے ✤

[۵۱] اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے رہتے ہیں تو مسلمانو! (تم بھی) پیغمبر پر درود اور سلام بھیجتے رہو ۱۲ [۵۲] کیا جس گروہ نے حسینؓ کو قتل کیا وہ اُن کے نانا کی شفاعۃ کے قیامۃ کے روز امیدوار ہیں؟ خدا کی قسم وہ اُن کے شفیع نہ ہوں گے بلکہ قیامۃ کے دن عذاب میں گرفتار ہوں گے ۱۲

حج

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ
فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا
رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَمَنْ
كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ
فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ
فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ف فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى
الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ
يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ
اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ
لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ

اور (مسلمانو!) اللہ کے لیے حج اور عمرے (کی نیۃ کرلی ہو تو اُس) کو پُورا کرو اور اگر (راہ میں کہیں) گھِر جاؤ تو قربانی (کردو) جیسی کچھ میسّر آئے اور جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ لگ جائے اپنا سر مُنڈواؤ اور جو تم میں بیمار ہو یا سر کی طرف سے اُسے (کسی طرح کی) تکلیف ہو تو (بال اُتروا دینے کا) بدلہ روزے یا خیرات یا قربانی پھر جب تمہاری خاطر جمع (یعنی عذر رفع) ہو جائے تو جو کوئی عمرے کو حج سے مِلا کر فائدہ اُٹھانا چاہے تو (اُس کو) قربانی (کرنی ہوگی) جیسی کچھ میسّر آئے اور جس کو (قربانی) میسر نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں (رکھ لے) اور سات جب واپس آؤ یہ پُورا دہا ہوا یہ (حکم) اُس کے لیے ہی جس کا گھر بار مکے میں نہ ہو ف۱ اور اللہ سے ڈرو اور جانے رہو کہ اللہ کا عذاب سخت ہو ف۲ حج (کے تو خاص) مہینے (ہیں جو سب کو) معلوم ہیں ف۳ تو جو شخص

ف۱ قرآن میں لفظ المسجد الحرام واقع ہی جس کا مصداق وہ مسجد ہی جس کے اندر خانۂ کعبہ واقع ہی لیکن بعض کے نزدیک تمام حرمِ مکہ مراد ہی اور بعض کے نزدیک خاص شہر مکہ چنانچہ ہم نے شہر مکہ ہی ترجمہ کیا ہی کہ اُس کو مسجدِ حرام سے زیادہ قربۃ ہی ۱۲ ف۲ ان آیتوں کا مطلب سمجھنے کے لیے حج اور عمرے کے ارکان و آداب کا جاننا ضرور ہی حج تو یہ ہی کہ احرام باندھا عرفے کے دن عرفات جا حاضر ہوئے وہاں سے فارغ ہو کر لوٹتے تو رات رہے مزدلفہ میں جس کو مشعر الحرام بھی کہتے ہیں۔ اگلے دن عید کی صبح منا میں جا کر کنکر پھینکے۔ بال اُتروا کر احرام اتار دیا۔ پھر آ کر طواف کعبہ کیا۔ صفا مروہ کے درمیان دَوڑے۔ پھر دوبارہ منا میں جا کر تین دن یا دو دن رہے اور ہر روز کنکریاں پھینکا کیے پھر لوٹ کر خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور رخصت ہوئے۔ اور عمرہ یہ ہی کہ جب چاہا احرام باندھا کعبے کا طواف کیا۔ اور صفا اور مروہ کے درمیان دَوڑے اور بال اُتروا کر احرام اُتار دیا۔ حج ہو یا عمرہ کسی میں قربانی کرنی نہیں پڑتی۔ مگر ہاں چار صورتوں میں ایک یہ کہ حج یا عمرے کے لیے گئے تھے۔ راہ میں کسی عذر بیماری یا خوفِ دشمن وغیرہ سے رُک گئے تو اُس کی تلافی قربانی سے کرنی پڑتی ہی یعنی جہاں رُکے وہیں قربانی کرلی کہ قربانی کے ٹھکانے لگنے سے یہی مراد ہی جیسا کہ پیغمبر صاحب نے کیا تھا کہ مدینے سے عمرے کے لیے حدیبیہ پہنچنے پائے تھے کہ کافروں نے مکے آنے کی مناہی کردی پیغمبر صاحب اپنے ہمراہیوں سمیت وہیں ٹھیرے رہے اور قربانیاں کرکے سب نے احرام اُتار دیے دوسری صورۃ یہ ہی کہ مثلاً بالوں میں جوئیں پڑ گئیں یا سر میں پھوڑے پھنسیاں ہیں یا اور کسی قسم کا روگ ہو (بقیہ برصفحہ ۱۹۲)

(بقیہ برصفحہ ۱۹۲)

فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ۗ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۝ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ

ان مہینوں میں حج کی ٹھان لے تو (احرام باندھنے سے آخر تک حج (کے دنوں) میں نہ شہوۃ کی کوئی بات (کرے) اور نہ گناہ کی اور نہ جھگڑے کی اور نیکی کا کوئی سا کام بھی کرو وہ خدا کو (اسی وقت) معلوم ہو جائے گا۔ اور (حج کے جانے سے پہلے) زادِ راہ (بہم پہنچا) لو کہ بہترین زادِ (راہ) پرہیزگاری ہے (از انجملہ یہ کہ مانگے نہیں جڑائے نہیں) اور عقل والو! (اصل پرہیزگاری یہ ہے کہ) ہم سے ڈرتے رہو ف (حج کے شمول میں) تم اپنے پروردگار کا فضل (مثلاً تجارۃ سے کوئی مالی فائدہ) حاصل کرنا چاہو تو (اس میں تم پر) کچھ گناہ نہیں۔ پھر جب عرفات سے لوٹو تو مشعر الحرام (یعنے مزدلفہ) میں ٹھیر کر خدا کی یاد کرو اور اُس کی یاد (بھی) کرو (تو) اُس طریقے پر جو خدا نے (پیغمبر کے ذریعے سے) تم کو بتایا ہے ف اور اس سے پہلے تو تم گمراہوں میں تھے (یعنی عبادۃ کے طریقے بھی نہیں

(بقیہ صفحہ ۱۹۱) اور بالوں کا فی الفور اُتروا دینا ضرور ہو تو اس صورۃ میں بالوں کے اُتروا دینے کی اجازت ہے مگر قربانی دینی آئے گی اور قربانی نہ کرے تو تین روزے رکھ لے یا روزوں کے بدلے چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ تیسری صورۃ یہ ہے کہ ایک شخص ایک ہی سفر میں عمرہ اور حج دونوں کا ثواب لینا چاہتا ہے جیسا کہ دُور کے رہنے والے جن کو بار بار مکے جانے کا موقع نہیں ملتا کیا کرتے ہیں لیکن ایک ساتھ دو عبادتوں کے جمع کرنے سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ عبادۃ کو بار سمجھ کر اُس کو ٹالنا چاہتا ہے اور اسی لیے مکے کے رہنے والوں کو ایسا کرنے کی سخت ممانعت ہے جیسا کہ لفظ شَدِيدُ الْعِقَابِ سے مفہوم ہوتا ہے تو باہر والے جو بہ ضرورۃ عمرہ اور حج دونوں کو جمع کریں اُن کو قربانی دینی چاہیئے۔ اور جس کو قربانی میسر نہ ہو دس دن کے روزے۔ کیونکہ اصل عمرہ اور اصل حج تو یہ تھا کہ الگ الگ کیے جائیں اور ہر ایک کے لیے جدا جدا اہتمام ہو چوتھی صورۃ یہ ہے کہ جن باتوں کی حالۃ احرام میں مناہی ہے جیسے شکار کرنا خوشبو لگانا۔ سر ڈھانکنا۔ بدن کے بال منڈوانے۔ ناخن لینے۔ مگر عورۃ کو سر کا ڈھانکنا جائز ہے۔ مونہ کا نہیں پھر اگر ان میں سے کوئی حرکۃ کر بیٹھا تو اس کا تاوان بھی بقول فقہا قربانی ہے۔ شکار کرنے سے جو تاوان قربانی دینا آتا ہے اُس کا بیان ساتویں پارے کے تیسرے رکوع میں ہے[۱۲]

ف یعنے شوال و ذیقعد اور ذی الحجہ کے دس دن کہ حج کے لیے احرام باندھنا شوال سے پہلے درست نہیں ۱۲

سلہ شکار کرنے سے جو تاوان یعنی قربانی دینی پڑتی ہے اُس کا بیان تو قرآن کی ذیل کی آیہ میں موجود ہے اور خوشبو لگانے۔ سر ڈھانکنے۔ بدن کے بال منڈوانے۔ ناخن لینے سے جو تاوان قربانی دینا آتا ہے وہ فقہی روایتوں سے ثابت ہے جیسا کہ آپ بھی آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ مسلمانو! جب تم احرام کی حالۃ میں ہو شکار نہ مارو اور جو کوئی تم میں سے جان بوجھ کر شکار مارے گا تو جیسے جانور کو مارا ہے اُس کے بدلے چارپایوں میں سے اُسی سے ملتا ہوا (جانور) جو تم میں کے دو منصف ٹھیرا دیں (اُس کو) دینا پڑے گا (اور یہ) نیاز کعبے پہنچائی جائے یا کفارہ (یعنی اُس کی قیمت میں جتنے) محتاجوں (کی گنجایش ہو اُن) کا کھانا یا مسکینوں کی گنتی کے برابر روزے تا کہ اپنے کیے کی سزا (کا مزہ) چکھے جو ہو چکا اُس سے تو خدا نے درگزر کیا اور جو پھر (ایسا کام) کرے گا تو اللہ اُس سے (نافرمانی کا) بدلہ لے گا اور اللہ زبردست (اور) بدلہ لینے والا (بھی) ہے ۱۲

(فوائد صفحہ ھذا) ف۱ اسلام سے پہلے تو لوگ بھیک مانگ کر حج کرنے کو بڑا ثواب سمجھتے تھے مقدور ہوتے ساتے زادِ راہ نہ لیتے اور لوگوں کو دق کرتے اب بھی ہزاروں آدمی جن کو مقدور نہیں بھیک کے بھروسے پر بے سامان محض حج کو نکل کھڑے ہوتے ہیں بس زادِ راہ لینے کی تاکید بڑی مفید ہدایۃ ہے اور مسلمانوں کو اس کی طرف پوری توجہ کرنی چاہیئے ۱۲ ف۲ پیغمبر صاحب نے تو جیسا کہ ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے یہ کیا تھا کہ مزدلفے پہنچ کر ایک اذان اور دو اقامۃ سے مغرب اور عشاء دو کی

نمازیں پڑھیں پھر لیٹ رہے صبح ہوئی تو اذان اور اقامۃ سے صبح کی نماز پڑھی۔ پھر اپنی اونٹنی قصوا پر سوار ہو کر قزح پہاڑ پاس جو مزدلفے کے میدان میں واقع ہے آئے اور رو بقبلہ ہو کر

النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاۗءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (البقرہ ع ۲۵ پارہ ۲)

اور لوگ چلیں تم بھی وہیں سے چلو اور اللہ سے (گناہوں کی) مغفرۃ چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف پھر جب اپنے حج کے ارکان تمام کر چکو تو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کے ذکر میں لگ جاتے تھے (اس کو چھوڑ کر) اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خدا کی یاد میں مشغول ہو جاؤ پھر لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار (جو کچھ) ہم کو (دینا ہے) دنیا میں دے (چنانچہ ان کو دنیا مل بھی جاتی ہے) اور آخرۃ میں ان کا کچھ حصہ نہیں اور لوگوں میں سے کچھ ایسے (بھی) ہیں جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی خیر و برکۃ دے اور آخرۃ میں بھی خیر و برکۃ دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا ہی یہی (وہ لوگ) ہیں جن کو (آخرۃ میں) ان کے کیے کا حصہ (یعنی ثواب ملنا) ہے اور اللہ تو پھٹکے بھر میں (سب کا) حساب کرنے والا ہے +

من المترجم - آدمی آدمی کمبخت بات بات میں ایک دوسرے سے لڑے مرتے ہیں ورنہ خدا نے تو دنیا کا انتظام ان کے اتفاق و اتحاد اور ایک دوسرے کی اعانۃ و امداد پر مبنی کیا ہے اور اس کا پتہ ہم کو تمام ادیان سے ملتا ہے۔ خاص کر دین اسلام سے دین اسلام کے جتنے بھی احکام ہیں سب کی غرض و غایۃ وہی لوگوں کا اتفاق و اتحاد ہے۔ اور ایک دوسرے کی اعانۃ و امداد یہی کہ اسلامی عبادات میں بھی اسی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ تے دے کر اسلامی عبادات چار ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ ان میں سے زکوٰۃ تو صاف ابنائے جنس کی اعانۃ و امداد ہے۔ کیونکہ مسکینوں اور حاجتمندوں کو دی جاتی ہے۔ روزہ بھی ابنائے جنس کی اعانۃ و امداد کا پہلو لیے ہوئے ہے۔ اول تو رمضان کے مہینے میں اور پھر عید کی تقریب پر ہر ایک مسلمان اپنے اہل و عیال پر جی کھول کر خرچ کرتا ہے اور خیرات بھی زیادہ تر رمضان ہی میں کی جاتی ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ یوں تو آپ مصارف خیر میں ہمیشہ بے دریغ خرچ کرتے ہی رہتے تھے رمضان میں تو بلا مبالغہ داد و دہش کی آندھی سی چل جاتی تھی دوسرے روزے سے فاقے کی قدر آتی ہے۔ اور غالباً دل میں فاقہ زدوں کی اعانۃ و امداد کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور اکثر صورتوں میں تحریک کچھ کر گزرتی ہے۔ مالی امداد کے اعتبار سے حج روزوں سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ حاجی مکے مدینے جا کر ساری عمر کی کسر نکال آتے ہیں۔ اور چونکہ حج کے ساتھ تجارۃ کی بھی اجازۃ ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ بہت لوگ تجارۃ سے آپ بھی منتفع ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی فائدہ پونہچاتے ہیں۔ چہار گانہ عبادات میں ایک نماز ہے جس میں

ف ۱ مکے کے رہنے والے عرفات میں جا کر نہیں ٹھیرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم عین حرم کے رہنے والے ہیں حرم کی حد کے باہر کیوں جائیں۔ حالانکہ عرفات میں ٹھیرنا حج کا رکن اعظم ہے تو اور لوگ تو تو ٹلیوں کو عرفات سے چلتے اور یہ لوگ سرحد حرم سے جہاں ٹھیرتے تھے خدا نے اس غلط فہمی کی اصلاح فرما دی ۱۲

نفع رسانی خلائق کی کوئی بات دکھائی نہیں دیتی تو یہ ہماری سمجھ کا قصور ہی ورنہ نماز تمام نیکیوں کی جڑ ہی۔ اس لیے کہ وہ دن
رات میں پانچ بار خدا کی یاد دہانی کرتی ہی وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ حج میں بھی شروع سے آخر تک گویا ہمہ وقت ذکرِ خدا ہی۔ اسلام
نے عبادۃ کے نئے طریقے ایجاد نہیں کیے۔ ہاں اُن میں کچھ یوں ہی سا ردّ و بدل ضرور کر دیا ہی۔ اب یہی حج ہی کہ اس میں
جتنی رسمیں ہیں ذکر اللہ سے قطع نظر سب میں عبادۃ کی شان ہی۔ احرام ہی تو وہ فقیروں کی سی شکل بنانا ہی۔ طواف ہی تو اُس
گھر پر قربان ہونا ہی جو روے زمین پر سب سے پہلے خدائے وحدہ لاشریک لہ کے نام پر بنایا گیا۔ عرفات میں جاکر ٹھیرنا ہی تو وہ
بعینہ ایسا ہی جیسے عیدین یا استسقا کی نماز کے لیے جنگل میں جاکر خدا سے دعائیں مانگتے ہیں۔ مکّے کے قریب صفا اور مروہ
جو دو پہاڑیاں ہیں اور اُن میں دوڑتے ہیں تو یہ دوڑنا بھی ایک طرح کا طواف ہی اور اُس قابلِ یادگار واقعے کی یاد کا تازہ کرنا ہی
کہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام نے جو ابو الانبیا کہلاتے اور جن کو سب اہل کتاب بالاتفاق مانتے ہیں اور جنھوں نے بُت تراش
کے گھر پیدا ہوکر بتقاضاے فطرۃ توحید کا رستہ اختیار کیا اور اس سچے عقیدے کے بانی بنے خانۂ کعبہ بنا کر اپنے فرزند اسمٰعیلؑ
اور اُن کی والدہ ہاجرہؓ کو اُسی کے پاس اِس اُمید سے لا بٹھایا کہ اس غیر آباد جگہ میں اسمٰعیلؑ کی نسل پھیلے اور کوہستانِ عرب خداے
واحد کی پرستش کی آواز سے گونج اُٹھے۔ اچھا تو ابراہیمؑ اہل و عیال کو متوکلاً علی اللہ بے سر و سامان چھوڑ کر چلے گئے
تھے۔ ہاجرہ پانی کی جستجو میں ان ہی دو پہاڑیوں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑی دوڑی پھریں۔ سعی بین الصفا والمروہ
اسی دوڑنے کی نقل ہی۔ اب ایک ہی کنکریوں کا پھینکنا تو یہ روایۃ بیان کی گئی ہی کہ ابراہیمؑ نے تین روز متواتر خواب
میں اسمٰعیل کا ذبح کرنا دیکھا چونکہ پیغمبر کا خواب بھی ایک قسم کی وحی ہوتا ہی ہر مرتبہ ابراہیم علیہ السلام تعمیلِ حکم کی آمادگی کرتے
شیطان بہکاتا اور یہ اُس کو کنکریاں پھینک کر بھگاتے۔ لیکن آج کل کے انگریزی خواں تو ایسی روایتوں کو حسنِ اسلام کو
چٹکیوں میں اُڑاتے ہیں وہ سرے سے شیطان ہی کے قائل نہیں۔ پھر اس کا ابراہیم کو بہکانا اور ابراہیم کا اس کو کنکر مارنا
اُن کے لیے استہزا اور تمسخر کا پورا سامان ہی۔ تو عجب نہیں کہ یہ رمیِ جمار بھی سعی بین الصفا والمروہ کی طرح ہاجرہ کا فعل ہو اور
اُنھوں نے اسمٰعیل کی حفاظۃ کی نظر سے موذی جانوروں کے ہنکانے اور بدکانے کو پتھر پھینکے ہوں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حج اسلام کا پانچواں رکن ہی اور اس کے مشروع کرنے میں شارع کو جن مصلحتوں کا لحاظ مدّنظر ہی وہ چند امور
ہیں گویا یہی امور فرضیتِ حج کے باعث ہیں **ازانجملہ** تعظیم بیت اللہ ہی کیونکہ یہ شعائرِ الٰہی میں سے ہی اور اُس کی تعظیم عین
خدا کی تعظیم ہی **ازانجملہ** ہر ملّۃ و دولۃ کے لیے ایک دن اجتماع کا ہوتا ہی جس میں اُس ملّۃ و دولۃ کے تمام ادنےٰ اعلیٰ چھوٹے
بڑے موجود ہوتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ لوگ باہم ایک دوسرے سے تعارف پیدا کریں اور ملّۃ کے احکام سیکھیں مسلمانوں کے
جمع ہونے کے لیے خدا نے یہ دن مقرر کیا ہی جس میں اُن کی شوکۃ اُن کے دین کی عزۃ اُن کا رعب و دبدبہ ظاہر ہوتا ہی **ازانجملہ**
حضرۃ ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کا جو طریقہ لوگوں میں ایک عرصے سے چلا آتا ہی اُس کی موافقۃ حاصل ہو کیونکہ حضرۃ ابراہیم
اور اُن کے فرزند رشید حضرۃ اسمٰعیل دونوں ملّۃ حنیفیہ کے مقتدا اور عرب کے لیے اُس کے احکام مقرر کرنے والے تھے اور
آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثۃ سے خدا کو اسی ملّۃ کا ظاہر کرنا اور اسے تمام ملتوں پر غالب کرنا منظور تھا اور جب یہ ہی تو
ملّۃِ حنیفیہ کے اماموں اور پیشواؤں سے جو طریقہ جاری ہوا ہو اُس کی محافظۃ لازمی اور ضروری بات ہی اور یہی معنے میں

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اِس حدیث کے قِفُوا عَلٰی مَشَاعِرِکُمْ فَاِنَّکُمْ عَلٰی اِرْثٍ مِّنْ اِرْثِ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ ـ یعنی تم اپنے مراسم پر قیام کرو کیونکہ تمھارے باپ ابراہیم کے ورثہ میں سے تم کو ورثہ پونہچا ہے" **از انجملہ** یہ اسلام سے پہلے اہلِ جاہلیۃ بھی حج کیا کرتے تھے ـ اور حج کو اصولِ دین سمجھتے تھے لیکن اُنھوں نے اُس میں بہت سی ایسی باتیں اپنی طرف سے ملادی تھیں جن کا پتہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کی شریعۃ میں نہیں لگتا تھا مثلاً اِساف ونائلہ جو مرد و عورۃ کی شکل کے دو بُت تھے اور طاغیہ جو مشرکین مکہ کا بڑا بُت تھا ان کے لیے احرام باندھتے اور تلبیہ میں لَاشَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ کہتے تھے اور یہ باتیں اِس قسم کی تھیں جن سے لوگوں کو باز رکھنا ضرور تھا اور نہایت ضرور تھا علاوہ بریں اہلِ مکہ میں عُجب ـ خود پسندی ـ بے جا فخر ـ حمیۃ ـ تعصب اِس قدر بڑھ گیا تھا کہ اُن کی کوئی عبادۃ خاص کر عبادۃ حج اِن باتوں سے خالی نہیں ہوتی تھی ـ لہٰذا ضرور ہوا کہ شریعۃ محمدیہ میں جو خاتم الشرائع ہے حج فرض کیا جائے اور لوگوں کو اُن اُمور کی تعلیم دی جائے جن سے حق و باطل جو ایک عرصہ دراز سے گھی کھچڑی کی طرح گڈمڈ ہو رہے تھے ایک دوسرے سے جُدا اور ممتاز ہو جائے اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے چنانچہ پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم نے اہلِ جاہلیۃ کی تمام بدعتوں اور قبیح رسموں کو مٹا کر حج پر عبادۃ خاص کا رنگ چڑھایا اور جو باتیں اہلِ جاہلیۃ کی عادات میں دخل ہو کر مرکوزِ خاطر ہو گئی تھیں نہایت عمدگی اور خوبصورتی کے ساتھ اُن کا قلع قمع کر دیا ـ ابراہیمی شریعۃ کے مردہ قالب میں نئی اور تازہ روح پھونکی ـ اور شعائر اللہ جیسے کے تیسے اپنی اصلی حالۃ پر لوٹ آئے +

الغرض مسلمان کو ساری عمر میں ایک دفعہ اور صرف ایک دفعہ حج کرنا فرض ہے تو جسے خدا توفیق دے اور رستے کھلے ہوئے ہوں ـ امن و امان سے سفر کر سکتا ہو ـ زاد و راحلہ پاس ہو ـ آمد و رفت اور وہاں کی ضروریات اور حج سے واپس آنے تک اہل و عیال کے کھانے پینے کے لیے خرچ بات کافی موجود ہو اُسے چاہیئے کہ خدا کا فرض جان کر حج ادا کرے ـ کوئی شخص بہت ضعیف اور بوڑھا ہو اور سفرِ حج کا تحمل نہ کر سکتا ہو اُس کی طرف سے اُس کا کوئی رشتے دار حج کر سکتا ہے ـ جو شخص ہوتے ساتے حج کے لیے نہ جائے وہ خدا کا سخت گنہگار اور مجرم ہے ـ خدا بندوں کی تمام عبادتوں سے اور اُن ہی میں سے حج بھی ہے محض بے پروا اور مستغنی ہے ـ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ عبادات و شرائع کے مقرر کرنے میں کچھ بندوں ہی کا فائدہ ہے نہ خدا کا +

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے خدا کے واسطے صرف خدا کے واسطے حج کیا اور حالتِ حج میں نہ تو کسی سے لڑا ہے نہ جھگڑا ٹنٹا ہے کیا نہ عورتوں کی طرف میل و رغبت ہی کی تو وہ حج سے ایسا پھر اور گناہوں کی نجاستہ سے ایسا پاک ہوا گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا +

حج کرنے کی تین صورتیں ہیں اور تینوں کے نام اور احکام علیحدہ علیحدہ ہیں ایک یہ کہ حج اور عمرے کی ایک ساتھ نیۃ کرے اور اسے **قران** کہتے ہیں ـ اس کے احکام یہ ہیں میقات سے حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھنا اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ بِحَجَّۃٍ وَّعُمْرَۃٍ کہنا ـ مکے میں آ کر حج کے ارکان سے فارغ ہونے تک اُسی احرام پر قائم رہنا ـ جب قارن اعمالِ حج بجالائے گا تو عمرہ بھی ادا ہو جائے گا کیونکہ قران کی حالۃ میں عمرہ حج میں ویسا ہی داخل ہے جیسا وضو غسل میں ـ لیکن طواف کعبہ اور

سعی بین الصفا و المروہ میں اختلاف ہے۔ ایک روایۃ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرنی چاہیئے اور دوسری روایۃ میں ہے کہ صرف ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔ قارن کو اس شکریہ میں کہ حج اور عمرہ دونوں ایک ساتھ ادا ہو گئے ایک قربانی ذبح کرنی ہوگی لیکن مکے کے رہنے والے پر نہیں بلکہ اُس پر جو باہر سے آیا ہو۔ قارن اگر عرفات میں ٹھیرنے سے پہلے طواف اور سعی کرے گا تو گویہ سعی حج اور عمرے میں محسوب ہو جائے گی مگر وقوف عرفات کے بعد طواف کا اعادہ ضروری ہوگا کیونکہ طوافِ رکن کی شرط ہے کہ وقوف عرفات کے بعد ہو*

دوسرے یہ کہ میقات پر پونہچ کر عمرے کا احرام باندھے۔ مکے میں آ کر عمرے کے ارکان بجالائے اور احرام سے باہر ہو جائے ایامِ حج تک بے احرام رہے جب ایامِ حج شروع ہونے لگیں یعنی ذی حج کی آٹھویں تاریخ ہو حج کا احرام باندھے اور اعمالِ حج ادا کرنے میں مصروف ہو۔ اِس صورۃ کو **تمتع** اور ایسا کرنے والے کو **متمتع** کہتے ہیں۔ متمتع پر بھی قربانی کرنی واجب ہے۔ اگر میسر ہو ورنہ دس روزے۔ تین ایامِ حج میں اور سات سفر سے لوٹنیوں کو*

تیسرے یہ کہ ایامِ حج یعنے شوال۔ ذیقعدہ۔ ذی حج کے دس روز میں صرف تنہا حج کا احرام باندھے اور ارکانِ حج پورے ہو چکیں تو حرم سے باہر آ کر عمرے کا احرام باندھے اور اُس کے ارکان و اعمال پورے پورے بجالائے اسے **افراد** کہتے ہیں پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسری قسم کا حج نہیں کیا۔ مگر اِس آرزو میں رہے کہ موقع ملے تو کروں۔ ہاں پہلی قسم کا حج آپ سے ثابت ہے اور اسی لیے علماء کے نزدیک قران۔ تمتع سے اور تمتع افراد سے افضل ہے*

حج کے ارکان۔ جن کے بغیر حج نہیں ہوتا پانچ ہیں۔ احرام۔ طواف۔ سعی۔ وقوفِ عرفات۔ سر منڈانا یا قصر کرنا*

واجباتِ حج۔ جن کے ترک کرنے سے حج باطل تو نہیں ہوتا مگر قربانی کرنی لازم ہو جاتی ہے چھ ہیں۔ میقات سے احرام باندھنا۔ کنکریاں پھینکنا۔ غروبِ آفتاب تک عرفات میں ٹھیرنا۔ رات کو مزدلفے میں مقام کرنا۔ منا میں ٹھیرنا۔ طوافِ وداع یعنی آخری طواف کرنا۔ ان چھ چیزوں میں سے اگر ایک بھی ترک کر دی جائے گی تو قربانی کرنی واجب ہوگی مگر ایک قول کے مطابق پچھلے چار واجبات میں لازم نہیں سُنتہ ہے*

منہیات۔ حج میں چھ باتیں منع ہیں۔ ایک لباس یعنے سلے ہوئے کپڑے پہننا کہ حالۃ احرام میں کرتا اور ازار اور عمامہ درست نہیں بلکہ تہمد اور چادر اور نعلین چاہئیں کسی شخص نے آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ محرِم کو کس طرح کے کپڑے پہننے چاہئیں۔ فرمایا کرتے مت پہنو عمامے نہ باندھو برانس یعنے بارانی نہ اوڑھو پاجامے نہ پہنو۔ عورۃ کو عادۃ کے موافق لباس پہننا درست ہے۔ ہاں مرد کو سر کھلا رکھنا اور عورۃ کو ڈھکا رکھنا ضرور ہے۔ عورۃ کو چاہیئے کہ مونہ کو نقاب وغیرہ سے نہ چھپائے بلکہ کھلا رکھے*

دوسرے خوشبو کا استعمال کرنا یعنی خوشبو میں بسا ہوا کپڑا پہننا یا جسم پر خوشبودار چیز ملنا یا بالوں کو خوشبودار چیز سے دھونا یا تیل ملنا سب حرام اور ممنوع ہیں اور اسی میں جھنت۔ ی بھی داخل ہے ان دونوں صورتوں میں اگر کوئی شخص ایک بات کی بھی مخالفۃ کرے گا تو فقہا کے نزدیک ایک بکرا ذبح کرنا واجب ہوگا*

ف قربانی میسر نہ ہو تو دس روزے رکھنے ہوں گے تین ایامِ حج میں اور سات وطن میں آ کر ۱۲

تیسرے بال منڈانے۔ ناخن کٹوانے۔ اگر کسی نے بال منڈا ڈالے یا کسی مقام سے ایک یا کئی بال توڑ دیئے تو بھی ایک قربانی واجب ہوگی۔ بگر حمام میں جانا۔ فصد کھلوانا۔ پچھنے لگوانا اور اِس طرح بال کھولنے درست ہیں کہ ٹوٹنے نہ پائیں۔ چوتھے عورت سے ہمبستر ہونا اگر ہوگا تو ایک اونٹ یا گائے یا سات بھیڑ بکری ذبح واجب ہوں گی۔ اور حج فاسد ہو جائے گا۔ قضا واجب ہوگی ہاں پہلے تحلّل کے بعد ہم بستر ہوگا تو حج فاسد نہ ہوگا مگر ایک اونٹ ذبح کرنا پڑے گا۔ پانچویں مقدمات جماع مثلاً مساس کرنا۔ بوسہ لینا یا کسی اور طرح سے عورت سے حظ اُٹھانا یا رغبت سے بات چیت کرنا۔ اِن صورتوں میں سے ایک کا بھی مرتکب ہوگا تو ایک قربانی کرنی پڑے گی۔ چھٹے شکار کرنا۔ لیکن دریائی شکار درست ہے خشکی میں شکار کیا تو اُسی جیسا جانور ذبح کرنا لازم ہوگا واجبات کے ترک اور منہیات کے ارتکاب کی صورتوں میں جو ہم نے وجوب دم یعنی قربانی کا ذکر کیا ہے یہ فقہی روایات سے استنباط کیا ہے ورنہ قرآن و حدیث سے تو بجز چند صورتوں کے اور کسی صورت میں قربانی کا وجوب پایۂ ثبوت کو پہنچتا نہیں فقہا نے اِن صورتوں کے علاوہ اور بھی بہت صورتوں میں محرم کو قربانی کرنے کی ہدایت کی ہے لیکن ہم نے حدیثوں کا تتبع کیا تو ہمیں تو کوئی بھی ایسی مرفوع اور متصل الاسناد حدیث نہیں ملی جس سے ثابت ہو کہ فقہا کی تجویز کی ہوئی صورتوں میں قربانی کرنی پڑتی ہے۔ غالباً فقہا نے صور مذکورہ کو قتل صید وغیرہ پر قیاس کر کے اِن میں بھی فدیہ وغیرہ تجویز کیا ہے ورنہ کوئی نص صریح و صحیح تو اِن پر قائم ہے نہیں قرآن مجید میں صرف چار صورتوں میں فدیہ دینے کا حکم ہے تین صورتیں تو آیۂ واتموا الحج والعمرة للہ میں مذکور ہیں جو عنوان حج کی پہلی آیت ہے (اور جس کی تفصیل آپ اِسی آیۃ کے فائدے میں ملاحظہ کر چکے ہیں) اور ایک ساتویں پارے کے دوسرے رکوع میں یعنی قتل صید۔ واجبات کی فہرست میں جو چیزیں مذکور ہیں بے شک پیغمبر صاحب نے اُن کے کرنے اور منہیات کے ذیل میں جو باتیں مذکور ہیں اُن سے باز رہنے کی بابت محرم کو تاکیدی حکم فرمایا ہے اور بعض صورتوں میں تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ فلاں چیز کے عمل میں لانے یا ترک کرنے سے حج اور عمرہ فاسد ہو جاتا ہے لیکن چند صورتوں کے علاوہ کسی صورت میں فدیہ وغیرہ کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ جب ایک بدوی نے آپ سے دریافت کیا کہ میں نے خوشبو میں لتھڑا ہوا جبّہ پہن کر عمرے کا احرام باندھا ہے مجھے کیا کرنا چاہیئے تو آپ نے فرمایا کہ خوشبو کو تین دفعہ دھو ڈال اور جبّہ اُتار کر عمرہ بجا لا چنانچہ صحیحین میں یعلی بن امیہ سے ایک حدیث آئی ہے[1] جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں خوشبو میں لتھڑا ہوا کپڑا پہن لے تو اُس کا کفارہ یہی ہے کہ کپڑے کو تین دفعہ دھو ڈالے اور اسی پر قیاس کر لیجیے اور صور ممنوعہ کو بھی۔ الغرض حدیث سے کہیں اِس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ پیغمبر صاحب نے اِن صورتوں میں فدیے کا حکم فرمایا ہو اور جب یہ ہے تو دماء میں اُن ہی خونوں پر اکتفا کرنا چاہیئے جو قرآن یا حدیث میں آئے ہیں۔ پھر یہ جو لوگ یوم النحر میں کثرت سے قربانیاں کرتے ہیں یہاں تک کہ ایک ایک شخص سو سو دو دو سو جانور ذبح کر ڈالتا ہے ہمارے خیال میں محض بے سود اور نہ صرف بے سود بلکہ داخل اسراف ہے بالخصوص ایسے موقع پر جب کہ اُن کا کوئی کھانے والا اور اُن سے فائدہ اُٹھانے والا نہ ہو۔ سنا جاتا ہے کہ یوم النحر کو منا میں اس قدر قربانیاں ہوتی ہیں کہ گوشت کثرت کی وجہ سے کھتّوں میں دبا دیا جاتا ہے اور کوئی کھانے والا نہیں ملتا۔

حج کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب ہندوستان اور مضافات ہندوستان کے مسلمان عدن ہوتے ہوئے یلملم پہاڑ کے سامنے پہنچیں جسے اہل جہاز دور سے پہچنوا دیتے ہیں تو احرام باندھنے کے لیے غسل کریں۔ مرد پاجامہ کرتا ٹوپی

[1] وہ حدیث یہ ہے قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالجعرانة اذ جاءہ رجل اعرابی علیہ جبة وهو متضمخ بالخلوق فقال یا رسول اللہ انی احرمت بالعمرة وهذه علی فقال اما الطیب الذی بك فاغسله ثلث مرات واما الجبة فانزعها ثم اصنع فی عمرتك كما

پگڑی موزہ سب اُتار دیں ایک تہمد باندھ لیں ایک چادر اوڑھ لیں مگر ٹخنوں کو کُھلا رکھیں کیونکہ یہ گداؤں اور فریادیوں کی شکل ہے اور حاجیوں کو خدا کے گھر میں جانا ہوتا ہے تو انہیں بھی گداؤں اور فریادیوں کی شکل بنا کر بیت اللہ میں جانا چاہیئے۔ نیز حج احرام سے لے کر آخر تک سر تا پا عبادۃ ہے اور عبادۃ میں جہاں تک ہوسکے تذلّل اور عاجزی کا اظہار کرنا مناسب ہے چونکہ یہ حالۃ بکمال عجز پر دلالۃ کرتی ہے اس لیے حاجیوں کو حکم ہے کہ احرام میں داخل ہوتے ہی اس حالۃ کو اختیار کریں اور ایک بات یہ بھی ہے کہ حج کے موسم میں اجتماعِ مردم نمونۂ محشر ہے اور محشر میں تمام بنی آدم ننگے بدن ننگے سر برہنہ پاؤں اُٹھیں گے۔ پاس ہو تو خوشبو لگائیں احرام باندھتے وقت عمرے کی نیۃ کریں اور دو رکعۃ نفل پڑھ کر باآوازِ بلند کہیں لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ بِعُمْرَۃٍ ے۔ اور مکّے میں داخل ہونے تک ذیل کے الفاظ بار بار پکار پکار کر کہتے رہیں لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لہ۔ احرام باندھ چکیں تو پھر خوشبو کا استعمال نہ کریں کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ جانور کا شکار نہ کریں درخت نہ کاٹیں بال و ناخن نہ لیں زعفرانی کپڑا نہ پہنیں۔ حالۃِ احرام میں کوئی مر جائے تو اُس کو خوشبو نہ لگائیں۔ اور کُھلے سر دفن کریں۔ احرام میں مرد سر اور مُونہ نہ ڈھانکیں اور عورتیں سر ڈھک لیں لیکن مُونہ کُھلا رکھیں اور سب کپڑے پہنے رہیں۔ کپڑے پر خوشبو لگ جائے تو اُسے تین دفعہ پانی سے دھو ڈالیں۔ محرم نہ تو خود نکاح کرے نہ دوسرے کا نکاح پڑھائے۔ نہ نکاح کا پیام دے۔ جوں نہ مارے پکڑ کر چھوڑ دے تو مضایقہ نہیں۔ سر میں جوئیں پڑ جائیں اور سر مُنڈا ڈالیں تو کفارہ دے دیں یعنی چھ محتاجوں کو آٹھ سیر غلّہ دیں یا تین روزے رکھیں یا ایک قربانی کردیں۔ حرم میں۔ حاجی احرام باندھے پیچھے اگر کسی عذر کی وجہ سے رُک جائے تو اُلٹا چلا آئے اور قربانی ہو تو ذبح کردے۔ عذر رفع ہو تو حج کو جائے۔ محرم کو پُھول سونگھنے۔ آئینہ دیکھنا انگوٹھی پہننی۔ ہمیانی کمر سے باندھنی نئے کپڑے بدلنے۔ دریائی جانوروں کا شکار کرنا۔ ضرورۃ کے وقت سینگی لگانا۔ بدن کھجانے سے ناخن ٹوٹ جائے تو چاقو سے تراش دینا۔ جانور ذبح کرنا۔ بھول کر کرتا پہن لینا یا خوشبو لگانا۔ دُھوپ کے سبب سے سر پر سایہ کرنا۔ ضرورۃ کے وقت گھی اور زیتون سے علاج کرنا درست اور جائز ہے۔ محرم چوہا چیل۔ بچھو۔ کتا۔ سانپ مار ڈالے تو درست ہے۔ چاہے حرم ہی میں کیوں نہ ہو۔ کعبہ شریف کے قریب پونہچے تو غسل کرے اور بیت اللہ نظر پڑے تو یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَۃً وَّزِدْ مَنْ حَجَّہٗ وَاعْتَمَرَہٗ تَکْرِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّبِرًّا۔ پھر مُعلّے دروازے سے مکّے میں اور باب ابراہیم سے حرم میں داخل ہو۔ داہنی طرف سے طواف شروع کرے۔ اس طرح پر کہ مرد ہے تو اپنی چادر کو داہنے ہاتھ کی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لے اور اسی کو **اضطباع** کہتے ہیں۔ عورۃ چادر سے سارا جسم چھپائے ہوئے طواف کرے۔ خانۂ کعبہ کے گرد سات چکّر کھائے اور اسی چکّر کو **شوط** کہتے ہیں۔ پہلے تین چکّروں میں حجرِ اسود کے پاس سے مونڈھے ہِلاتا ہوا ذرا بھاگ کر چلے اس کو **رمل** کہتے ہیں۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان ضعیف اور خستہ حال تھے۔ لہٰذا اظہارِ شوکۃ و توانائی کی غرض سے اُن کو اس طرح سے طواف کرنے کا حکم ہوا تاکہ کفار اُن کی توانائی و قوۃ دیکھ کر جلیں۔ اب تک اسی ہیئت کی نقل ہوتی چلی آتی ہے۔ لیکن عورتیں ساتوں چکّروں کو آہستہ چال سے پورا کریں۔ دونوں

ے حاضر ہوں اے خدا عمرے کے لئے حاضر ہوں ۱۲

لہ خداوندا میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ الٰہی! میں تیری خدمت میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں تیری خدمت میں حاضر ہوں سب تعریف اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور بادشاہت تیرے واسطے ہے تیرا کوئی شریک نہیں ۱۲ ہ خداوندا اپنے اس گھر کی بزرگی و عظمۃ زیادہ کر اور کرامت و ہیبت اور بڑھا اور جو شخص ہ اس کا حج و عمرہ کرے اُس کی بزرگی و عظمۃ اور کرامت و نکوکاری زیادہ کر ۱۲

رکنوں کا تعظیماً بوسہ لے یا ہاتھ سے چھو کر رخسار پر ملے کیونکہ یہ قائم مقام بوسہ لینے کے ہے۔ اور ہر دفعہ کے چکر میں دونوں کنوں کے بیچ میں یہ دعا پڑھے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ[51] جب جب حجر اسود کے پاس پونہچے اُسے بوسہ دے اور پیشانی اور رخسارہ اُس پر رکھے اور کہے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ اگر آدمیوں کی کثرت اور اژدحام حجر اسود کے چومنے اور ہاتھ سے چھونے کو مانع ہو تو اُسے لکڑی لگا کر اور یہ بھی میسّر نہ ہو تو ہاتھ سے یا لکڑی سے اُس کیطرف کو اشارہ کرکے بوسہ دے۔ الغرض جب اِس طرح سات چکر پورے ہو لیں تو مقام ابراہیم میں کھڑے ہو کر دو رکعت نفل پڑھے۔ سواری پر بھی طواف درست ہے مگر پیادہ بہتر واولےٰ ہے۔ خانۂ کعبہ کے طواف سے فارغ ہو تو باب صفا سے نکل کر حرم سے باہر آئے اور صفا پر چڑھ کر اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ[52] پڑھے اور تین بار کہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[53] لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَصَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ اِس کے بعد کوہ مروہ کی طرف چلے۔ صفا مروہ میں دوڑ کر چلے مگر تیز نہ دوڑے۔ عورتیں آہستہ آہستہ چلیں۔ مروہ پر ذرا دیر کھڑے ہو کر وہی پڑھے جو صفا پر پڑھا تھا۔ صفا سے مروہ تک ایک پھیرا ہوا۔ اسی طرح سات پھیرے کرے اور اِسی کو کہتے ہیں سعی۔ سعی کرتے ہوئے صفا مروہ کے بیچ میں یہ دعا پڑھے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ[54]

یہاں تک عمرے کے احکام ختم ہو گئے۔ اب حاجی احرام کے کپڑے اُتار دے سر کے بال کتروائے یا منڈوالے معمولی لباس پہن کر مکے میں رہے اور جہاں تک بن پڑے طوافِ کعبہ کرتا رہے آٹھویں ذیحجہ کو حج کی نیّت سے احرام باندھے اور لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ بِالْحَجِّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ الخ کہتے ہوئے منٰی[55] روانہ ہو اور پانچوں وقت کی نمازیں اپنے اپنے وقتوں میں وہاں ادا کرے۔ نویں کو سورج نکلنے کے بعد منا سے عرفات[56] کو چلے اور رستے میں تکبیر اور لبیک کہتا رہے زوال کے بعد خطبہ سُنے جو میدانِ عرفات میں جبلِ رحمۃ[57] سے قریباً ایک میل کے فاصلے پر ہوتا ہے۔ یہاں ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں جمع کرے تیسرے پہر کے قریب جب امام جبلِ رحمۃ پر خطبہ پڑھنے کھڑا ہو تو سب لوگ کھڑے ہو کر خطبہ سُنیں اور آہستہ آہستہ تکبیر و لبیک کہتے رہیں۔ عرفات میں جانا فرض ہے اور حج کا رکنِ اعظم۔ اِس کے فوت ہونے سے حج نہیں ہوتا۔ جو شخص ذیحجہ کی دسویں رات کو صبح صادق سے پہلے پہلے عرفات میں داخل ہو جائے گا اُس کا حج صحیح ہو گا۔ نویں تاریخ کو آفتاب غروب ہوئے پیچھے عرفات سے لبیک کے نعرے مارتے ہوئے مزدلفے[58] میں آئیں اور مغرب و عشا کی دونوں نمازیں ایک اذان و دو تکبیروں سے جمع کرکے پڑھیں۔ اِس مقام پر رات بھر ذکرِ خیر کرتے رہیں یا سو رہیں۔ فجر کی نماز اول وقت پڑھ کر مشعر الحرام میں آئیں۔ یہ مزدلفہ کی ایک چھوٹی سی پہاڑی کا نام ہے۔ یہاں تکبیریں بہت کہیں اور تکبیروں کے ساتھ یہ الفاظ بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ

[51] اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی خیر و برکت دے اور آخرۃ میں بھی خیر و برکت دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا ۱۲ [52] بے شک کوہ صفا اور کوہ مروہ خدا کی ٹھہرائی ہوئی آداب گاہوں میں سے ہیں ۱۲ [53] خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اُسی کے لیے بادشاہی اور اُسی کے لیے تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قدرۃ رکھتا ہے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُس نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اپنے بندے کی مدد کی۔ اور اکیلے نے لشکرِ کفار کو شکست دی ۱۲ [54] اے پروردگار بخش اور رحم کر تو عزۃ و بڑائی والا ہے ۱۲ [55] یہ ایک مقام ہے مکے سے تین کوس مشرق کی طرف ۱۲ [56] منا سے چھ کوس ہے ۱۲ [57] ایک پہاڑ ہے جس پر چڑھ کر امام خطبہ پڑھتا ہے ۱۲ [58] عرفات سے تین کوس ہے مکے کی طرف ۱۲

جب خوب اُجالا ہو جائے تو سورج نکلنے سے پہلے پہلے کوچ کریں میدانِ محشر سے نکل کر منا کے بازار سے ہوتے ہوئے اُس آخری منارے کے پاس آئیں جو مکے سے آتے وقت شروع میں ملتا ہی اور جسے جمرۂ کبرٰے یا جمرۂ عقبہ بھی کہتے ہیں۔ سات کنکریاں جو رستے میں سے اٹھا رکھی ہیں اِس منارے پر پھینکیں اور اب لبیک کہنا موقوف کریں۔ کنکریاں پھینکتے وقت منا کو دائیں اور کعبے کو بائیں جانب کریں اور ہر کنکری پھینکتے وقت یہ دعا پڑھیں اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔ اب سے ہر نماز کے بعد اور یوں بھی اکثر اوقات تکبیر کہتے رہیں۔ اِس کے بعد قربانی شروع کر دیں۔ یہ قربانی اُس قربانی کے علاوہ ہی جو ارکانِ حج میں کسی خرابی اور فساد کی وجہ سے حاجی پر لازم ہو جاتی ہے اور جسے دَم اور کفّارہ کہتے ہیں۔ کفّارے کے جانور متعین ہیں اور قربانی کے نہیں۔ قربانی میں آدمی کو اختیار ہی چاہے اُونٹ ذبح کرے یا گائے یا بھیڑ بکری ایک یا دو یا زیادہ۔ مگر کفارے میں وہی جانور ذبح کرنا ہوگا جس کی شارع نے تعیین کر دی ہے۔ قربانی کے بعد مرد سر منڈائیں یا بال کترائیں اور عورتیں بھی بالوں کی ایک دو لٹیں کتر دیں۔ اِس وقت حاجی کو عورت کے پاس جانا تو نہیں لیکن وہ سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو احرام کی حالت میں حرام تھیں اسوقت احرام کے کپڑے اُتار دیں اور بیت اللہ میں جا کر طوافِ فرض ادا کریں۔ اِس کو طوافِ زیارت اور طوافِ افاضہ اور طوافِ صدر بھی کہتے ہیں۔ اِس طواف کے بعد حج کے تمام ارکان پُورے ہو گئے اور ارکان پورے ہو گئے تو سب چیزیں حلال ہو گئیں۔ یہاں تک کہ عورت کے پاس جانا بھی۔ اب چاہِ زمزم میں سے تھوڑا پانی پئیں۔ اور منا میں جا کر ظہر کی نماز پڑھیں۔ گیارھویں تاریخ کو زوال کے بعد جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں پھینکیں اور فراغت کر دعا مانگیں پھر جمرۂ وُسطٰے پر کنکریاں ماریں اور دعا مانگیں۔ اِس کے بعد تیسرے منارے کو کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر تکبیر پڑھیں۔ اسی طرح بارھویں اور تیرھویں تاریخ کو اِن مناروں پر سات سات کنکریاں پھینکیں اور مکّہ معظمہ میں آجائیں۔ حاجی قربانی سے پہلے سر منڈا ڈالے یا مناروں پر کنکریاں پھینکنے سے پہلے قربانی ذبح کر دے یا شام کے بعد کنکریاں پھینکے تو اِس میں کچھ حرج نہیں۔ کسی کو قربانی کا مقدور نہ ہو تو تین روزے ایامِ حج میں یعنی ساتویں آٹھویں نویں تاریخ کو رکھے اور سات مکے میں آکر یا سفر سے لوٹتیوں کو رکھ کر دس پُورے کر دے۔ جب گھر کو واپس جانے لگے یا مدینۂ طیبہ کے قصد سے باہر نکلے تو آخری طواف کرے اور اسے طوافِ وداع کہتے ہیں +

یہ تمام کیفیت جو یہاں تک بیان ہوئی تمتع کی تھی۔ افراد کی صورت میں میقات سے احرام باندھنا اور لبیک اللّٰھم لبیک پکار کر کہنا۔ مکے شریف میں داخل ہو کر خانۂ کعبہ کا طواف کرنا صفا مروہ میں دوڑنا پڑتا ہے۔ مفرد پر صرف ایک طواف اور ایک سعی فرض ہے دوسرا طواف فرض نہیں نہ قربانی لازم۔ قران کی صورت میں احرام باندھنے کی جگہ سے قربانی ساتھ لانی ہوتی ہے حج و عمرے دونوں کی ایک ساتھ نیت کرنی پڑتی ہے +

لے اللہ بہت بڑا ہے۔ خداوندا تو اِس کو مقبول حج کر اور گناہ بخش دے ۱۲

میقات احرام

یعنی وہ مقامات جہاں سے آفاقی (باہر سے آنے والے) لوگ احرام باندھتے ہیں۔ اصل میں کعبے کے چاروں طرف اُن حاجیوں کے احرام باندھنے کے لیے جو خارج از مکّہ دوسرے شہروں سے حج کو آتے ہیں چار مقام مقرر ہیں ایک **ذوالحلیفہ** یہ اُن لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہ ہے جو مدینے اور اطرافِ مدینے سے آتے ہیں۔ یہ مقام مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں سے مکّے تک دس پڑاؤ کرنے پڑتے ہیں۔ دوسرے **جحفہ** یہ ایک غیر آباد بستی ہے یہاں سے مکّہ تین منزل پر رہ جاتا ہے یہ اُن لوگوں کے احرام باندھنے کا مقام ہے جو شام و مصر اور اِن کے مضافات سے آتے ہیں تیسرے **یلملم** یہ ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جہاں سے عدن اور یمن کے باشندے احرام باندھتے ہیں اور یہی مقام ہندوستان اور مضافاتِ ہندوستان سے جانے والوں کے لیے مقرر ہے۔ یہاں سے مکّہ دو منزل کے فاصلے پر رہ جاتا ہے چوتھے **قرنِ منازل** یہ طائف کے قریب ایک مختصر سا گاؤں ہے جہاں سے اہلِ نجد احرام باندھتے ہیں یہاں سے مکّہ دو منزل رہ جاتا ہے۔ اِن کے علاوہ ایک اَور مقام ہے جو **ذات عرق** کے نام سے مشہور ہے یہ اُن لوگوں کے احرام باندھنے کے لیے مقرر ہے جو عراق اور اطرافِ عراق سے آتے ہیں رہے مکّی اِن کے احرام باندھنے کے لیے **حِل** متعیّن ہے جو حدِّ حرم سے باہر ہے۔ حرم کی حدیں ہر طرف میں مختلف ہیں۔ شمال مغرب میں ساڑھے تین کوس کے فاصلے پر **تنعیم** ہے اور **جدّہ** کی راہ میں **حدیبیہ** یہ مکّے سے سات کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور جنوب کی طرف **حسینیہ**۔ یہ مکّے سے ساڑھے دس کوس پڑے شرق کی جانب عرفات متصل مسجدِ **نمرہ**۔ یہ بھی مکّے سے ساڑھے دس کوس کے فاصلے پر ہے۔ مکّی حج اور عمرے دونوں کا اور آفاقی صرف عمرے کا احرام اِن ہی مقامات سے باندھتے ہیں۔

عمارات حرم کی تفصیل

سارے حرم میں ایک سو باون [۱۵۲] قبّے ہیں جن کی صورت گولائی میں اُلٹی کڑاہی کی سی ہے۔ خاص **مسجد الحرام** میں چھپّن مصلّے ہیں۔ اور ایک ہزار تین سو اسی [۱۳۸۰] کنگرے۔ حرم محترم کے بڑے دروازے سترہ ہیں اور انتالیس کھڑکیاں شرقی جانب میں بڑے چار دروازے ہیں ایک **باب السلام** جسے باب بنی شیبہ بھی کہتے ہیں۔ اِس میں تین کھڑکیاں یعنی چھوٹے چھوٹے دروازے قائم ہیں۔ دوسرا **باب النبی** جو باب الجنائز اور باب العباس بھی کہلاتا ہے۔ اِس میں دو کھڑکیاں ہیں۔ تیسرا **باب علی** اِس میں بھی دو کھڑکیاں ہیں چوتھا **باب بنی ہاشم**۔ جنوبی سمت میں بڑے دروازے سات ہیں **باب بازان** ایک۔ اِس میں دو کھڑکیاں ہیں **باب البغلہ** دو اس میں بھی دو کھڑکیاں ہیں **باب الصفا** تین۔ اِس میں پانچ کھڑکیاں ہیں۔ اِسے باب بنی مخزوم بھی کہتے ہیں **باب الاجیاد صغیر** چار۔ اِس میں دو کھڑکیاں ہیں **باب الرحمۃ** پانچ جسے باب المجاہد بھی کہتے ہیں۔ اِس

ہیں دو کھڑکیاں ہیں **باب المدرسہ** چھ۔ جسے باب عجلان بھی کہتے ہیں۔ عجلان ایک شریف کا نام تھا اسی کے نام سے یہ دروازہ مشہور ہوا۔ اس میں بھی دو چھوٹے دروازے ہیں اور نہایت خوبصورت ہیں **باب ام ہانی** سات اس میں بھی دو کھڑکیاں ہیں۔

حرم کی جانب غرب میں تین بڑے دروازے ہیں اول **باب الحزورہ** جو باب الوداع بھی کہلایا جاتا ہے اس میں دو کھڑکیاں ہیں۔ دوئم **باب ابراہیم**۔ سوم **باب العمرہ**۔ اسے باب بنی سہم بھی کہتے ہیں۔

حرم کی شمالی جانب میں پانچ بڑے دروازے ہیں پہلا **باب السدہ** جسے باب العتیق اور باب عمر بن العاص بھی کہتے ہیں۔ اس میں ایک کھڑکی ہے دوسرا **باب العجلہ** جو باب الباسطیہ کے ساتھ شہرت رکھتا ہے کیونکہ عبدالباسط کے مدرسے سے ملا ہوا ہے۔ تیسرا **باب القطبیہ**۔ اس میں ایک کھڑکی ہے۔ چوتھا دروازہ شام کی طرف واقع ہے اس میں تین کھڑکیاں ہیں۔ پانچواں **باب المدینہ** جسے باب المدرسہ بھی کہتے ہیں یہ منارۃ السلام کے متصل ہے اور ایک کھڑکی نہایت خوبصورت جڑی ہوئی ہے۔

حرم کے مناروں کی تعداد

پہلے زمانے میں حدِ حرم میں بہت سے منارے تھے لیکن اب صرف سات موجود ہیں۔ باب العمرے کا منارہ ایک اس کا ارتفاع سرسٹھ گز کا ہے۔ اس کا پہلا بانی ابوجعفر عباسی اور دوسرا جواد اصفہانی والیِ موصل ہے۔ باب السلام کا منارہ دو۔ اس کا ارتفاع پینسٹھ گز کا ہے۔ یہاں رمضان کی راتوں میں سحری کا وقت بتانے کے لیے تذکیر ہوا کرتی ہے اس کا اصل بانی مہدی منصور عباسی ہے لیکن زیادہ بوسیدہ ہونے پر سلطان سلیم خاں نے ۹۲۱ھ ہجری میں گرا کر از سرِ نو بنایا۔ باب علی کا منارہ تین۔ اس کا طول چونسٹھ گز کا ہے۔ اسے بھی سلطان سلیم خاں نے بنایا تھا لیکن جب منہدم ہو گیا تو سلیمان خاں نے دوبارہ تعمیر کرایا اور روم کے مناروں کی طرح اس میں بھی اسفل و اعلےٰ درجے مرتب کیے۔ باب الحزورہ کا منارہ چار۔ جو باب الوداع کے ساتھ شہرت رکھتا ہے۔ اس کی بلندی پچاس گز کی ہے اور اوپر تلے دو درجے ہیں اسے اول مہدی باللہ نے تعمیر کیا۔ اور جب بوسیدہ ہو کر گر پڑا تو موصل کے ایک حکمران شعبان نے ۷۷۱ھ ہجری میں دوبارہ تعمیر کرایا۔ باب الزیادۃ کا منارہ پانچ۔ اس کا ارتفاع سرسٹھ گز کا ہے اور قدیم سے دو درجے ہیں شاید معتضد باللہ عباسی نے تعمیر کرایا تھا۔ سلطان قایتبائی کا منارہ چھ۔ جو مسعیٰ کی جانب واقع ہے۔ اس میں تین درجے ہیں اور اسّی گز کا اونچا ہے۔ سلطان سلیمان خان کا منارہ سات۔ یہ باب السلام اور باب الزیادۃ کے بیچ میں واقع ہے۔ اس کی بلندی سینسٹھ گز ہے اور جابجا سنگِ شمیسی کی طلائی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔

مسجد حرام کے کنگرے

سب کنگرے مسجد حرام میں ایک ہزار تین سو باون ہیں۔ بایں تفصیل حرم کی مشرقی جانب میں ایک سو پینتیس جن میں ایک بڑا سنگ مرمر کا اور باقی سنگ شمیسی کے۔ شمالی جانب میں تین سو اکتالیس۔ سات سنگ مرمر کے تین بڑے چار چھوٹے اور باقی سنگ شمیسی کے۔ غربی جانب میں دو سو چار۔ ان میں پچھتر سنگ مرمر کے جن میں ایک بڑا ہے۔ اور باقی سنگ شمیسی کے۔ جنوبی سمت میں تین سو پینتیس۔ ستر سنگ مرمر کے جن میں تین بڑے ہیں اور دو سو پینسٹھ سنگ شمیسی کے۔ باب الندوہ کی زیادتی میں ایک سو اکیانوے یہ سب سنگ شمیسی کے ہیں۔ باب ابراہیم کی زیادتی میں ایک سو چھیالیس جو بالکل سنگ شمیسی کے ہیں +

مسجد الحرام کی پیمایش

مسجد الحرام کا طول غربی دیوار سے شرقی دیوار تک ہاتھ کے گز سے چار سو سات گز ہے۔ اور عرض شامی دیوار سے لے کر یمانی دیوار تک تین سو چار گز۔ اس صورت میں اگر صرف خانۂ کعبہ کی پیمایش اس کے طول کو عرض میں ضرب دینے سے کی جائے تو سات سو گیارہ گز ہوتی ہے **کعبے کا ارتفاع** اب شرعی گز یعنے چوبیس انگشتی گز سے سوا اٹھارہ گز ہے اور **طول** شرقاً و غرباً حجر اسود سے رکن عراقی تک پچیس گز چھ انگشت اور رکن یمانی سے رکن شامی تک چوبیس گز ایک بالشت ہے۔ **خانۂ کعبہ کا عرض** جنوباً و شمالاً رکن یمانی سے حجر اسود تک اکیس گز ایک بالشت ہے اور رکن شامی سے رکن عراقی تک بائیس گز دیوار خانۂ کعبے کا عرض یعنی آثار دو گز ہے۔ بیت اللہ شریف کی تلے اوپر دو چھتیں ہیں۔ دونوں متصل و رملی ہوئی نہیں بلکہ بیچ میں وسیع خول ہے۔ دونوں کا طول ایک طرف سے کچھ اوپر اکیس گز اور دوسری طرف سے سترہ گز ہے کعبہ شریف کا دروازہ شرقی دیوار میں ہے جس کا طول چھ گز دس انگشت اور عرض چار گز ہے۔ کواڑوں کے تختے سال کے ہیں جن پر چاندی کے پترے مڑھے ہوئے اور نقرئی کیلیں جڑی ہوئی ہیں زمین سے دہلیز کی بلندی کچھ اوپر چار گز ہے کعبے کی چھتوں کا پرنالہ جسے **میزاب رحمۃ** کہتے ہیں شامی دیوار میں نصب ہے یہ دیوار رکن عراقی اور رکن شامی کے بیچ میں ہے۔ اسی میزاب کے نیچے حضرۃ اسمٰعیل علیہ السلام مدفون ہیں۔ دیوار شرقی اور جنوبی کے ملنے سے جو ایک زاویہ کی سی صورۃ پیدا ہو گئی ہے یہاں حجر اسود منصوب ہے حجر اسود زمین سے کچھ اوپر ڈھائی گز اونچا ہے اس کا عرض و طول ایک بالشت چار انگشت ہے۔ **مستجار** یہ ایک مقام ہے رکن یمانی اور خانۂ کعبہ کے غربی دروازے کے بیچ میں۔ یہاں لوگ کھڑے ہو کر دیوار کعبہ پر ہاتھ رکھ کر دعا کرتے ہیں۔ **حطیم** جسے حجر بھی کہتے ہیں خانۂ کعبہ کے شمالی سمت میں میزاب رحمۃ کے نیچے آدھے دائرے کی صورۃ میں واقع ہے اس کی حد رکن عراقی سے رکن شامی تک ہے یہاں سنگ مرمر اور سنگ سیاہ اور سرخ و زرد و لوح و سبز بچھا ہوا ہے۔ میزاب رحمۃ سے دیوار حطیم تک پونے گیارہ گز کا فاصلہ ہے۔ اس میں آنے کے دو راستے ہیں۔ ایک رکن شامی کے پاس سے دوسرا رکن عراقی کے قریب ہے۔ ان دونوں رستوں میں بیس گز کا فاصلہ ہے حطیم کی اندر کی جانب کا محیط اٹھائیس گز کا اور باہر کی جانب سے سوا چالیس گز کا ہے۔ خانۂ کعبہ کی دیوار شرقی سے ملا ہوا آستانۂ کعبہ کے پاس ایک چھوٹا سا حوض ہے جسے **حفرہ** کہتے ہیں قدیم الایام میں اسے مقام جبرئیل

کہتے تھے اور بعضوں کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ کے وقت اس پر گارا بناتے تھے۔ اس کا طول سات بالشت سات انگشت اور عرض پانچ بالشت تین انگشت ہے + **حدودِ مطاف**۔ مطاف سے وہ جگہ مراد ہے جو طواف کے لیے مقرر ہے دائرے کی صورت میں۔ یہ دائرہ سلطان سلیم خان والی روم نے ۹۶۱ھ میں بنوایا تھا۔ اور سنگ صوان کے پتھروں کو ترشوا کر بچھوایا تھا جو اب تک موجود ہے۔ دیوارِ حطیم سے یہاں تک پچیس گز ایک بالشت دو انگشت کا فاصلہ ہے اور غربی جانب میں غلافِ کعبہ سے لے کر چھتیس گز کا جنوبی سمت میں غلاف سے یہاں تک اکیس گز آٹھ انگشت اور کعبہ کے دروازے سے حدِ مطاف تک ترپن گز اور قدیم باب السلام تک چوالیس گز کا فاصلہ ہے۔ مطاف کا **طول** حدِ شمالی سے جنوب تک اٹھانوے گز دو بالشت سات انگشت ہے اور **عرض** مشرق کی جانب کعبہ کے دروازے سے مقام ابراہیم تک چھیاسٹھ قدم اور شمال کی طرف کنارۂ مطاف سے دیوار حطیم تک اڑتیس قدم چھ انگشت سمت مغرب میں کنارۂ مطاف سے غلافِ کعبہ تک دو انگشت کم اکیاون قدم جنوب کی جانب مطاف کے کنارے سے غلافِ کعبہ تک جہاں حجر اسود قائم ہے سینتالیس قدم۔ دائرہ مطاف کے ستون جن میں شب کو قندیلیں لٹکتی ہیں تینتیس ۳۳ ہیں ان میں سے دو دو سنگ مرمر کے ہیں جو دونوں کونوں پر گڑے ہوئے ہیں اور اکتیس ہفت جوش یعنی سات دھاتوں کے۔ ان میں سے ہر دو ستونوں کے بیچ میں شیشے کی سات سات قندیلیں لٹکتی رہتی ہیں جو شب کو روشن ہوتی ہیں۔ مطاف کے گرد کل قندیلیں دو سو چوبیس ۲۲۴ ہیں اور سارے حرم میں پوری ایک ہزار۔ مسجد الحرام میں چار مصلے ہیں ۱ ایک حنفی مصلے یہ ایک عظیم الشان دو منزلہ عمارۃ ہے شمالی سمت میں مطاف کے ستونوں سے باہر ۲ دوسرا شافعی مصلے جو چاہ زمزم کے پاس دیوار کعبے سے چالیس گز کے فاصلے پر واقع ہے ۳ تیسرا حنبلی مصلے۔ یہ ایک مختصر سی عمارۃ ہے ایک دری حجر اسود کے مقابل مطاف کے ستونوں سے باہر مشرقی سمت میں یہاں سے حجر اسود کے نیچے کی دیوار تک سینتالیس گز کا فاصلہ ہے ۴ چوتھا مالکی مصلے جس پر ایک دو مکان جانب غرب میں مطاف کے ستونوں سے ملا ہوا موجود ہے یہاں سے غلافِ کعبہ تک پینسٹھ ۶۵ گز کا فاصلہ ہے **مقام ابراہیم** یہ ایک بڑا پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے خانہ کعبہ بنایا تھا۔ یہ زمین سے گز کی ایک تہائی اور آٹھواں حصہ اونچا ہے اس کے اوپر کی سطح مربع ہے یعنی چاروں طرف سے پاؤ گز۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ کے دونوں قدموں کے نشان پڑے ہوئے ہیں قدموں کی جگہ کے اردگرد چاندی کے پترے لگے ہوئے ہیں۔ یہاں طواف کا دوگانہ پڑھا جاتا ہے مقام ابراہیم سے غلافِ کعبہ تک دو گرہ کم اکیس ۲۱ گز کا فاصلہ ہے۔ رکن عراقی کے مقابل سفید سنگ مرمر کا ایک عظیم الشان **منبر** ہے جس پر کھڑے ہو کر امام خطبہ جمعہ پڑھتا ہے۔ اس کے تیرہ زینے ہیں۔ اس کے اوپر مخروطی شکل کا ایک خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے جس پر سونے کا ملمع ہے۔ **چاہ زمزم**۔ دیوار کعبے سے تینتیس ۳۳ گز کے فاصلے پر ہے اور مقام ابراہیم اور چاہ زمزم کے بیچ میں اکیس گز کی مسافت ہے۔ اس کنوئیں کی گہرائی ستر گز ہے اور مونہ کی چوڑان چار گز۔ اس کے عقب میں ایک گنبذ ہے جسے **قبۃ الفراشین** کہتے ہیں اور یہ اس لیے کہ فراش لوگ یہاں شمعدان اور بتیاں بچھونے جانماز غرض مسجد الحرام کی آرائش و زینت کی تمام چیزیں حفاظت سے رکھتے ہیں +

یہاں تک حقوق اللہ پورے ہو گئے۔ ہم نے ذیل کے چند مضامین بطورِ ضمیمہ زیادہ کر دیے ہیں اگرچہ یہ مضامین حقوق اللہ میں داخل نہیں ہیں مگر ان سے قوی تعلق رکھتے ہیں۔ حقوق قرآن۔ خدا کی قدرۃ کی نشانیوں میں غور کرنا۔ آیاتِ الٰہی سے استہزا نہ کرنا۔ حقوق خانہ کعبہ

ضمیمہ

متعلقہ

حصہ اوّل حقوق اللہ

(حقوقِ قرآن)

استماع وانصات

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ○ (اعراف ۶ع ۲۴ پارہ ۹)

وَمَا كَانَ هَٰذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

[سلہ] اور (لوگو!) جب قرآن پڑھا جایا کرے (یعنی پیغمبر تم کو قرآن سُناتے ہوں) تو (غُل نہ مچاؤ بلکہ) اُس کو کان لگاکر سنو اور خاموش رہو عجب نہیں (اس کی برکت سے) تم پر رحم کیا جائے +

[سلہ] اور یہ قرآن اس قسم کی کتاب نہیں کہ خدا کے سوا کوئی اس کو اپنی طرف سے بنا لائے بلکہ جو (کتابیں) اس (کے زمانۂ نزول) سے پہلے (موجود) ہیں یہ قرآن پروردگار عالم کی طرف سے اُن کی تصدیق ہو اور (اُن ہی) کتابوں (کے احکام) کی تفصیل ہو اور اس (کے کتاب آسمانی ہونے) میں کچھ بھی شک نہیں کیا یہ لوگ قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ اس کو خود پیغمبر نے بنا لیا ہو تو (اے پیغمبر تم اُن سے) کہو کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو (اور جیسا تم کہتے ہو میں اُس کے بنا لینے پر قادر ہوں تو تم بھی اہلِ زبان ہو) ایسی ایک سورۃ تم بھی بنا لاؤ اور خدا کے سوا (جس) جس کو تم سے (بُلاتے) بن پڑے اپنی مدد کے لیے بُلا لو (سو یہ لوگ اس پہلو سے گریز کرکے) لگے اُس چیز کو جھٹلانے جس کے سمجھنے پر اُن کو دسترس نہ ہوا اور ابھی تک اس کی تصدیق کا موقع ہی اُن کو پیش نہیں آیا [ف] اسی طرح اُن لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو اِن سے پہلے ہو گزرے ہیں تو (اے پیغمبر) دیکھو (اُن ظالمو

[سلہ] اِس آیۃ کی اور اِس کے بعد کی آیۃ کی شانِ نزول خاص ہو مگر اصل مطلب سامعین کو استماع قرآن کی طرف متوجہ کرنا ہو اور یہ ضرورۃ متجدد و مستمر ہو غرض مورد خاص ہو اور حکم عام۔ اس لیے ہم نے اِن آیتوں کو استماع و انصات کے عنوان کے ذیل میں رکھا ۱۲ [ف] مطلب یہ ہو کہ جو باتیں اِن کی سمجھ سے باہر تھیں مثلاً حالاتِ بعدِ مرگ یا مثلاً حالاتِ ابتدائے (البقیہ برصفحہ آئندہ)

الظّٰلِمِیْنَ ○ (یونس ۴۶ پارہ ۱۱)	کا کیسا (برا) انجام ہوا۔
وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ ○ فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا وَّلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○	اور جو لوگ منکر ہیں وہ (ایک دوسرے سے) کہا کرتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور (سنانے لگیں تو) اس (کے بیچ بیچ) میں غل مچادیا کرو شاید (اس تدبیر سے) تم (مسلمانوں سے) بازی لے جاؤ تو جو لوگ (دین اسلام سے) منکر ہیں ہم اُن کو ضرور عذاب سخت (کا مزہ) چکھا کر رہیں گے اور ضرور اُن کے (ان) بدترین اعمال کا بدلہ دیں گے۔
وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا کِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُجِرْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِکَ	اور (اے پیغمبر ان لوگوں سے اُس واقعے کا بھی ذکر کرو) جب ہم چند جنوں کو (گھیر کر) تمھاری طرف لے آئے کہ وہ قرآن سنیں پھر جب وہ اس (موقع) پر آحاضر ہوئے تو (ایک دوسرے سے) بولے کہ چپ (بیٹھے سنتے) رہو (پھر جب قرآن کا پڑھنا) تمام ہوا تو وہ اپنے لوگوں کی طرف لوٹ گئے کہ اُن کو (عذاب خدا سے) ڈرائیں (اور ان سے جاکر) لگے کہنے کہ بھائیو! ہم ایک کتاب سن آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی تمام اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے (دین) حق (ربانی) اور سیدھا رستہ دکھاتی ہے۔ بھائیو! (یہ پیغمبر محمدؐ) جو خدا کی طرف سے منادی کرتے ہیں ان کی بات مانو اور خدا پر ایمان لاؤ تاکہ خدا تمھارے گناہ معاف کرے۔ اور (آخرۃ کے) عذاب دردناک سے تم کو (اپنی) پناہ میں رکھے۔ اور (یہ پیغمبر) جو خدا کی طرف سے منادی کرتے ہیں جو کوئی ان کی بات نہ مانے گا وہ روئے زمین پر (کہیں کو بھاگ کر خدا کو تو) عاجز کرسکتا نہیں اور نہ خدا کے سوا کوئی اُس کے حمایتی ہیں یہ لوگ

بقیہ فائدہ صفحہ ۲۰۵ آفرینش عالم جب ان کی کیفیت اُن کی سمجھ میں نہ آئی تو بجائے اس کے کہ اپنے قصور فہم کا اعتراف کریں اُن کو لگے جھٹلانے۔ اور تصدیق کا موقع پیش نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً وہی حالات بعد مرگ ہیں کہ مرے پیچھے اُن کی حقیقت کھلے گی یا مثلاً بعض بعض وعید ہیں کہ دنیا ہی میں اپنے وقت پر واقع ہوں گے اور ابھی تک واقع نہیں ہوئے۔ لیکن صرف اتنی ہی بات سے اُن کو جھٹلانے کا تو کوئی حق نہیں ۱۲

فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (احقاف ع ۴ پارہ ۲۶) صریح گمراہی میں (پڑے) ہیں ف۱

ترتیلِ قراءت

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝ (المزمل ع ۱ پارہ ۲۹)

(اے پیغمبر تم) جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو ف۲ رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کرو (سو بھی ساری رات نہیں بلکہ) ساری رات سے کم یعنی آدھی رات یا اُس میں سے (بھی) تھوڑا سا کم کر لیا کرو یا آدھی سے کچھ بڑھا دیا کرو اور

تاثُّر

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (سورہ حشر ع ۳ پارہ ۲۸)

(اے پیغمبر) اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارا ہوتا اور آدمی کی طرح اُس کو شعور بھی ہوتا) تو تم اُس کو دیکھ لیتے کہ خدا کے ڈر کے مارے جھک گیا (ہوتا اور) پھٹ پڑا ہوتا اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ سوچیں (سمجھیں) ۔

وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ۝ (سورۂ انشقاق ع ۱ پارہ ۳۰)

اور جب اُن کے (ایسے کافروں کے) روبرو قرآن پڑھا جائے تو (خدا کے آگے) سجدہ نہیں کرتے ۔

من المترجم - ہم نہیں سمجھتے کہ جو لوگ قرآن نہیں سمجھتے وہ کیوں کر اُس سے متاثر ہو سکتے ہیں - مانا کہ عربی ہماری مادری زبان نہیں ہے اور اُمّ الالسنہ ہونے کی وجہ سے اُس کی صرف نحو کچھ تو مشکل ہے اور کچھ لوگوں نے مشکل بنا رکھی ہے اور عرب کے لوگوں سے اختلاط بھی نہیں کہ رات دن کی گفت و شنود سے بے مدد صرف و نحو عربی سیکھ لی جائے - یہ سب مشکلات ایک طرف اور

ف۱ مولوی شاہ عبد القادر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت نکلے تھے حج کے دنوں میں شہر مکّہ سے باہر نماز صبح کی پڑھنے لگے اپنے یاروں کے ساتھ اُس وقت کئی جن سُن گئے اور مسلمان ہوئے پھر اپنی قوم کو جا کر سمجھایا - اس بار حضرت سے نہیں ملے پھر بہت لوگ مسلمان ہو کر ایک رات مکّے سے باہر آئے حضرت اکیلے باہر تشریف لے گئے - سب نے قرآن سیکھا اور دین قبول کیا سورۂ جن میں ان کی باتیں مفصّل ہیں اور جب سے حضرت پر وحی آئی تب سے جنوں پر خبر آسمان کی بند ہوئی - ان کو سبب معلوم نہ تھا قرآن جب سُنا تو جانا کہ اس کا نزول ہوتا ہے اس سبب سے خبر بند کی ہے ۱۲

ف۲ نزولِ وحی پیغمبر صاحب پر سخت گزرا کرتا تھا تفصیلی کیفیت تو معلوم نہیں مگر گرما کے جاڑے میں پسینے پسینے ہو ہو جاتے تھے - رنگت فق ہو جاتی تھی اور جسم بھاری پڑ جاتا تھا یہاں تک کہ کبھی آپ اونٹنی پر سوار ہوتے تھے تو نزولِ وحی کے وقت اونٹنی مارے بوجھ کے بیٹھ جاتی تھی اور شروع شروع میں تو پیغمبر صاحب کو بہت ڈر لگتا تھا چنانچہ یہ سورۃ اور اس سے اگلی دونوں وحی ابتدائی ہیں کہ پیغمبر صاحب مارے خوف کے کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے تھے - اسی سبب سے ایک جگہ مزّمّل فرمایا اور دوسری جگہ مدّثّر اور معنی دونوں کے ایک ہی ہیں ۱۲

اُن کا معاوضہ فلاح دنیا اور آخرۃ ایک طرف۔ مگر یوں کہو کہ فلاح دنیا اور آخرۃ کی حق قدرہٖ قدر ہی کون کرتا ہو ورنہ انگریزی جو فی نفسہٖ سخت اور کرخت زبان ہو اور اُس کے ساتھ ہم باشندگان ہند کو کسی طرح کی مناسبت نہیں۔ لوگ دنیا کے عارضی اور چند روزہ موہوم فائدوں کی طمع سے پڑھتے اور ایسا پڑھنا پڑھتے ہیں کہ اُس میں فضیلۃ کی ڈگریاں بی اے اور ایم اے حاصل کرتے ہیں اور اِس کے لیے اکثر اِس قدر محنۃ کرنی پڑتی ہو کہ لوگ ساری عمر کے لیے روگی مضمحل القوٰی اور ضعیف القوٰے ہو جاتے ہیں۔ اگر اُس کا عُشر عشیر بھی عربی کے لیے کریں تو حق بجانب ہو اور یوں مُونہ سے لمبے چوڑے اسلام کے دعوے کرنا اور عملاً اُن کا ثبوت نہ دینا ہم تو ان تھوتھے چنوں کے پھٹکنے کے قائل ہیں نہیں ❊

تدبّر و تفکّر

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ○ (النساء ع۶ پارہ ۵)	کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) میں غور نہیں کرتے (کہ کہیں سرِ مُو فرق نہیں) اور اگر (قرآن) خدا کے سوا (کسی اَور) کے پاس سے (آیا) ہوتا تو ضرور اُس میں بہت سے اختلاف پاتے ❊
اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا ○ (محمد ع ۳ پارہ ۲۶)	کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) کو نہیں سوچتے یا دلوں پر تالے (لگے) ہیں ❊
کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (ص ع۳ پارہ ۲۳)	(اے پیغمبر! یہ قرآن بڑی) برکۃ والی کتاب ہو جو ہم نے تمہاری طرف اُتاری ہو تاکہ لوگ اُس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ جو لوگ عقل رکھتے ہیں (اس کے مطالب سے) نصیحۃ پکڑیں ❊

من المترجم۔ اِس عنوان کے متعلق قرآن مجید میں بہت سی آیتیں آئی ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ منجملہ حقوقِ قرآن کے بڑا حق اُس کے مطالب و مضامین میں غور و فکر کرنا ہو۔ قرآن مجید خدا کا ایک فرمان ہو بندوں کی طرف جس میں اُس نے اپنی رضامندی اور نارضامندی کے موجبات سے لوگوں کو اطلاع دی ہو۔ اور خدا کی رضامندی و نارضامندی کے موجبات پر آدمی کو اُسی وقت اطلاع ہو سکتی ہو کہ اُس فرمان کے مضمون کو غور سے پڑھے اور لفظوں کے معنے سمجھے۔ اگر دنیا کا کوئی حاکم اپنے محکوم کو پروانہ لکھے اور محکوم بجز الفاظ کے رٹنے اور بُڑبُڑا لینے کے اُس کے اصلی منشا اور حکم کو نہ سمجھے اور اُس پر عمل درآمد نہ کرے تو اُس سے حاکم ضرور ناراض ہوگا بلکہ عجب نہیں کہ حکمِ عدولی کے جرم میں مواخذہ کرے۔ قرآن مجید کے الفاظ کو طوطے کی طرح سے پڑھنا اور مطالب و احکام میں غور نہ کرنا بالعینہٖ ایسا ہو کہ کسی غلام کے پاس اُس کے آقا کا خط آیا اُس میں لکھا تھا کہ تو فلاں فلاں کام کیجیو اور فلاں فلاں سے باز رہیو۔ غلام بجائے اِس کے کہ آقا کے احکام کی تعمیل میں سرگرمی دکھاتا خط کو نہایت خوش آوازی سے

پڑھنے اور حرفوں کو اُن کے مخارج سے نکالنے بیٹھ گیا۔ اور اُن احکام کو جو اُس میں لکھے ہیں نہ تو سمجھا ہی نہ عمل میں لایا ایسا غلام بے شک سزاوارِ عقوبۃ اور مستحقِ عذاب ہوگا۔ حضرۃ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگلے لوگ قرآن شریف کو جانتے تھے کہ یہ کلامِ خدا ہے اور خدا کے پاس سے آیا ہے وہ شب کو اُس میں غور و فکر کرتے اور دن کو اُس کے حکموں پر عمل درآمد کرتے تھے۔ اب لوگوں کا یہ حال ہے کہ اُس کا درس دیتے اور حروف کے مخارج اور زیر و زبر کو درست کرتے ہیں اور اُس کے سمجھنے اور عمل کرنے میں سستی کرتے ہیں۔

الغرض قرآن مجید کے نزول سے اصلی مقصود صرف لفظوں کا پڑھنا نہیں بلکہ اُس کو سمجھنا اور عمل کرنا ہے۔ پڑھنا تو یاد رکھنے کے لیے ہے اور یاد رکھنا عمل کرنے کے واسطے۔ جو لوگ صرف الفاظ کے یاد رکھنے اور پڑھنے پر بس کرتے اور مطالب میں غور و فکر نہیں کرتے۔ ایسے ہی لوگوں کی نسبت مولانائے روم نے فرمایا ہے ؎

من ز قرآں مغز را برداشتم استخواں پیش سگاں انداختم

آداب تلاوۃ

قرآن کا حق ہے کہ تلاوۃ کے وقت چھ باتوں کی رعایۃ کی جائے **ایک** یہ کہ تعظیم سے پڑھے اور تعظیم سے پڑھنے کے یہ معنے ہیں کہ پہلے وضو کرے۔ پھر قبلہ رُخ بیٹھے اور نہایۃ عجز و انکسار کے ساتھ مصروفِ تلاوۃ ہو۔ حضرۃ علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پڑھتا ہے اُسے حرف حرف پر سو سو نیکیاں ملتی ہیں۔ اور بیٹھ کر نماز میں پڑھتا ہے تو ہر ایک حرف پر پچاس نیکیوں کا ثواب پاتا ہے۔ اور نماز سے خارج باوضو تلاوۃ کرتا ہے تو ایک ایک حرف کے عوض پچیس پچیس نیکیاں اعمال نامہ میں لکھی جاتی ہیں۔ بے وضو پڑھتا ہے تو دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ **دوسرے** یہ کہ ٹھیر ٹھیر کر پڑھے اور مطالب میں خوب غور و تامل کرتا جائے۔ جلد ختم کرنے کا فکر نہ کرے۔ توراۃ میں آیا ہے کہ "خداوند فرماتا ہے اے بندے تجھے شرم نہیں آتی کہ جب تیرے بھائی کا خط رستے میں پہنچتا ہے تو تو ٹھیر جاتا اور رستے سے الگ ہو کر پڑھنے بیٹھتا اور حرف حرف نہایۃ غور و فکر کے ساتھ پڑھتا ہے۔ یہ کتابِ توراۃ میرا ایک فرمان ہے جو میں نے تجھے لکھا اور حکم کیا کہ اس میں تا بہ امکان غور و تامل کر اور اس کے قوانین کا پابند ہو مگر تو اس سے انکار کرتا اور اس پر عمل کرنے سے جی چُراتا۔ اور پڑھتا بھی ہے تو غور و تامل نہیں کرتا"۔

اُم المؤمنین حضرۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کسی کو قرآن مجید جلدی جلدی پڑھتے دیکھا تو فرمایا یہ شخص نہ قرآن پڑھتا ہے نہ خاموش ہے۔ حضرۃ ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر میں سورۃ زلزال اور قارعہ ٹھیر ٹھیر کر پڑھوں اور ان کے مطالب میں غور و تامل سے کام لوں تو سورۃ بقرہ اور آلِ عمران کے جلدی پڑھنے سے مجھے بہت زیادہ پسند ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ جو لوگ رات یا دن بھر میں ایک ختم کر لیتے ہیں وہ قرآن کا کچھ بھی حق ادا نہیں کرتے۔ بلکہ قرآن کی بے حرمتی کا الزام اپنے اوپر لیتے ہیں۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی تین دن سے کم میں قرآن ختم کرتا ہے وہ فہم قرآن سے بے نصیب ہے **تیسرے** یہ کہ قرآن پڑھتے وقت روئے کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن پڑھتے وقت روؤ اور خود بخود رونا

ف؎ یہ عبارۃ احیاء العلوم سے اخذ کی گئی ہے ۱۲

نہ آئے تو تکلف کرکے رو دو۔ یہ بھی فرمایا کہ قرآن رنج کے واسطے اُترا ہے جب اس کی تلاوۃ میں مصروف ہو تو اپنے تئیں غمگین بناؤ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو شخص قرآن کے احکام اور اُس کے وعدہ وعید میں غور و تامل کرے گا اور اپنی عاجزی اور مسکنۃ اور بے حقیقتی اور کوتاہی زیرِ نظر رکھے گا وہ خواہ نخواہ اندوہگین ہوگا بشرطیکہ اس پر غفلۃ نہ سوار ہو۔ **چوتھے** یہ کہ ہر آیۃ کا حق ادا کرے اور ہر آیۃ کے حق ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آیۃ وعید پر پہنچے تو خدا سے پناہ مانگے۔ آیۃ رحمۃ پر گزر ہو تو طالبِ رحمۃ ہو۔ تنزیہ کی آیۃ پڑھے تو خدا کی تسبیح و تقدیس کرے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ تلاوۃِ قرآن کے وقت آیۃ عذاب پر پہنچتے تو خدا سے پناہ مانگتے۔ رحمۃ کی آیۃ پڑھتے تو طالبِ رحمۃ ہوتے۔ تنزیہ کی آیۃ پر پہنچ کر تسبیح کرتے اور قرآن شریف شروع کرتے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ[51] پڑھتے اور تلاوۃ سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِالْقُرْاٰنِ وَاجْعَلْهُ لِيْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِيْ مِنْهُ مَا نَسِيْتُ وَعَلِّمْنِيْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِيْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ حُجَّةً لِّيْ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ[52] قاری جب سجدے کی آیۃ پر پہنچے تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر سجدے میں جائے۔ طہارۃ اور استقبالِ قبلہ کے بارے میں جو حکم سجدۂ شکر اور سجدۂ تلاوۃ میں بیان کر آئے ہیں وہی یہاں بھی سمجھو۔ **پانچویں** اگر ریا کا شُبہ یا اندیشہ ہو یا کسی کی نماز میں خلل پڑتا ہو تو آہستہ پڑھے حدیث شریف میں آیا ہے کہ چُپکے چُپکے قرآن مجید پڑھنا پکار کر پڑھنے پر ویسی ہی فضیلۃ رکھتا ہے جیسے چُپکے سے صدقہ دینا کھُلم کھُلا خیرات کرنے پر۔ ہاں اگر نمود و ریا اور کسی کی نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو پکار کر پڑھنا بہتر ہے تاکہ اور لوگ بھی مضامین قرآن سُن کر مستفیض ہوں اور اس کی ہمتہ جمع ہو۔ شوق بڑھے۔ آگاہی حاصل ہو۔ نیند بھاگے۔ سوتے جاگیں

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک رات حضرۃ ابوبکر صدیق رضؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ دیکھا تو وہ نماز میں قرآن شریف چُپکے چُپکے پڑھ رہے تھے۔ فرمایا کہ تم آہستہ آواز سے کیوں پڑھتے ہو۔ حضرۃ ابوبکر صدیق رضؓ نے عرض کیا کہ جس سے میں کہتا ہوں وہ سُنتا ہے اس کے بعد پیغمبر صاحب حضرۃ عمر رضؓ کے پاس گئے اور اُن کو چلّا چلّا کر قرآن پڑھتے دیکھا فرمایا تم چلّا چلّا کر کیوں پڑھتے ہو عرض کیا میں سوتوں کو جگاتا اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔ پیغمبر صاحب نے دونوں صاحبوں کی تصویب کی اور فرمایا تم دونوں آدمی اچھا کرتے ہو۔ معلوم ہوا کہ تمام اعمال نیۃ کے تابع ہیں۔ چونکہ دونوں حضرات کی نیۃ بخیر تھی دونوں طرح پر مستحق تصویب ہوئے۔ قرآن دیکھ کر پڑھنا بہتر ہے تاکہ آنکھیں بھی ثواب سے محروم نہ رہیں کہا گیا ہے کہ قرآن مجید ایک دفعہ دیکھ کر پڑھنا سات دفعہ حفظ پڑھنے کے برابر ہے۔ یاد پڑھنے سے متشابہ لگنے کا خوف ہے اور متشابہ لگنے سے مطلب کچھ سے کچھ ہو جانے کا۔ **چھٹے** خوش آوازی سے پڑھنے کی کوشش کرے۔ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن کو اچھی آواز سے آراستہ کرو۔ ایک دفعہ پیغمبر صاحب نے ابو حذیفہ کے غلام کو نہایۃ خوش آوازی سے قرآن پڑھتے سُنا تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ اُمَّتِيْ مِثْلَهٗ[53]۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ

---

۵۱ میں خدا کے نام کے ساتھ شیطانِ مردود سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ ۵۲ خداوندا قرآن کے ذریعے سے مجھ پر رحم کر اور اُسے میرے لیے مقتدا اور نور اور ہدایۃ اور رحمۃ کر۔ الٰہی جو اُس میں سے میں بھول گیا اُسے مجھے یاد دلا اور جو میں نہیں جانتا مجھے سکھا اور اس کی تلاوۃ رات کی ساعتوں اور دن کی طرفوں میں میرے نصیب کر اور اے دونوں جہان کے پروردگار اسے میرے لیے حجۃ کر ۱۲ ۵۳ خدا کا شکر ہے جس نے میری اُمتہ میں اس جیسا شخص پیدا کیا ۱۲

آواز جس قدر اچھی ہوگی قرآن کا اثر اُتنا ہی زیادہ پڑے گا۔ لیکن کلمات و حروف میں بہت الحان کرنا جیسے قوالوں اور گویوں کی عادۃ ہے مکروہ ہے*

یہ تلاوۃ کے آداب ظاہر تھے۔ رہے آداب باطن وہ بھی چھ ہیں **اول** یہ کہ کلام کی عظمۃ ذہن نشین کرے اور اُسے خدا کا کلام یقین کرے۔ **دوسرے** یہ کہ قرآن شروع کرنے سے پہلے حق تعالیٰ کی عظمۃ دل میں حاضر ہو اور سمجھے کہ کس کا کلام پڑھتا ہے۔ کلام کی اور جس کا کلام ہے اُس کی عظمۃ اور کلام کی حقیقۃ وہی دل پاتے ہیں جو اخلاق بد کی گندگی سے پاک اور ستھرے اور تعظیم و توقیر کے نور سے منور و آراستہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ عکرمہ رضی اللہ عنہ جب مصحف کھولتے تو اُن پر غشی طاری ہو جاتی اور فرماتے کہ ھُوَ کَلَامُ رَبِّیْ۔ کوئی شخص قرآن کی عظمۃ نہیں جان سکتا تاوقتیکہ خدا تعالیٰ کی عظمۃ معلوم نہ کرے اور خدا تعالیٰ کی عظمۃ جب ہی دل میں سماتی ہے کہ آدمی اُس کے صفات و افعال میں انتہا درجے کے غور و فکر سے کام لے **تیسرا ادب** یہ ہے کہ تلاوۃ کرتے وقت دل حاضر رہے۔ غافل نہ ہو۔ وساوس نفس اُسے اُدھر اُدھر نہ لیے پھریں اور جو کچھ غفلۃ کی حالۃ میں پڑھا اُسے نہ پڑھنے کے برابر سمجھے۔ کیونکہ قرآن مجید اصل میں ایمانداروں کا تماشہ گاہ ہے۔ اِس میں بہت سے عجائبات اور حکمتیں موجود ہیں۔ اگر کسی نے اس میں تامل و غور نہ کیا اُس کی مثال بعینہ اُس شخص کی سی ہے جو سیر کے لیے باغ میں تو پہنچا مگر اُس کے عجائب و غرائب سے غافل رہ کر باہر چلا آیا۔ ایسے شخص کو اہل الرائے ضرور بے وقوف بتائیں گے تو جس نے قرآن مجید کی تلاوۃ کی اور اُس کے معنی نہ سمجھا اُسے بڑا کم نصیب اور محروم الخیر سمجھنا چاہیئے **چوتھا ادب** یہ ہے کہ ہر لفظ کے معنی کا خیال رکھے تاکہ مضامین قرآن اچھی طرح سمجھ میں آجائیں۔ اگر ایک مرتبہ کے پڑھنے سے نہ سمجھے تو دوسری اور تیسری دفعہ پڑھے۔ اور کسی مضمون سے لذت حاصل ہو تو اُسے مکرر سہ کرر پڑھے۔ حضرۃ ابوذر رضؓ نے فرمایا کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک شب نماز میں اس آیۃ کو بار بار پڑھتے تھے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ[1] حضرت سعید بن جبیر نے آیۃ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ میں ساری رات بسر کردی۔ جو شخص ایک آیۃ پڑھے اور اُس کی اگلی آیۃ کے معنی میں غور کرے۔ اُس نے پہلی آیۃ کا کچھ حق ادا نہیں کیا۔ حضرۃ عامر بن عبد اللہ ہمیشہ وسواس کی شکایۃ کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ کو دنیوی وساوس ستاتے ہیں جواب دیا کہ اگر میرے سینے میں زہر کی بجھی ہوئی چھریاں ماریں تو نماز میں دنیوی خیالات لانے سے یہ مجھے بہت آسان ہے مجھے اکثر یہ خیال رہا کرتا ہے کہ قیامۃ کے روز خدا کے آگے کیونکر کھڑا ہوں گا۔ اور کس طرح وہاں سے لوٹوں گا۔ دیکھو بزرگان دین اس طرح کے خیالات کو بھی وسواس جانتے تھے۔ پس آدمی کو مناسب ہے کہ جو آیۃ نماز میں پڑھے اُس کے معنی اور مطلب کے سوا اور کچھ خیال نہ کرے۔ جب اور بات کا خیال آیا اگرچہ وہ بات دینی ہی کیوں نہ ہو تو بھی وسواس ہے۔ آدمی کو حتے الامکان کوشش کرنی چاہیئے کہ ہر آیۃ میں اُسی کے معنی کی تصویر ذہن نشین رکھے اور دوسرے خیال کو پاس نہ آنے دے۔ مثلاً خدا کے صفات کی آیتیں پڑھے تو صرف اسرار صفات میں غور و تامل کرے اور سمجھے کہ عزیز اور قدوس اور جبار اور حکیم کے کیا معنے ہیں اور افعال کی آیتیں پڑھے جیسے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ تو عجائبات

---

[1] اگر تو اُن کو عذاب دے تو (تجھ کو اختیار ہے) یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو اُن کو معاف کرے تو (کوئی تیرا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا کیونکہ) بے شک تو ہی (رب) غالب (اور)

خلق سے خالق کی عظمة سمجھے اور اُس کے کمالِ علم وقدرة میں تدبّر کرے۔ اگر مبدأ انسانی کے متعلق کوئی آیة پڑھے مثلاً اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ؎ تو نطفے کے عجائبات کا تصور کرے کہ ایک طرح کے پانی کے ایک قطرے سے کیسی کیسی مختلف چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ گوشت پوست۔ ہڈی۔ رگ پٹھے۔ سر۔ ہاتھ پاؤں۔ آنکھہ ناک کان۔ زبان وغیرہ۔ **پانچواں ادب** یہ ہو کہ قاری کا دل آیات کے اختلافِ معنی کے وقت صفاتِ مختلفہ کی طرف پھرتا رہے۔ مثلاً خوف کی آیة پر پہونچے تو دل پر خوف اور ہراس اور رقّة غالب ہو۔ رحمة کی آیة پر گزرے تو دل میں فرحت اور انبساط پیدا ہو۔ خدا کی صفتوں کا بیان ہو تو ہمہ تن تواضع اور مجسّم انکسار ہو جائے۔ کفار کے طعن آمیز اقوال سُنے تو آواز نیچی کرلے اور شرم وخجالة کے لہجے میں پڑھے۔ **چھٹا ادب** یہ ہو کہ قرآن اس طرح سُنے کہ گویا حق تعالیٰ سے سنتا ہو اور فرض کرے کہ فی الحال اُسی سے سُنتا ہو۔ ایک بزرگ کا قول ہو کہ مجھے قرآن میں کچھ حلاوة اور لذة نہیں آتی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے فرض کرلیا کہ میں پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنتا ہوں اس سے مجھے کچھ حلاوة میسر ہوئی پھر میں آگے بڑھا اور فرض کیا کہ حضرة جبرئیلؑ سے سنتا ہوں اس سے اَور زیادہ حلاوة پائی۔ اب اَور آگے بڑھا اور عظیم الشان رتبے کو پونہچا۔ چنانچہ اب میں اس طرح پڑھتا ہوں کہ گویا بے واسطہ خدا سے سنتا ہوں اس وقت مجھے وہ لذة حاصل ہوتی ہو جو اس سے پیشتر کبھی میسر نہیں ہوئی تھی ٭

؎ ہم نے آدمی کو مرکب نطفے سے پیدا کیا ف ۱۲

ف نطفے کو مرکب اس واسطے فرمایا کہ مرد وعورة دونوں کے نطفوں کے ملنے سے انسان پیدا ہوتا ہی یا اس اعتبار سے کہ نطفہ تمام اعضائے جسم کا نچوڑ ہوتا ہی تو گو نطفہ ایک چیز ہو مگر وہ حقیقةً مرکب ہو ہر ہر عضو کے نچوڑ سے ۱۲

خدا کی قدرۃ کی نشانیوں میں غور کرنا

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ○ (بقرہ ع ۲۰ پارہ ۲)	بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے اَدل بدل میں اور جہازوں میں جو لوگوں کے فائدے کی چیزیں (یعنی مال تجارۃ) سمندر میں لے کر چلتے ہیں اور مینھ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا پھر اُس کے ذریعے سے زمین کو اُس کے مرے (یعنی افتادہ ہوئے) پیچھے پھر زندہ (یعنی شاداب) کرتا ہے اور ہر قسم کے جانوروں میں جو خدا نے روئے زمین پر پھیلا رکھے ہیں اور ہواؤں کے (اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر) پھیرنے میں اور بادلوں میں (جو خدا کے حکم سے) آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں (غرض ان سب چیزوں میں) اُن لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں (قدرۃ خدا کی بہتیری) نشانیاں (موجود) ہیں ◆
اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ وَّاَنْ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ○ (الاعراف ع ۲۳ پارہ ۹)	کیا اِن لوگوں نے آسمانوں اور زمین کے انتظام اور خدا کی پیدا کی ہوئی کسی چیز پر بھی نظر نہیں کی اور نہ اس بات پر کہ عجب نہیں ان کی موت قریب آلگی ہو تو اب اتنا سمجھائے پیچھے اور کون سی بات ہے جس کو سن کر ایمان لے آئیں گے ◆
وَكَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ○ (سورہ یوسف ع ۱۲ پارہ ۱۳)	اور آسمانوں اور زمین میں (خدا کی قدرۃ کی ایسی) کتنی نشانیاں ہیں جن پر سے لوگ ہو کر گزر جاتے ہیں اور وہ اُن کی کچھ پروا نہیں کرتے ◆
اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ	کیا اِن لوگوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن چیزوں کو جو اِن دونوں کے درمیان میں ہیں کسی مصلحۃ ہی سے اور (ایک) وقت مقرر کے لیے پیدا کیا ہے اور بہتیرے آدمی تو (قیامۃ کے دن) اپنے

بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ○ (الروم ۶ پارہ ۲۱)
وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ
اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ○ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ
خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا
اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ وَمِنْ
اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ
اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّلْعٰلِمِيْنَ ○ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ
النَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ○ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ
يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ وَ
مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ
بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ
اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ○ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ○ وَهُوَ الَّذِيْ
يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ

پروردگار سے ملنے کو سِرے سے مانتے ہی نہیں ٭

اور اُسی (خدا) کی (قدرۃ کی) نشانیوں میں سے (ایک یہ بھی ہے)
کہ اُس نے تم (لوگوں) کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب تم انسان ہو
کہ (روئے زمین پر ہر طرف) پھیلے ہوئے ہو اور اُسی کی (قدرۃ کی)
نشانیوں میں سے (ایک یہ بھی) ہے کہ اُس نے تمھارے لیے
تمھاری ہی جنس کی بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم کو اُن کی طرف
(رغبۃ کرنے سے) راحۃ ملے اور تم میاں بی بی میں پیار اور اخلاص
پیدا کیا جو لوگ سوچ سمجھ کو کام میں لاتے ہیں اُن کے لیے اِن (باتوں)
میں (قدرۃ خدا کی بہتیری ہی) نشانیاں ہیں اور آسمانوں اور
زمین کا پیدا کرنا اور تمھاری بولیوں اور تمھاری رنگتوں کا مختلف ہونا
(یہ بھی) اُس کی (قدرۃ کی) نشانیوں میں سے ہے کچھ شک نہیں کہ
سمجھنے والوں کے لیے اِن باتوں میں خدا کی قدرۃ کی بہتیری
ہی) نشانیاں ہیں اور تمھارا رات (کا سونا) اور دن کا سونا اور
اُس کے فضل (یعنی اپنی معاش) کے لیے تمھارا تگ و دو کرنا
(یہ بھی) اُس کی (قدرۃ کی) نشانیوں میں سے ہے جو لوگ گوشِ
دل سے) سُنتے ہیں اُن کے لیے اِن (باتوں) میں (قدرۃ
خدا کی بہتیری ہی) نشانیاں ہیں اور اُسی کی (قدرۃ کی) نشانیوں
میں سے (ایک یہ بھی) ہے کہ وہ تم کو ڈرنے اور اُمید کرنے کے
لیے بجلیاں دکھاتا اور آسمان سے پانی برساتا اور اُس (پانی) کے
ذریعے سے زمین کو اُس کے مرے (یعنی پڑتی پڑے) پیچھے جلا اٹھاتا
ہے جو لوگ عقل رکھتے ہیں اُن کے لیے اِن (باتوں) میں (قدرۃ
خدا کی بہتیری ہی) نشانیاں ہیں اور اُسی کی (قدرۃ کی) نشانیوں
میں سے (ایک یہ بھی) ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں (اور تم
ایک وقتِ خاص تک زندگی کر کے زمین میں گاڑے جاتے ہو) پھر
(قیامۃ کے دن) جب وہ تم کو ایک آواز دے کر زمین میں سے بلائے گا تو
بس آواز کے سُنتے ہی تم (سب کے سب نکل پڑو گے اور جو (فرشتے)
آسمانوں میں ہیں) اور (جو لوگ) زمین میں ہیں (سب) اُسی کے ہیں (اور)

عَلَيۡهِ ۚ وَلَهُ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰى فِى السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝ (الروم ۳ پارہ ۲۱)	اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کی شان (سب سے) بالاتر ہی اور وہ زبردست (اور) حکمۃ والا ہی ۔
اَفَلَمۡ يَنۡظُرُوۡۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ كَيۡفَ بَنَيۡنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ۝ وَالۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰهَا وَاَلۡقَيۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ وَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍۢ بَهِيۡجٍ ۝ تَبۡصِرَةً وَّذِكۡرٰى لِكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ۝ (ق ۶ پارہ ۲۶)	کیا ان منکرین حشر نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس کو کیسا بنایا اور (ستاروں سے) اُس کو سجایا اور اُس میں کہیں درز کا نام نہیں اور زمین کو ہم نے پھیلایا ۔ اور اُس کے اندر بھاری بوجھل پہاڑ بٹلا دیے اور سب طرح کی خوشنما چیزیں اُس میں اُگائیں تاکہ جتنے بندے (ہماری طرف) رجوع لانے والے ہیں (وہ ہماری قدرۃ کا تماشا) دیکھیں اور عبرۃ پکڑیں ۔
وَفِى الۡاَرۡضِ اٰيٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِيۡنَ ۝ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ (الذاریات ۶ پارہ ۲۶)	اور (لوگو!) یقین لانے والوں کے لیے زمین میں (قدرۃ خدا کی بہتیری ہی نشانیاں ہیں اور خود تم میں (بھی) تو کیا تم کو سوجھ نہیں پڑتا ۔

من المترجم خلاصہ یہ ہی کہ کارخانۂ عالم ایک بسوط کتاب ہی اور موجوداتِ عالم اُس کے حروف اور الفاظ اور جملے ہیں ان میں سے ایک ایک حرف ایک ایک لفظ ایک ایک جملہ سوچنے سمجھنے والے کے لیے خدا کی ہستی اور اُس کی صفاتِ کاملہ کے ثبوت کا کام دیتا ہی ۔

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

ہر گیاہے کہ از زمیں روید — وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

اور کوئی خیال ہی نہ کرے تو اُس کی نظر میں یہ سب کچھ کھیل تماشا ہی رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ اَی ہمارے پروردگار تُو نے (اس کارخانۂ عالم) کو بے فائدہ (تو نہیں بنایا ۔ تیری ذات (ایسے فعلِ عبث کے کرنے سے) پاک ہی (اور یہ کارخانہ خبر دے رہا ہی کہ آخرۃ میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا ہونی ہی) تو (ای ہمارے پروردگار) ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو ۔

خدا کی قسم کا ادب

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِىْۤ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ (بقرہ ع ۲۸ پارہ ۲)

اور (مسلمانو!) اپنی (بیہودہ) قسموں (کے حیلے) سے خدا کو (یعنی اُس کے نام کو لوگوں کے ساتھ) سلوک کرنے اور پرہیزگاری رکھنے اور لوگوں میں ملاپ کرانے کا مانع ومزاحم نہ ٹھیراؤ اور اللہ سنتا (اور) جانتا ہو **ف۱** تمہاری قسموں میں جو لایعنی (قسمیں) ہیں اُن پر تو خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں لیکن اُن (قسموں) پر تم سے (ضرور) مواخذہ کرے گا جو تمہارے دلی ارادے سے ہوں اور اللہ بخشنے والا بُردبار ہو **ف۲**

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ (القلم ع ۱ پارہ ۲۹)

اور (اے پیغمبر کہیں) تم کسی (ایسے نابکار) کے کہے میں (بھی) نہ آجانا جو بہت قسمیں کھاتا ہو (اور) آبرو باختہ ہو (لوگوں پر) آوازے کسا کرتا ہو (ادھر کی اُدھر اُدھر کی ادھر) چُنلیاں لگاتا پھرتا ہو اچھے کام سے (لوگوں کو) روکتا رہتا ہو **ف۳** حد (بندگی) سے بڑھ گیا ہو بدہو اکھڑ ہو (اور ان سب عیبوں) کے علاوہ بد ذات ہے*

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُوْتِيْتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ

سمرہ کے بیٹے عبدالرحمٰن سے روایت ہو کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سمرہ کے بیٹے عبدالرحمٰن تُو حکومت ازخود طلب نہ کر کیونکہ اگر تُو مانگنے سے حکومت دیا جائے گا تو اُس کے حوالے کر دیا جا ئگا

ف۱ کبھی ایسا ہوتا ہو کہ ایک کام شرعًا ممدوح اور موجب ثواب ہو اور آدمی غصّے میں اگر اُس کے نہ کرنے کی قسم کھا بیٹھتا ہو تو ایسی قسم کا نباہ نہ کرنا چاہیے اسی کے قریب ہو شیخ سعدی کا مقولہ "آزردنِ دلِ دوستاں جہل ست وکفارۂ یمین سہل"۱۲ **ف۲** لایعنی قسم سے وہ قسم مراد ہو جو بغیر قصد و ارادے کے تکیہ کلام کے طور پر زبان سے نکل جائے جیسے بعض لوگ باتوں کے سلسلے میں بے ارادہ قسم واللہ باللہ کہدیا کرتے ہیں اگرچہ اس طرح کی قسموں کا کفارہ تو نہیں ہو مگر خدا نے اُس کو لغو فرمایا ہو اور مومن کی شان یہ ہو کہ لغو سے محترز رہے قد افلح کے شروع پارے میں مومن کی چند صفتیں مذکور ہیں اُن میں ایک صفت والذین ھم عن اللغو معرضون بھی ہو یعنی (اور ایمان والے جو اپنی مراد کو پہنچ گئے) وہ (ہیں) جو نکمّی باتوں کی طرف رُخ نہیں کرتے، کفارہ نہ ہو مگر خدا کے نام پاک کی بے توقیری تو لغو قسموں میں ضرور پائی جاتی ہے اعاذنا اللہ منہا وسائر المسلمین ۱۲ **ف۳** یہ آیتیں اگرچہ ایک کافر ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں کہ وہ بڑا ہی خبیث اور موذی تھا مگر جن باتوں کے لیے خدا نے اُس پر ملامت کی ہو آدمی کو چاہیئے کہ اُن سے بچتا رہے ۱۲

اِلَيْهَا وَاِنْ اُوْتِيْتَ عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ‎(صحیحین)

اور اگر بے مانگے حکومت دیا جائے گا تو اُس پر تیری مدد کی جائے گی اور جب تو کسی چیز پر قسم کھائے اور اُس کے غیر کو اُس سے بہتر دیکھے تو قسم کو توڑ ڈال اور کفارہ دے ڈال اور جو چیز بہتر ہو اُس کو بجالا

عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ ابْنَ عَمٍّ لِّيْ اٰتِيْتُهٗ اَسْاَلُهٗ فَلَا يُعْطِيْنِيْ وَلَا يَصِلُنِيْ ثُمَّ يَحْتَاجُ اِلَيَّ فَيَاْتِيْنِيْ فَيَسْئَلُنِيْ وَقَدْ حَلَفْتُ اَنْ لَّا اُعْطِيَهٗ وَلَا اَصِلَهٗ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اٰتِيَ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَّاُكَفِّرَ عَنْ يَمِيْنِيْ ‎(نسائی)

ابو الاحوص اپنے باپ سے روایۃ کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اِس بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں کہ میرا ایک چچا زاد بھائی ہے جس کے پاس جاکر میں کچھ مال مانگتا تھا مگر وہ مجھے نہ تو کچھ مال ہی دیتا تھا نہ جیسی صلہ رحمی کرنی چاہیے میرے ساتھ صلہ رحمی کرتا تھا اب وہ محتاج ہو کر میرے پاس آتا اور مجھ سے مانگتا ہے اور میں قسم کھا چکا ہوں کہ اُسے کچھ نہ دوں گا نہ صلہ رحمی کروں گا تو پیغمبر صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ میں بہتر بات کو بجا لاؤں اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں *

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ وَلَا بِاُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْاَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوْا بِاللّٰهِ اِلَّا وَاَنْتُمْ صَادِقُوْنَ * ‎(ابوداود۔ نسائی)

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لوگو!) تم اپنے ماں یا باپ کی قسمیں نہ کھاؤ اور نہ بتوں کی قسمیں کھاؤ اور نہ خدا کی ہاں (خدا کی قسم کھانے کا اُس وقت مضائقہ نہیں) جب کہ تم سچے ہو *

کفّارہ قسم

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ

(مسلمانو!) تمھاری قسموں میں جو لایعنی ہیں اُن پر خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں ہاں پکّی قسم کھالو (اور پھر اُس کے خلاف کرو) تو خدا تم سے (اُس کا) مواخذہ کرے گا تو اِس (پکّی قسم کے توڑنے) کا کفّارہ دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہے جیسا تم اپنے اہل و عیال کو کھلایا کرتے ہو یا اُن (ہی دس

[illegible]

حقوقِ خانۂ کعبہ و حرمِ مکہ

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۗ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۗ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۗ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۗ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۗ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

(البقرہ ع ۱۳ پارہ ۱)

۱ اور (ای پیغمبر بنی اسرائیل کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا مرجع (و معبد) اور امن کی جگہ ٹھیرایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ) ابراہیم کی (اسی) جگہ کو نماز کی جگہ مقرر رکھو اور ابراہیم اور اسمٰعیل سے فرمایا کہ ہمارے (اس) گھر کو طواف کرنے والوں اور مجاوروں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لیے پاک (وصاف) رکھو اور (ای پیغمبر ان کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ابراہیم نے دعا مانگی کہ ای میرے پروردگار اس (شہر) کو امن کا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ اور روز آخرۃ پر ایمان لائیں اُن کو پھل پھلاری کھانے کو دے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ جو (اللہ اور روز آخرۃ کا) منکر ہوگا اُس کو بھی چند روز کے لیے ہم (ان چیزوں سے) فائدہ اٹھانے دیں گے پھر (آخر کار) اُس کو مجبور کرکے عذاب دوزخ میں لے جا داخل کریں گے اور وہ (بہت ہی) برا ٹھکانا ہی اور (ای پیغمبر بنی اسرائیل کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ابراہیم اور (ان کے ساتھ) اسمٰعیل (دونوں) خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور دعائیں مانگتے جاتے تھے کہ) ای ہمارے پروردگار ہم سے (یہ خدمت) قبول کر بے شک تو ہی (دعا کا) سننے والا اور (نیّت کا) جاننے والا ہی ○

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ

۲ لوگوں (کی عبادۃ) کے لیے جو پہلا گھر ٹھیرایا گیا وہ یہی ہی جو (شہر) مکہ میں (واقع) ہی برکت والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے لیے (موجب) ہدایۃ اس میں (فضیلۃ کی) بہت سی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں (از انجملہ) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس گھر میں آ داخل ہوا امن میں آگیا اور لوگوں پر فرض ہی کہ خدا کے لیے خانہ کعبہ کا حج کریں جس کو

ف یہود کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ کعبے کو مسلمانوں نے کیوں قبلہ بنایا ہی حالانکہ تمام انبیائے سابقین کا قبلہ بیت المقدس تھا اس کا جواب دیا کہ خانہ کعبہ بھی ابراہیم کا بنایا ہوا ہی اور اُس کی بنا بیت المقدس کی بنا سے مقدم ہی اور اُس کی فضیلۃ اور بنائے ابراہیم ہونے کی بہت سی دلیلیں ہیں از انجملہ

وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم نے کعبے کو بنایا اس وقت تک علیٰ حالہٖ موجود ہی آ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ خانہ کعبہ میں امن ہو تو یہ بات بھی اس میں پائی

اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (المائدہ ع ۱۲ پارہ ۷)	یا ایک بردہ آزاد کرنا۔ پھر جس کو (بردہ) میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم (توڑ) کھالو اور اُس میں پورے نہ اُترو) اور اپنی قسموں کے پورا کرنے کی احتیاط رکھو اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول بیان فرماتا ہے تاکہ تم (اُس کی) شکرگزاری کرو (کہ وہ تم کو ادب سکھاتا ہے)

من المترجم گفتگو میں تاکید اور توثیق کا بڑا ذریعہ قسم ہے۔ واقعہ گزشتہ یا حال پر قسم کھائی جاتی ہے تو قسم کا مطلب مخاطب کو یقین دلانا ہوتا ہے کہ واقعہ جس کی قسم کھانے والا حکایۃ کر رہا ہے فی الحقیقۃ زمانۂ ماضی میں واقع ہوا ہے یا زمانہ حال میں ہو رہا ہے۔ یوں تو قسم واقعہ گزشتہ یا حال پر بھی کھائی جاتی ہے مگر زیادہ تر قسم کا استعمال آیندہ کی نسبت ہوتا ہے تو اس صورۃ میں قسم کھانے والا قسم کے ذریعے سے مخاطب کو انجازِ وعدیا ایفاءِ عہد کا اطمینان دلاتا ہے۔ پھر قسم یا تو کسی عزیز چیز کی کھائی جاتی ہے یا کسی واجب التعظیم مقتدر کی۔ قسم میں ہمیشہ بددعا کے معنی مضمر ہوتے ہیں کہ قسم جھوٹ ہو تو قسم کھانے والا اُس عزیز چیز سے جس کی قسم کھائی ہے محروم ہو جائے یا وہ واجب التعظیم مقتدر جس کی قسم کھائی ہے قسم کھانے والے کو خلفِ وعد یا نقضِ عہد کی سزا دے۔ ماضی اور حال کی جھوٹی قسم کھائے تو وہ جھوٹ ہے قسم کھانے والا لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی رو سے لعنۃ کا مستوجب۔ آیندہ کے لیے قسم کھانے والا جھوٹا ثابت ہو تو وہ مخلف الوعد یا ناقض العہد۔ قسم کے متعلق سب سے پہلے دو باتیں ہیں اوّل یہ کہ مسلمان خدا کے سوا کسی اور کی قسم نہ کھائے کہ ایسی قسم موہم شرک ہے۔ دوسرے کثرۃِ حلف کی عادۃ نہ کرے کہ اس سے قسم کی اور مُقسم بہ کی ہیبۃ ذہن سے اُٹھ جانے کا احتمال قوی ہے۔ قرآن میں جو خدا تعالیٰ نے قرآن کی ق وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ[1] پیغمبر صاحب کی زندگی کی لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ[2] آسمان اور زمین کی وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا[3] سورج اور اُس کی دھوپ کی چاند اور اُس کی روشنی کی وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا[4] اور اُس کے اُجالے کی رات اور اُس کی تاریکی کی وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا[5] صبح کی اور دس راتوں کی وَالْفَجْرِ[6]

---

[1] ق (اے پیغمبر) قرآن مجید کی قسم کہ تم ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر ہو ۱۲ [2] اے پیغمبر تمہاری جان کی قسم کہ یہ (لوط کی قوم کے لوگ) اپنی (بدمستی میں پڑے) جھوم رہے تھے ۱۲ [3] اور آسمان کی اور (اُس) ذات کی قسم جس نے اُس کو بنایا ہے اور زمین کی اور (اُس ذات کی قسم) جس نے اُس کو بچھایا ہے ۱۲ [4] آفتاب اور اُس کی دھوپ کی قسم اور آفتاب کے غروب ہوئے پیچھے جب چاند نکلتا ہے اُس کی قسم ۱۲ [5] اور دن کی (قسم) جب کہ وہ آفتاب کو نمایاں کرے اور رات کی (قسم) جب وہ آفتاب کو چھپالے ۱۲ [6] صبح کی قسم اور دس راتوں کی (قسم) ف۱

ف۱ دس راتوں سے بقرعید کی دس راتیں مراد ہیں یا محرم کی یا عشرۂ اخیر رمضان کی جس میں شب قدر ہوتی ہے ۱۲

ولیال عشر جفت اور طاق کی ۵۱ والشفع والوتر فرشتوں کی ۵۲ والنزعت غرقا والنشطت نشطا والسبحت سبحا
ہواؤں کی ۵۳ والذریت ذروا فالحملت وقرا فالجریت یسرا فالمقسمت امرا انما توعدون لصادق وان الدین لواقع
تاروں کی ۵۴ والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی کوہ طور کی لوح محفوظ کی بیت المعمور کی سمندر کی ۵۵ والطور و
کتب مسطور فی رق منشور والبیت المعمور والسقف المرفوع والبحر المسجور ان عذاب ربک لواقع شہر مکہ کی آدم
اور بنی آدم کی ۵۶ لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد ووالد وما ولد لقد خلقنا الانسان فی کبد روز قیامۃ کی
نفس لوامہ کی ۵۷ لا اقسم بیوم القیمۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ جو چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور جو نہیں دکھائی دیتیں اُن کی
۵۸ فلا اقسم بما تبصرون وما لا تبصرون انہ لقول رسول کریم نباتات میں سے انجیر اور زیتون کی ۵۹ والتین والزیتون و
طور سینین وھذا البلد الامین لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم قلم کی ن والقلم وما یسطرون وغیرہ وغیرہ
کی قسمیں کھائی ہیں تو حقیقت میں ان چیزوں کے پردے میں اپنی ذات پاک کی قسم کھائی ہے اس واسطے کہ ہر چیز میں
اُس کی قدرۃ ظاہر و آشکارا ہے جب خدا کسی چیز کی ہم آدمیوں کے محاورے کے مطابق قسم کھاتا ہے تو وہ اپنی
قدرۃ کی قسم کھاتا ہے اور قدرۃ اُس کی ایک صفۃ لازمی اور عین ذات ہے پھر جھوٹی قسم مکروہ ترین جھوٹ ہے اور کفارہ
اُس جھوٹ کی سزا تو اس اعتبار سے کفارہ حق اللہ ہوا اور چونکہ لونڈی غلام کا آزاد کرنا کفارہ قرار دیا گیا ہے اس
اعتبار سے وہ حق العباد ہے اور حق العباد میں بھی لونڈی غلام کا حق بر قیاس زکوٰۃ ٭

۵۱ اور جفت اور طاق کی قسم ف۱ ۱۲ ۵۲ اُن (فرشتوں) کی قسم (جو کافروں کے بدن میں کونے کونے (گھس گھس کر اُن کی جان سختی سے)
نکالتے ہیں اور اُن (فرشتوں) کی جو (ایمان والوں کی جان ایسی آسانی سے نکالتے ہیں جیسے بند کھول دیتے ہیں اور اُن (فرشتوں) کی
جو آسمان و زمین کے درمیان) تیرتے پھرتے ہیں ۱۲ ۵۳ (ہوائیں) جو بادلوں کو اُٹھائے اُڑائے لیے پھرتی۔ پھر (مینہ کا) بوجھ اُٹھاتی پھر
آہستہ آہستہ چلتی پھر ایک (بڑی ضروری) چیز (یعنی بارش) کو (روئے زمین پر) تقسیم کرتی ہیں (ہم کو) اِن (ہی ہواؤں) کی قسم ہے کہ تم لوگوں سے
جو (قیامۃ کا) وعدہ کیا جاتا ہے بالکل سچ ہے اور (اعمال کی) جزا (سزا) ضرور ہونی ہے ۱۲ ۵۴ (لوگو!) ہم کو (شہاب) ستارے کی قسم جب وہ
(آسمان سے) ٹوٹتا ہے کہ تمھارے رفیق (محمد) نہ تو راہ راست سے بھٹکے اور نہ بہکے ۱۲ ۵۵ (اے پیغمبر ہم کو) طور (پہاڑ) کی قسم اور (نیز) کتاب (لوح
محفوظ) کی جو (بڑے بڑے چھلکے کاغذوں پر لکھی ہوئی ہے اور (نیز فرشتوں کے آسمانی کعبے) بیت المعمور کی اور (نیز آسمان کی) اونچی
چھت کی اور (نیز) جوش مارنے والے سمندر کی کہ تمھارے پروردگار کا عذاب (کافروں پر) ضرور نازل ہو کر رہے گا ۱۲ ۵۶ (اے پیغمبر) ہم اس شہر
(مکہ) کی قسم کھاتے ہیں اور (اس شہر کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ) تم اس شہر میں ٹھیرے ہوئے ہو ف۲ اور (نیز) باپ اور اُس کی اولاد (یعنی آدم اور
بنی آدم) کی (قسم کھاتے ہیں) کہ ہم نے آدمی کو (ایسا مخلوق) بنایا ہے کہ (ساری عمر) مصیبت میں رہے ۱۲ ۵۷ ہم روز قیامۃ کی قسم کھاتے ہیں اور
(نیز آدمی کے دل کی قسم کھاتے ہیں) جو (اُس کو برے کام پر) ملامت کیا کرتا ہے (کہ قیامت کے دن سب لوگ زندہ کیے جائیں گے) ۱۲ ۵۸ تو (لوگو!)
جو چیز تم کو دکھائی دیتی ہے اور جو چیز تم کو نہیں دکھائی دیتی (جیسے جنات فرشتے وغیرہ) ہم تو سب ہی کی قسم کھاتے ہیں ف۳ کہ یہ قرآن بلا شبہ کلام (الٰہی) ہے ایک
معزز فرشتے کا (لایا ہوا) ۱۲ ۵۹ انجیر (بیہے) اور زیتون (درخت) اور طور سینین (پہاڑ) اور اس شہر (مکہ) کی قسم جس میں امن طرح کا امن ہے کہ
ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا ۱۲

ف۱ طاق اور جفت سے شاید اشارہ ہی قیامت کی طرف کہ قیامت کے دن ہر ایک روح کو اُس کے جسم سے پیوند دیا جائے گا اور اس کے سوا طاق اور
جفت کو اور بھی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں ۱۲ ف۲ شہر مکہ یوں بھی خانہ خدا ہونے کی وجہ سے متبرک رہا ہو پیغمبر صاحب کے پیدا ہونے اور قیام فرمانے

م سے اور زیادہ متبرک ہو گیا اس سے خدا نے اُس کی یعنی پیغمبر صاحب کے وطن اور مقام کی قسم کھائی ۱۲ ف۳ لفظ لا اردو کے محاورے میں تاکید کے لیے بھی آتا ہے کہتے ہیں آؤ بیٹھو نا آؤ بیٹھو نا ہیں آؤ بیٹھو سے زیادہ تاکید ہے اسی طرح کا تاکیدی لا یہاں بھی ہے ۱۲

اِسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۰ پارہ ۴)

اُس تک پہنچنے کا مقدور ہو اور جو (مقدور رکھے پیچھے نعمۃ کی) ناشکری کرے (اور حج کو نہ جائے) تو اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے وا

یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (التوبۃ ع ۴ پارہ ۹)

مسلمانو! مشرک تو (نرے) گندے ہیں تو اس برس کے بعد (ادب) حرمۃ والی مسجد (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں اور اگر (اُن کے ساتھ لین دین بند ہو جانے سے) تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو خدا پر بھروسہ رکھو وہ) چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا بے شک خدا سب کی نیتوں کو) جانتا (اور) حکمۃ والا ہے ۞

وَقَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (قصص ع ۶ پارہ ۲۰)

اور (اے پیغمبر بعض اہل مکہ تم سے) کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ دین حق کی پیروی کریں تو ہم اپنی جگہ سے اُچک لیے جائیں ف۲ (لیکن) کیا ہم نے اُن کو حرم (مکہ) میں جہاں (ہر طرح کا) امن (و اطمینان) ہے جگہ نہیں دی کہ ہر قسم کے پھل یہاں کھنچے چلے آتے ہیں (گھر بیٹھے ان کا) رزق (ان کو ہمارے ہاں سے (پہنچتا ہے) ولیکن ان میں اکثر (اس نعمۃ کی قدر) نہیں جانتے ف۳

(مندرجۂ بالا عنوان میں ذیل کی آیتیں بھی شامل ہیں)

(۱) وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ الخ　(بقرہ ع ۲۴ پارہ ۲)

(۲) وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا الخ　(نحل ع ۶ پارہ ۱۳)

(۳) وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ الخ　(حج ع ۴ پارہ ۱۷)

(۴) وَاُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا الخ　(نمل ع ۷ پارہ ۱۹)

(۵) وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۔　(التین ع ۱ پارہ ۳۰)

ف۱ مقدور سے مراد ہی زاد راہ اور سواری اور رستے کا امن ۱۲ ف۲ یعنی جو مسلمانوں کے مخالف ہیں وہ ہم کو پکڑ کر کسی طرف کو لے جائیں اور وہاں لے جاکر خدا جانے مار ڈالیں یا غلام بنا کر رکھیں یا کسی کے ہاتھ فروخت کر دیں ۱۲ ف۳ اہل عرب اسلام سے پہلے بھی خانہ کعبہ کا بڑا ادب رکھتے تھے قبیلۂ قریش کے لوگوں کو خانہ کعبہ کا مجاور سمجھکر نہ کبھی کوئی اُن پر چڑھ کر آتا اور یہ لوگ ملک میں چلیں پھریں تو کوئی ان کا مزاحم نہ ہوتا اور کوئی مجرم مکے میں پناہ پکڑتا تو کوئی اُس کے حال سے متعرض نہ ہوتا۔ یہ تو امن کے معنی ہیں اور خود مکہ اور اُس کے آس پاس کی زمین پہاڑ اور ریگستان ہے اُس میں غلہ وغیرہ پیدا ہونے کی صلاحیۃ نہیں باایں ہمہ ضرورۃ کی جتنی چیزیں ہیں دوسرے ملکوں سے آکر ہر وقت مکے میں مل سکتی ہیں اسی کو فرمایا ہے کہ ہر قسم کے

مسجد کے حقوق و آداب

[۱] وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ ڛ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (بقرہ ۱۴ پارہ ۱)

[۱] اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں خدا کا نام لیے جانے کو منع کرے اور اُن کی بے رونقی کے درپے رہے یہ لوگ خود اس لائق نہیں کہ مسجدوں میں آنے پائیں مگر ڈرتے ڈرتے یہاں ان کے لیے دنیا میں (بھی) رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا (بھاری) عذاب ہے ف۱ +

[۲] وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (بقرہ ۱۵ پارہ ۱)

[۲] اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے فرمایا کہ ہمارا (اس گھر یعنی خانۂ کعبہ) کو طواف کرنے والوں اور مجاوروں اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لیے پاک (وصاف) رکھو +

[۳] وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْــــًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْقَاۗىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (الحج ۴ پارہ ۱۷)

[۳] اور (اے پیغمبر وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم (کی عبادت) کے لیے خانۂ کعبہ کی جگہ مقرر کردی (اور حکم دیا) کہ ہمارے ساتھ کسی چیز کو شریک (خدائی) نہ کرنا اور ہمارے (اس) گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لیے صاف ستھرا رکھنا +

[۴] اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا

[۴] اللہ ہی کے نور سے آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے اُس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے (اور طاق میں) ایک چراغ (رکھا ہے اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے (اور) قندیل (اس قدر شفاف ہے کہ) گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے (وہ چراغ) زیتون کے ایک مبارک درخت

ف۱ کفار قریش ابتدائے اسلام میں پیغمبر صاحب اور اُن کے چند اتباع کو جو اُس وقت تھے خانۂ کعبہ میں اذان دینے اور نماز پڑھنے سے مانع ہوتے تھے پیغمبر صاحب کے رستے میں کانٹے انھوں نے بچھائے پیغمبر صاحب نماز پڑھ رہے ہیں زبردستی آکر لپٹ پڑے اور گلا گھونٹا ایک بار سجدے میں تھے کہ اونٹ کی اوجھڑی گردن پر رکھ دی اور معمولی تکالیف تو آئے دن ہوتی ہی رہتی تھیں باوجودیکہ پیغمبر صاحب مسلمانوں کو لے کر مکہ چھوڑ مدینے جا بسے تھے اور ہجرت کے چھٹے برس عمرہ کرنے کے لیے جانا چاہا کہ وہ بھی ایک قسم کا حج تھا کعبے والوں نے نہ آنے دیا۔ اس آیت میں کفار کے ان ہی ظلموں کی طرف اشارہ ہے اور وہ جو پیشینگوئی کی تھی سو پوری ہوکر رہی کہ آخر کار مکہ فتح ہوا اور خانۂ خدا پر مسلمان قابض ہوگئے کفار مارے ڈر کے بھاگے بھاگے پھرنے لگے ۱۲ منہ ف۲ یہ آیۃ آغاز باب الصلوٰۃ عنوان طہارۃ "

اور حقوق خانۂ کعبہ ص۲۱ کے ذیل میں گزر چکی ہے کہ تطہیر مساجد کا مسئلہ اس سے مستنبط ہوسکے اور یہاں اس امر کے ظاہر کرنے کے لیے کہ مساجد کا حق ہے کہ انھیں ہر طرح کی گندگی اور نجاست سے پاک ستھرا رکھا جائے اور اگرچہ اس آیۃ میں خانۂ کعبہ کی تطہیر کا مذکور ہے لیکن اَور مسجدیں

شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (نور ع ۵ پارہ ۱۸)

پورب کے رُخ واقع ہی اور نہ پچھم کے رُخ اُس کا تیل اس قدر صاف ہی کہ اگر اُس کو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہی کہ (آپ سے آپ) جل اُٹھے گا (غرض ایک نُور نہیں بلکہ) نورٌ علٰی نور (یعنی نور پر نور) اللہ اپنے نُور کی طرف جس کو چاہتا ہی راہ دکھاتا ہی اور اللہ لوگوں کے (سمجھنے کے) لیے مثالیں بیان فرماتا ہی اور اللہ ہر چیز (کے حال) سے واقف ہی (اور ہاں وہ چراغ خدا کے) ایسے گھروں (یعنی عبادۃ گاہوں ہیں (روشن کیا جاتا ہی) جن کی نسبۃ خدا نے حکم دیا ہی کہ اُن کی عظمۃ کی جائے اور اُن میں خدا کا نام لیا جائے۔ اُن (عبادۃ گاہوں) میں صبح و شام ایسے لوگ خدا کے نام کی تسبیح (و تقدیس) کرتے رہتے ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کے ذکر اور نماز کے پڑھنے اور زکوٰۃ کے دینے سے غافل نہیں کرنے پاتی ﴿ف﴾ (کیونکہ وہ لوگ) اُس دن سے ڈرتے ہیں جب (مارے خوف کے) دل اُلٹ جائینگے اور آنکھیں (پھری کی پھری رہ جائیں گی اور اسی خیال سے یہ لوگ عبادۃ میں لگے رہتے ہیں) کہ اللہ اُن کو اُن کے عملوں کا بہتر سے بہتر بدلہ دے اور اُن کو اپنے فضل سے کچھ اور بھی دے اور اللہ جس کو چاہتا ہی

مِنَ الْمُتَرْجِم مسجدوں کا بنانا مسلمانوں کی مذہبی ضرورۃ کا بہم پونہچانا ہی اور اسی لیے کار ثواب ہی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا یعنی ہمارے لیے تمام روئے زمین مسجد ہی جہاں چاہیں پاک جگہ نماز پڑھ لیں۔ اور آدمی اکیلا گھر میں بھی نماز پڑھ سکتا ہی مگر نماز جماعۃ سے اسلام کی شان و شوکۃ ظاہر ہوتی ہی اور اس کے لیے عبادت گاہ خاص کا ہونا ضرور ہی۔ اس رو سے مسجدوں کا بنانا مسلمانوں کی مذہبی ضرورۃ کا بہم پونہچانا ہوا ہندوستان میں مسلمانوں نے اپنی حکمرانی اور خوش حالی کے وقتوں میں جا بجا اس کثرۃ سے مسجدیں بنوا ڈالیں کہ

﴿ف﴾ دنیا کا کوئی نُور اللہ کے نُور کو نہیں پا سکتا تاہم لوگوں کے سمجھانے کے لیے دنیا ہی کا کوئی نُور لینا ہوگا سو جس نُور سے خدا کے نُور کو تشبیہ دی گئی ہی اُس میں عمدہ صفتیں جمع ہیں کہ چراغ ہی تو یہ مطلق نُور ہوا پھر طاق میں رکھا ہی تاکہ روشنی منتشر نہ ہو پھر صرف چراغ نہیں بلکہ شیشے کی قندیل میں ہی اور شیشہ بھی نہایت شفاف ہی اور تیل جو اس چراغ میں جلتا ہی زیتون کا ہی کہ دنیا کے تمام تیلوں سے اُس کی روشنی صاف ہوتی ہی اور یوں بھی زیتون کا درخت بڑا مبارک درخت ہی کہ لوگوں کے اِس میں چند در چند فائدے ہیں اور زیتون بھی سایہ پروردہ کہ باغ کے نہ پورب کی طرف واقع ہی نہ پچھم کی طرف بلکہ بیچ باغ میں ہی اور ہمہ وقت سایہ میں رہتا ہی کہ ایسے درخت کا تیل خواہی نخواہی عمدہ سے عمدہ ہوگا پھر وہ چراغ بُت خانے یا شراب خانے یا قمار خانے کا نہیں ہی بلکہ خانہ خدا میں جل رہا ہی اور وہاں خدا پرست لوگ خلوص دل سے خدا کی عبادۃ میں مصروف ہیں اتنی صفتوں کا چراغ ہو تو کس قدر اُس کو نُور ہو

اب شاذ و نادر کہیں مسجد کے بنوانے کی ضرورة ہوتی ہے۔ اب مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ؎ کریماں را بدست اندر درم نیست
خداوندان نعمت را کرم نیست ؛ جن کو مقدور ہے وقلیل ما ھم اُن کو پُرانی مسجدوں کی مرمت تک کی توفیق نہیں ضرورة
آپڑتی ہے تو چندہ کرنا پڑتا ہے کتنی مسجدیں ہیں کہ خالی پڑی بھائیں بھائیں کر رہی ہیں۔ اُن میں اذان واقامة کا کیا مذکور ہے
جھاڑو اور پانی اور روشنی تک کا بندوبست نہیں دری اور بوریا تو بڑی چیز ہے آبابیلوں کی بیٹ کا فرش ہے۔ اول تو
مُسلمانوں میں نمازی ہی کتنے رہ گئے ہیں اور جو ہیں وہ ایسی مسجدوں میں جانے سے نماز قضا کرنے کو ترجیح دیتے ہیں
غرض کہ تعمیر مساجد کے مصرف خیر کو تو بند ہوا سمجھو۔ اور جتنا کچھ جاری ہے مسلمانوں کی حالة کے لحاظ سے اُس کو بھی مصرف خیر
نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اوّل تو گدائی پیشہ لوگوں نے تعمیر مسجد کو بھی کمائی کا ذریعہ قرار دے رکھا ہے۔ تعمیر مسجد کے نام سے
لوگوں کو ٹھگتے پھرتے ہیں۔ دوسری بڑی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی یہی ایک تعمیر مساجد کی ضرورة تو نہیں اس سے کہیں
بڑھ کر ضرورة اس کی ہے کہ سرکاری خدمة حکومة۔ تجارة۔ زراعة صنعة۔ حرفة کہ یہی معاش کے ذریعے ہیں جس پہلو سے دیکھیے
مُسلمان اقوامِ معاصر کے مقابلے میں گرتے گھٹتے مٹتے اور مفلس اور ذلیل و خوار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور دین و دُنیا
دونوں کو کھو بیٹھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک سلطنة کے نکل جانے سے ساری خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں تو ہم ہندوؤں
کی مثال دے کر پوچھیں گے کہ اگر خوش حالی لازمہ سلطنة ہے تو ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ خستہ
حال ہونا چاہیئے حالانکہ معاملہ بالکل برعکس ہے اور مشاہدہ اس کا شاہد۔ پس مُسلمانوں کے تنزّل کا اصلی اور حقیقی اور اہم
سبب اگر ہے تو یہ ہے کہ اُنھوں نے زمانے کا ساتھ دینے سے پہلو تہی کیا۔ اور زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز کی نصیحة
پر کاربند نہ ہوئے۔ ہم میں سے جو صائب الرائے اور مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اِس بات پر اجماع کر چکے ہیں اور حدیث
لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ۔ کی رو سے اِن کا اجماع حق پر ہے کہ اگرچہ بہت وقت ضائع ہو چکا ہے اور حریف میدان
ترقی میں بہت آگے نکل گئے ہیں تاہم اگر اب بھی مسلمان احمقانہ ضد اور بے جا تعصب کو چھوڑ کر وہی ہنر سیکھیں
جس کی وجہ سے یورپ معراجِ کمالِ ترقی پر پہونچا ہے تو گو اہلِ یورپ کی ہمسری نہ کر سکیں مگر بہت کچھ پنپ سکتے
ہیں۔ پوچھو کہ وہ ہنر کیا ہے؟ وہ ہنر وہی ہنر ہے جس کی تعلیم سرکاری مدارس میں دی جاتی ہے اور جس سے مُسلمان ابھی تک
نفور ہیں۔ علاج تو حکمی ہے مگر ترتب اثر ذرا دیر طلب۔ پس ہمارے اِن وقتوں میں اشاعة تعلیم جدید ہی تمام مصارفِ خیر
پر مقدّم ہے اور از انجملہ مصارفِ تعمیر مساجد پر بھی اور ہم اِس کی سند حدیث سے رکھتے ہیں کہ جناب رسالة مآب کی زندگی
میں خود مسجد نبوی کا یہ حال تھا کہ کھجور کے تنوں کے ستون بنا کر پتوں سے چھت پاٹ رکھی تھی۔ پانی برستا تو اندر تمام
کیچڑ ہو جاتی۔ بے شک خلفاءِ عباسیہ کے عہد کی سی دولة کا تو اُس وقت پاسنگ بھی نہ تھا مگر آخر جہاد ہوتے تھے ہزارہا
مُسلمان مدینے میں آ بھرے تھے۔ اُن کی ہر طرح کی خبر لی جاتی تھی ایک مسجد کا بنانا ایسا کونسا بڑا کام تھا۔ مگر نہیں
جناب رسولِ خدا نے دوسری وقتی ضرورتوں کو مقدّم سمجھا اور مسجد کو ویسا ہی پڑا رہنے دیا۔ کیا رسول اللہ کا طرزِ عمل
ہم کو نہیں سکھاتا کہ ہم بھی وقتی ضرورتوں کو مقدّم سمجھیں تعمیر مسجد کے جھگڑے اب بھی کبھی کبھی پیش آ جاتے ہیں۔ ایک
جھگڑا جناب رسالة مآب کے عہد میں بھی پیش آیا تھا اور اُس کا قصہ مولوی شاہ عبد القادر صاحبؒ کی زبان سے اِس طرح ہے۔

"حضرة مکے سے ہجرة کرائے تو مدینے سے باہر اُترے ایک محلہ تھا بنی عمرو بن عوف کا بعد چند روز کے شہر میں جگہ پکڑی اور مسجد نبوی تعمیر کی۔ اُس محلے میں جہاں نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے مسجد بنا رکھی اور جماعة قائم رہی مسجد قبا کر مشہور ہو۔ حضرة اکثر ہفتے کے روز وہاں جاتے اور نماز پڑھتے۔ اُس محلے میں بعضے منافقوں نے چاہا کہ اَور مسجد بنا دیں پہلوں کی ضد پر اور اپنی جماعة جدا ٹھیرا دیں اور ایک راہب ابو عامر کہ اسلام کی ضد سے نکل گیا تھا اُس کو نفاق سے مُلاکر وہاں سردار اور امام کریں۔ حضرة سے چاہا کہ اوّل ایک بار آپ وہاں نماز پڑھیں تو ہم جماعة قائم کریں حضرة کو اُن کی دغا معلوم نہ تھی وعدہ کیا کہ جنگ تبوک سے پھریں گے تو اوّل وہاں نماز پڑھ کر شہر میں داخل ہوں گے حق تعالیٰ نے پہلے خبر دار کر دیا اور مسجد قبا کے لوگوں کی تعریف کی۔ آدمی خبر دار رہے کہ ظاہر بعض عبادة ہو اور نیت اُس میں نفسانیت ہو۔ اُس کا یہ حال ہو"۔

اِسی کے قریب قریب ایک حکایة مولوی شاہ اسحاق صاحبؒ کی سُنی گئی ہو کہ ہندوؤں کے کسی محلے میں مسلمانوں نے ہندوؤں کی ضد سے مسجد بنانی چاہی۔ ہندوؤں نے مزاحمة کی اور کرنی ہی تھی قریب تھا کہ دونوں فریق لڑ مریں مگر ہندوؤں میں ایک شخص مولوی شاہ اسحاق صاحبؒ کے ساتھ ایک طرح کی ارادة رکھتا تھا اُس نے شورش کو یہ کہہ کر فرو کیا کہ معاملہ شاہ صاحبؒ کے روبرو پیش کیا جائے جیسا وہ حکم دیں اُس کی تعمیل کی جائے۔ مُسلمان مسجد کا معاملہ اور شاہ صاحب کی پنچایت سُن کر بہت خوش ہوئے۔ مگر شاہ صاحبؒ نے خود موقعِ واردات پر تشریف لے جا کر تحقیقات کی تو مسلمانوں کی ضد ثابت ہوئی اور اُنھوں نے مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند جاہل متعصب مسلمان شاہ صاحبؒ سے بدعقیدة ہو گئے مگر ہندوؤں میں سے دو ہندوؤں نے کھُلّم کھُلّا اسلام قبول کیا۔

الغرض

مسجد چونکہ خانۂ خدا ہو اس لیے اُس کے صاف سُتھرا رکھنے میں ہمیشہ کوشش کرنی چاہیئے اور ایسا کرنے والے کو خدا کے ہاں بڑا اجر ملے گا۔ صاف سُتھرا رکھنے کے علاوہ خوشبودار بھی کرنا چاہیئے۔ کبھی کبھی اگر۔ لوبان اور اَور خوشبودار چیزیں سُلگاتے رہیں۔ مسجد میں خرید فروخت اور جھگڑے کی باتیں نہ کریں۔ اونچی آواز سے نہ بولیں۔ گنہگاروں پر حد نہ لگائیں۔ تلوار برچھا ساتھ لے کر نہ جائیں۔ چھوٹے لڑکوں اور دیوانوں کو نہ آنے دیں۔ پانی بوریا بدھنا اور ضرورة کی چیزیں مہیّا رکھیں۔ چراغ تیل بتی ڈول رسّی کی اگر ضرورة پڑے تو ان سب کو فراہم کریں۔ مسجد کے قریب غل شور نہ کریں سیٹی نہ بجائیں تالیاں نہ ٹیچاریں۔ خدا نے قرآن مجید میں اُن لوگوں کے حق میں عذاب دوزخ کی خبر دی ہو جو مسجدِ حرام کے متصل کھڑے ہو کر سیٹیاں بجاتے اور تالیاں ٹیچارا کرتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہو وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔ یعنی اور خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا ان (مشرکوں) کی نماز ہی کیا تھی تو (اے کافرو!) جیسا تم کفر کرتے رہے ہو اب اُس کے بدلے عذاب (کے مزے) چکھو ف۔

ف جس طرح ہمارے ملک کے ہندو پوجا کے وقت مندروں میں ناچتے اور گاتے بجاتے ہیں اور اسی کے قریب قریب عیسائی گرجوں میں کرتے ہیں اسی طرح اہل مکہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔

مسجد میں داخل ہوں تو پہلے دایاں پاؤں اندر رکھیں اور یہ دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ باہر نکلیں تو کہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ مسجد میں داخل ہوکر سب سے اول دو رکعۃ نفل پڑھیں اگر باوضو ہوں ورنہ وضو کرکے۔ اور اسی کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں جس کا گھر بار نہ ہو اُسے مسجد میں سونا جائز ہے ورنہ نہیں۔ مسجد میں قبلے کی طرف تھوکنا منع اور سخت گناہ کی بات ہے۔ اور اگر کوئی بغیر تھوکے نہ رہ سکے تو بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک لے لیکن بہتر یہ ہے کہ کپڑے پر تھوک کر مل ڈالے اگر مسجد کا فرش پختہ ہو تو مطلق نہ تھوکے کچا اور خام ہو تو تھوک لے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ کھرچ ڈالے یا اوپر سے مٹی ڈال دے۔ سب سے بُرا کام مسجد میں تھوکنا اور پھر اُسے دفن نہ کرنا ہے اہل محلہ اپنے محلے ہی کی مسجد میں نماز پڑھیں محلے کی مسجد میں ایک وقت کی نماز پچیس نمازوں کے برابر ہے مسجد میں بیٹھ کر دنیاوی باتیں نہ کریں بلکہ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہیں جو شخص مسجد میں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے وہ بہشتی باغات کا میوہ کھاتا ہے۔ جو شخص گھر سے وضو کرکے مسجد میں جاتا ہے حج اور احرام کا ثواب پاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسجد میں چراغ جلانے والے جھاڑو بہارو دینے والے۔ بدھنے بوریے کا انتظام رکھنے والے قیامت کے روز بڑے بڑے درجے پائیں گے۔ کچی لہسن و پیاز کھا کر مسجد میں جانا منع ہے مسجد میں خلاف شرع اشعار پڑھنے درست نہیں۔ گم ہوئی چیز مسجد میں ڈھونڈھنی گناہ ہے اور اگر کوئی ایسا کرے تو دوسرے کو یہ کہنا مسنون ہے کہ خدا کرے وہ تجھے نہ ملے۔ قبرستان میں یا کسی قبر کے پاس قبر والے کی تعظیم کی غرض سے مسجد بنانا حرام ہے۔ مسافروں کو مسجد میں رہنا اور سونا درست ہے۔ اذان سُن کر مسجد سے نکل جانا سخت گناہ ہے ایسے شخص کو پیغمبر صاحب نے اپنا نافرمان فرمایا ہے۔ مسجد کا حق ہے کہ عورتیں خاص کر جوان عورتیں بالخصوص اس فتنہ و فساد کے زمانے میں وہاں نماز نہ پڑھیں بلکہ اپنے گھروں میں پڑھیں کیونکہ آمد و رفت میں اُن کی بے ستری ہوتی ہے۔ شریر اور بدمعاش اور اوباش لوگ بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں ٭

تمت بالخیر



حمائل کلاں

ترجمہ بین السطور

یہ حمائل ۱۸+۲۲ کی تقطیع پر اٹھ صفحہ چھاپی گئی ہے کاغذ نہایت سفید چکنا اور اصل ولایتی ہے بین السطور میں ترجمہ ہے اور متن پر نہایت خوشنما خا کرائی گئی ہے ابتدا میں ایک مختصر تمہید یا دیباچہ اور چونسٹھ صفحے کی مفصل فہرست ہے جس کے دیکھتے ہی تمام مضامین قرآن ذہن نشین ہو جاتے ہیں اور پڑھنے والا فوراً معلوم کر سکتا ہے کہ قرآن میں اس قدر مطالب موجود ہیں پھر وہ جونسا مطلب قرآن میں دیکھنا چاہے بے تامل نکال کر دیکھ سکتا ہے کیونکہ فہرست میں ہر ہر مضمون کے لیے ایک ایک عنوان قائم کیا گیا ہے موٹے حرفوں میں لکھا ہوا جس عنوان میں اُس کے مطالب کی صراحت ہے وہیں قرآن کی آیۃ من اولہ الی آخرہ کر کے لکھ دی گئی ہے اور ساتھ ہی پارے اور سورۃ اور رکوع کے نشانات بھی لگا دیے گئے ہیں جس کے پتے سے ٹھیک ٹھیک ہی آیۃ نکل سکتی ہے جس میں دیکھنے والے کے مطلب کی بات ہے۔ قیمت بے جلد بے خا عہ محشی بے جلد للعہ محشی مجلد للعہ

حمائل خورد

ترجمہ بالمقابل

یہ سفری حمائل ہے جو ۱۷+۲۷ کی تقطیع پر اٹھ صفحی چھاپی گئی ہے اور جو معرا بھی لکھی جا سکتی ہے اور مترجم بھی بعض لوگوں کو شکایت تھی کہ ہم قرآن اور بڑی حمائل سفر میں نہیں لے جا سکتے اور بعض کم استطاعت کو قیمت کی طرف سے بھی شکایت تھی۔ مترجم عم فیضہ نے یہ چھوٹی اور مختصر اور کم قیمت حمائل چھپوا کر دونوں قسم کے حضرات کی شکایت رفع کر دی۔ اس کے ایک صفحہ پر متن قرآن ہے اور اسی کے سامنے والے صفحہ پر ترجمہ اور حاشیے پر فوائد۔ متن والے صفحہ میں اول سے آخر تک ہر آیۃ کے اختتام پر بالترتیب ہندسہ لگا یا گیا ہے اور یہی ہندسہ ترجمے کے صفحہ پر دیا گیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ فلاں آیۃ کا ہے اور وہ آیۃ یہاں سے لے کر یہاں تک ختم ہو گئی ہے۔ پھر ساتھ ہی اس بات کا بھی التزام کیا گیا ہے کہ متن کے صفحے کی عبارت جہاں سے شروع ہوئی ہے وہیں سے ترجمہ بھی شروع کیا گیا ہے اور جہاں ختم ہوئی ہے وہیں ترجمہ بھی ٹھیک ختم ہو گیا۔ غرضکہ یہ حمائل نہایت ہی خوبصورت اور موزوں ہے۔ اور باوجود اس کے قیمت نہایت کم بلکہ یوں کہو کہ کچھ بھی نہیں جیسا کہ آپ ذیل کی تفصیل میں دیکھتے ہیں اس حمائل میں دو طرح کا کاغذ لگا یا گیا ہے ولایتی سفید چکنا دبیز۔ اور خاکی موٹا مضبوط۔ نسخ و نستعلیق دونوں خط عمدہ۔ چھاپہ اچھا۔ حضر و سفر بڑے اور چھوٹے۔ مستطیع اور غیر مستطیع۔ ترجمہ اور متن کے پڑھنے والوں غرض سب کے لیے مناسب و کار آمد ہے قیمت کاغذ سفید بے جلد عہ کاغذ خاکی بے جلد عہ۔ کاغذ سفید مجلد عاہ خاکی مجلد عہ

ادعیۃ القرآن

فاضل مصنف نے یہ قلیل الحجم کثیر المطالب کتاب اُن لوگوں کے لیے تیار کی ہے جنھیں تلاوۃ قرآن کے ساتھ اوراد و وظائف کا بھی شوق ہے اس میں ایک مختصر مگر نہایت مفید دیباچہ ہے۔ دیباچہ کے بعد چار تمہیدی ابواب ہیں جن میں دعا کے انسانی فطرۃ میں داخل ہونے۔ حکم دعا اور وعدہ قبول۔ خدا کے سوا دوسرے سے دعا کی مناہی۔ دعا کی قبولیت کے اسباب و شرائط کے ثبوت میں قدرے بسط کے ساتھ محققانہ بحث کی ہے اور خوبی یہ کہ تمام مطالب کو قرآنی شواہد سے مدلل کیا ہے۔ اس کے بعد نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر ابو البشر حضرۃ آدم تک جس قدر انبیا علیہم السلام ہو گزرے ہیں اور اُن کی دعائیں قرآن میں ہیں یا خدا نے اپنے مقدس بندوں کو تعلیم فرمائی ہیں سب ترتیب وار درج ہیں اور اس خوبی سے درج ہیں کہ ہر دعا کے الفاظ عربی خط میں جلی قلم سے لکھے گئے ہیں بالمقابل ترجمہ ہے ترجمے کے ساتھ ضروری اور مفید فوائد۔ فٹ نوٹ میں ہر دعا کی شان نزول ہے کہ یہ دعا کس نے کی۔ کس موقع پر کی اور کس غرض سے کی پیشانی پر جلی حرفوں میں ہر دعا کا خاصہ ہے کہ یہ دعا کس مطلب کے لیے کار آمد ہے۔ غرض کہ وظیفہ خواں مردوں عورتوں بچوں کے لیے نہایت مفید کتاب ہے۔ تقطیع ۱۸+۲۲ حجم ۶ جزو۔ کاغذ نہایت دبیز صاف ستھرا۔ نسخ و نستعلیق کے دونوں خط بہتر سے بہتر چھاپہ اچھا۔ قیمت صرف ۶ر ہفت رنگ اور سنہرے ٹائیٹل پیج کی قیمت فی جلد ۸ر

المشتہر محمد رحیم بخش۔ دہلی کھاری باولی مکان شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی

اعلان

چونکہ یہ کتاب حسب منشاء ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء داخل
رجسٹر گورنمنٹ ہو چکی ہی۔ اس لیے اہل مطابع و دیگر تاجرو
کو اطلاع دی جاتی ہی کہ بلا اجازت مصنّف کوئی صاحب
اس کے چھاپنے یا چھپوانے کا قصد نہ کریں جس قدر
نسخے مطلوب ہوں بذریعۂ ویلیو یا نقد قیمت کے مصنف سے طلب
فرمائیں فرمایش کی فوراً تعمیل ہوگی۔ المشتہر

مرزا محمد عبد الغفار بیگ مالک افضل المطابع دہلی مارچ ۱۹۰۶ء